ناشر

ادارۂ اصلاح مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ-۳

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

۷۸۶
۱۱۰_۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

سچّے واقعات

دلچسپ، سبق آموز اور ایمان افروز حکایتوں کے

مجموعہ - چار جلدوں پر مشتمل کتاب

داستانہائے پراگندہ

سے انتخاب اور ترجمہ

مؤلف

آیتہ اللہ سید عبد الحسین دست غیب شہیدؒ

مترجم

الحاج مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ باقری جوراسی

ناشر

ادارۂ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۳

۳۵ روپیے

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِاَھلِہٖ وَالسّلامُ علیٰ اَھلِھا

اپنی تقریباً سوا سو سالہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے "سچّے واقعات" کی شکل میں ادارۂ اصلاح نے یہ ایک مزید مفید کتاب پیش کی ہے۔ ماضی میں جن کتابوں کی بار بار اشاعت ہو چکی ہے ان کی آج بھی ضرورت ہے اور انھیں شائع ہونا چاہیئے۔ لیکن آج کل کتاب پر اخراجات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ان کا تحمّل آسان نہیں اگرچہ ادارۂ اصلاح کو مراجع کرام کی جانب سے سالانہ پانچ لاکھ روپئے سہم امامؑ صرف کرنیکی اجازت حاصل ہے مگر وصولیابی کا نشانہ بہت کم ہے پھر ہر مہینے ماہنامہ اصلاح پر ایک خطیر رقم صرف ہوتی ہے پھر بھی عنایات الٰہی اور توجہات حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ ظہورہ الشریف سے ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اشاعت کتب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ ہم جاری رکھیں گے بلکہ اس میں اضافہ کی بھی سعی میں منہمک رہیں گے۔

اَلسَّعیُ مِنّی وَالْاِتمامُ مِنَ اللہِ

سیّد محمّد جابر جوراسی

مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ

۲۵ر اپریل ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواب کی حکمت انبیاءؑ کی تصدیق ہے

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ "ابتدائے خلقت میں انسان خواب نہیں دیکھتا تھا بعد میں خدا نے اسے یہ صفت عطا فرمائی، اس کا سبب یہ تھا کہ خدا نے ایک پیغمبرؑ کو اس دور کے لوگوں کی دعوت اور ہدایت کے لئے بھیجا جب انھوں نے اُمّت والوں کو پروردگار عالم کی اطاعت اور بندگی کا حکم دیا تو انھوں نے کہا کہ اگر ہم خدا کی پرستش کریں تو ہم کو اس کے عوض میں کیا ملے گا، درحال یہ کہ تمھاری مالی حالت ہم سے بہتر نہیں ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اگر خدا کی اطاعت کروگے تو تمھاری جزا بہشت ہے اور اگر نافرمانی کروگے اور میری بات نہ سنوگے تو تمھارا مقام دوزخ ہوگا۔ انھوں نے کہا، بہشت و دوزخ کیا چیز ہے؟ پیغمبرؐ نے ان کے سامنے دونوں کی توصیف و تشریح کی انھوں نے پوچھا کہ ہم وہاں کب پہونچیں گے؟ تو فرمایا کہ مرنے کے بعد۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے مُردے سڑ گل کر خاک میں مل گئے ہیں اور تم نے جن چیزوں کا حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ان کے لئے نہیں ہے اس طرح انھوں نے پیغمبرؐ کو جھٹلایا اس پر خدا نے ان کو خواب دیکھنے کی صلاحیت عطا کی انھوں نے خواب میں دیکھا کہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں چل پھر رہے، بول رہے ہیں، سنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب بیدار ہوئے تو ان میں سے کسی چیز کا کوئی اثر نظر نہیں آیا چنانچہ پیغمبرؐ کے پاس آئے اپنے خوابوں کو بیان کیا، پیغمبرؐ نے فرمایا، خدا نے یہ چاہا کہ تم لوگوں پر حجّت تمام کرے، تمھاری روحوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ جس وقت تمھیں موت آئے گی تو باوجودیکہ تمھارے بدن مٹّی کے اندر فنا ہو جائیں گے تمھاری روحیں روز قیامت تک عذاب میں گرفتار رہیں گی یا روح و ریحان اور ناز و نعمت میں ہوں گی"۔

عذاب کے ساتھ قبض رُوح

بحارالانوار جلد ۳ میں مروی ہے کہ ایک روز خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے ابنِ عم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اس وقت آپ کی آنکھوں میں شدید درد ہو رہا تھا باوجود یہ کہ آپ صبر کے پہاڑ تھے پھر بھی آپ کے نالہ و فریاد کی آواز بلند تھی، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کو ایک ایسی وحشت ناک خبر سُنائی کہ آپ دردِ چشم کی سختی کو بھول گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ کفّار کی قبض روح کے لئے چند عذاب کے فرشتے آتے ہیں اور آگ کے تازیانوں اور سیخوں سے ان کی روحیں نکال لیتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کیا کہ، یارسولؐ اللہ! آیا اس طرح کی موت آپ کی اُمّت والوں کے لئے بھی ہوگی ہے۔ تو فرمایا، ہاں مسلمانوں میں سے تینؔ گروہ ایسے ہوں گے جن کی موت اسی طرح سے ہوگی۔ اوّلؔ، حاکم جور، دومؔ، یتیم کا مال کھانے والے، اور سومؔ شاہد ناحق یعنی جھوٹی گواہی دینے والے۔

فضیل کا بے ایمان شاگرد

مشہور و معروف تائب فضیل ایاز کے حالات کے ضمن میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کا ایک سب سے دانا اور ذہین شاگرد مرض الموت میں مبتلا ہوا، فضیل اور دیگر چند لوگ اس کی عیادت کے لئے گئے۔ فضیل نے سورۂ یٰسین پڑھنا شروع کیا تو اس بدبخت نے اپنے اُستاد کے ہاتھ کے نیچے ہاتھ مار کے کہا میں نہیں چاہتا کہ قرآن پڑھو۔ یہ بدنصیب ہمیشہ مسجد، مدرسہ اور مجلس عبادت میں حاضری دیتا تھا، اور اہلِ قرآن تھا لیکن اب کہہ رہا ہے کہ "میں نہیں چاہتا کہ قرآن پڑھو۔ علاوہ اس کے کلمۂ شہادتین بھی زبان پر جاری نہیں کیا۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔ فضیل اس واقعے سے بہت اندوہناک اور غمگین ہوئے، گوشہ نشینی اختیار کرلی، اور گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ ایک روز اسی شاگرد کی خبیث روح کو خواب میں دیکھا اور اس سے عاقبت کی خرابی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میرے اندر تینؔ چیزیں ایسی تھیں کہ میں بغیر ایمان کے دنیا سے اٹھا۔ اوّلؔ حسد جس کی وجہ سے میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دومؔ، نمّامی اور چغلخوری یعنی دو آدمیوں کے درمیان جُدائی ڈلوانا۔ اور سومؔ، شراب خواری۔

وحشت ناک صورت

عظیم المرتبت سیّد قاضی سیعد قمی کی کتاب اربعین میں شیخ بہائی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ میرا ایک رفیق اصفہان کے قبرستان میں مقیم تھا اور ہمیشہ مقبروں کے اوپر عبادت میں مشغول رہتا تھا کبھی کبھی میں بھی اس کی ملاقات کو چلا جاتا تھا چنانچہ ایک روز اس سے سوال کیا کہ تم نے قبرستان کے عجائب میں سے کیا دیکھا ہے ہے۔ اس نے کہا کہ ایک روز قبل قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا اور اس گوشہ میں دفن کر کے سب لوگ چلے گئے غروب آفتاب کے وقت ایک بدبو پھیلی جس نے مجھے پریشان کر دیا، کیونکہ ایسی شدید بدبو میں نے تمام عمر میں کبھی نہیں سونگھی تھی۔ ناگاہ کتّے سے مشابہ ایک وحشت ناک اور سیاہ رنگ کی صورت نظر آئی جس سے وہ بدبو نکل رہی تھی۔ یہ صورت قریب آئی اور اسی قبر کے اوپر پہونچکے غائب ہو گئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عطر کی ایسی خوشبو بلند ہوئی جیسی خوشبو میں نے عمر بھر میں نہیں سونگھی تھی اسی وقت ایک زیبا اور دلربا صورت آئی اور اسی قبر پر پہونچ کے غائب ہو گئی۔ (یہ عالم ملکوت کے عجائب ہیں جو ان صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں) ـــــ

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ حسین شکل زخمی اور خون آلودہ حالت میں قبر سے باہر آئی میں نے کہا، خداوندا! مجھے آگاہ فرما دے کہ یہ دو صورتیں کیا تھیں ہے۔ چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ وہ خوبصورت شکل اس کے نیک اعمال تھے، اور وحشناک شکل اس کے بُرے افعال، چونکہ صاحب قبر کے اعمال بد زیادہ تھے لہٰذا قبر میں وہی اس کے ساتھ ہیں۔ جب وہ پاک ہو جائے گا تب خوبصورت شکل کی نوبت آئے گی۔

سعد اور فشارِ قبر

سعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اور دیگر مسلمانوں کی نظر میں غیر معمولی طور پر معزز اور محترم تھے۔ جب وقت وہ اپنی سواری پر آتے تھے تو آنحضرت حکم دیتے تھے کہ مسلمان ان کے استقبال کے لئے جائیں، اور خود پیغمبر خدا بھی ان کی آمد پر کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم فرماتے تھے، اور یہودیوں کے ساتھ حکمیت کی ذمہ داری بھی ان کے سُپرد فرمائی تھی۔ ان کے جنازے کی مشایعت میں ستّر ہزار فرشتے حاضر تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے پابرہنہ ان کے تابوت کے چاروں گوشوں کو کاندھا دیا' اور فرمایا کہ' ملائکہ کی صفیں سعد کے جنازے کی مشایعت کر رہی تھیں اور میرا ہاتھ جبرئیل کے ہاتھ میں تھا، جس طرف وہ جاتے تھے میں بھی اسی طرف جاتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ پیغمبرؐ کے نزدیک اس قدر احترام' مشایعت جنازہ کے ان خصوصیات' اور اس شرف کے باوجود کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے انھیں خود اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا کہ جب ان کی ماں نے آواز دی کہ' خوشا حال تمھارا، اے سعد تمھیں بہشت مبارک ہو، "ھنیئاً لك الجنّة" تو آنحضرتؐ نے فرمایا، تم نے کہاں سے جانا کہ تمھارا فرزند اہل جنّت میں سے ہے؟ اس وقت تو سعد فشار قبر میں مبتلا ہیں۔ اصحاب نے پوچھا یا رسُول اللہ آیا سعد جیسا شخص بھی فشار قبر میں ہے ہے۔ تو فرمایا ہاں۔

اور دوسری روایت میں ہے لوگوں نے امامؑ سے سعد کے فشار قبر کے بارے میں پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ' اپنے اہل خانہ کے ساتھ کج خُلقی کی وجہ سے یعنی وہ اپنے گھر میں اپنی زوجہ سے بد اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

صاحب قبر کی پذیرائی

بعض اوقات دنیا والوں کو ایسے نمونے پیش آتے ہیں جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے نراقی علیہ الرحمہ نے خزائن میں اپنے ایک موثق اور معتمد ساتھی سے نقل کیا ہے کہ، ہم اپنی جوانی کے زمانے میں اپنے باپ اور دیگر رفقاء کے ہمراہ عید نوروز کے موقع پر اصفہان میں دید و باز دید کے لئے جاتے تھے۔ ایک بار سہ شنبہ کے روز ایک رفیق کی باز دید کے لئے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہے اس کا مکان قبرستان کے قریب تھا اور ہم لوگ لمبی مسافت طے کر کے آئے تھے لہٰذا خستگی رفع کرنے اور زیارۃ قبور کے لئے قبرستان چلے گئے اور وہاں جاکر بیٹھ گئے۔ میرے ایک ساتھی نے مزاحاً قریب کی ایک قبر کی طرف دیکھا کر کے کہا کہ، اے صاحب قبر عید کا زمانہ ہے، کیا تم ہماری میزبانی نہیں کروگے ہ۔ ناگہاں قبر سے آواز بلند ہوئی کہ اگلے ہفتے سہ شنبے کے روز اسی جگہ تم سب لوگ میرے مہمان ہوگے۔

ہم لوگوں پر وحشت طاری ہوگئی اور ہم نے یہ گمان کر لیا کہ اب سہ شنبے سے آگے زندہ نہ رہیں گے لہٰذا اپنے امور کی اصلاح اور وصیت وغیرہ میں مشغول ہوگئے۔ لیکن موت کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ سہ شنبہ کے دن جب تھوڑا دن گذرا تو ہم لوگ جمع ہوئے اور کہا کہ ہمیں اسی قبر کے پاس چلنا چاہئیے، غالباً اس بات سے موت مراد نہیں تھی۔ جب قبر کے پاس پہونچے تو ہم میں سے ایک شخص نے کہا، اے صاحب قبر اپنا وعدہ پورا کرو۔ اس وقت ایک آواز بلند ہوئی کہ تشریف لائیے (اس مقام پر متوجہ رہیے کہ کبھی کبھی خدائے تعالیٰ حائل اور مانع دیدار برزخی پردے کو پیچھے ہٹا لیتا ہے تاکہ عبرت حاصل کی جائے)۔ ہمارے سامنے کا منظر بدل گیا اور ملکوتی نظر کام کرنے لگی۔ ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی صاف اور سرسبز و شاداب باغ ہے جس میں صاف و شفاف پانی کی نہریں جاری ہیں، درختوں میں ہر فصل اور ہر قسم کے میوے لگے ہوئے ہیں اور ان پر طرح طرح کے پرندے نغمہ سرائی کر رہے

ہیں۔ ہم اس کے ساتھ ایک عمارت میں پہونچے جو انتہائی زیب و زینت کے ساتھ آراستہ تھی اور اس کے دروازے ہر طرف سے اسی باغ میں کھلتے تھے۔ ہم اس کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نہایت ہی حسین و جمیل شخص بیٹھا ہوا ہے اور ماہ رو خوبصورت خادموں کی جماعت اسکی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ جب اس نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر معذرت کی۔ انواع و اقسام کی شیرینیاں اور میوے اور ایسی چیزیں جنھیں ہم نے اس دنیا میں دیکھا تک نہیں تھا بلکہ ان کا تصور تک نہیں کیا تھا ہمارے سامنے آئیں۔ جسوقت ہم نے انھیں کھایا تو اس قدر لذیذ ثابت ہوئیں کہ ہم نے کبھی ایسی لذّت محسوس نہیں کی تھی، اور ہم جسقدر کھاتے تھے سیری نہیں ہوتی تھی یعنی پھر بھی اشتہا باقی رہتی تھی۔ اس کے بعد طرح طرح کے دیگر میوے اور شیرینیاں لائی گئیں، ساتھ ہی ہر قسم کی غذائیں بھی تھیں جن کے مختلف ذائقے تھے۔

ہم لوگ ایک ساعت کے بعد اٹھے کہ دیکھیں اب کیا صورت پیش آتی ہے، اس شخص نے باغ کے باہر ہماری مشایعت کی۔ میرے والد نے اس سے سوال کیا تم کون ہو کہ خدائے تعالیٰ نے تمھیں ایسی ملکیت اور ساز و سامان عطا فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو ساری دنیا کی میزبانی کر سکتے ہو۔ اور یہ کون سی جگہ ہے؟۔ اس نے کہا میں تمہارا ہم وطن اور فلاں مقام کا فلاں قصّاب ہوں۔ میرے والد نے پوچھا ان بلند درجات اور مقامات کا سبب کیا ہے؟۔ تو اس نے بتایا اس کے دو سبب ہیں۔ اوّل تو میں نے اپنی دوکانداری میں کبھی ناپ تول میں کمی نہیں کی۔ اور دوسرا یہ کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی اوّل وقت کی نماز ترک نہیں کی۔ اگر میں گوشت ترازو میں رکھ چکا ہوتا تھا اور موذن کی صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی تھی تو میں اسے تولتا نہیں تھا اور فوراً مسجد نماز کے لئے چلا جاتا تھا۔ چنانچہ مرنے کے بعد مجھ کو یہ منزل عطا ہوئی۔ گذشتہ ہفتہ جب آپ لوگوں نے مجھے مخاطب کیا تھا تو اس وقت تک مجھے اس میزبانی کی اجازت نہیں تھی۔ لہٰذا اس ہفتے کے لئے اجازت حاصل کی۔

اس کے بعد ہم میں سے ہر شخص نے اپنی مدّت عمر کے بارے میں دریافت کیا وہ جواب دیتا رہا۔ منجملہ ان کے ایک محتسب کے متہم سے کہا کہ تم نوّے سال سے زیادہ زندہ رہو گے اور وہ ابھی تک زندہ ہے اور مجھ کو بتایا کہ تمھاری عمر اسقدر ہے اور اسمیں فقط دس پندرہ سال باقی ہیں۔

ہم لوگوں نے خدا حافظ کہا اور اس نے ہماری مشایعت کی، ہم نے پھر پلٹنا چاہا تو دیکھا کہ اسی سابق مقام پر قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

ہاشمی کا قاتل اور حالتِ خواب میں فریاد

دارالسلام نوری میں صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب ثواب الاعمال سے منقول ہے کہ ایک خوبصورت اور بہت ہی وجیہ جوان جو یزیدی فوج میں شامل اور امام حسینؑ علیہ السّلام کے بھائی کا قاتل تھا اس کے بارے میں راوی کہتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کا حسین چہرہ تارکول کے مانند سیاہ ہوگیا ہے اور وہ درخت نَے کے مانند لاغر اور ناتواں ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے ہمسایوں سے اس کے حالات دریافت کئے تو انھوں نے بتایا کہ جب سے یہ سفر سے واپس ہوا ہے ہر رات جب سوتا ہے تو اسقدر فریاد اور نالۂ وزاری کرتا ہے کہ ہم لوگوں کو بھی نیند سے جگا دیتا ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور اس کی کیفیت خود اسی سے دریافت کی۔ اس نے کہا راتوں کو یہ مقتول ہاشمی جوان آتا ہے اور مجھے آگ کی طرف کھینچ کے لے جاتا ہے۔ میں اسقدر چیختا اور فریاد کرتا ہوں کہ نیند سے بیدار ہو جاتا ہوں۔

یہ نالۂ وزاری اور چہرے کی سیاہی اس عذاب الیم کے مقابلے میں ہزاروں درجہ کم اور ایک ذرّہ کے برابر ہے جو اس کے بعد آنے والا ہے، اور اس عالم میں یہ اس کا ایک بہت ہلکا سا نمونہ ہے۔

عطّار کا موعظہ اور یہودی قرضخواہ

دارالاسلام نوری جلد ۱ ص ۲۴۷ عالم زاہد سیّد ہاشم بحرانی سے نقل کیا گیا ہے کہ نجف اشرف میں ایک عطّار تھا جو روزانہ نماز ظہر کے بعد اپنی دوکان میں لوگوں کو موعظہ کیا کرتا تھا، اور اس کی دوکان کبھی مجمع سے خالی نہیں رہتی تھی۔ ہندوستان کے ایک شہزادے کو جس نے نجف اشرف میں سکونت اختیار کر لی تھی ایک سفر پیش آیا چنانچہ اس نے اپنا ایک صندوقچہ جس میں نفیس قسم کے موتی اور بیش بہا جواہرات محفوظ تھے اس عطّار کے پاس امانت رکھ دیا اور چلا گیا۔ جب واپس ہوا تو اس نے اپنی امانت کا مطالبہ کیا، لیکن عطار نے انکار کر دیا۔ ہندی اپنے اس معاملے میں حیران و پریشان ہو کر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے مرقد مطہّر سے متوسل ہوا اور عرض کیا کہ، یا علی (علیہ السّلام)! میں نے آپ کے روضے کے قریب قیام کرنے کے لئے اپنے وطن و آرام و آسائش کو ترک کیا، اور اپنی پونجی فلاں عطّار کے پاس امانت رکھ دی لیکن اب وہ اس سے انکار کر رہا ہے، میرے پاس سوا اس مالیت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور میرے اس دعوٰے کے ثبوت میں کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ اب سوا حضرتؑ کے اور کوئی میری دادرسی کرنے والا نہیں ہے۔

رات کو اس نے خواب میں حضرتؑ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا صبح کو جس وقت شہر کا دروازہ کھلتا ہے تم باہر جانا اور جو پہلا آدمی نظر آئے اس سے اپنی امانت طلب کرنا وہ تمھیں دلوا دے گا۔ جب یہ بیدار ہوا اور شہر سے باہر نکلا تو سب سے پہلے نظر آنے والا شخص ایک بوڑھا عابد و زاہد تھا جو خشک لکڑیوں کا ایک گٹھّا اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لا رہا تھا، تاکہ اسے بیچ کر اپنے اہل و عیال کے لئے آذوقہ فراہم کرے۔ شاہزادے کو شرم آئی کہ ایسے شخص سے کوئی مطالبہ کرے، اور یوں ہی حرم مطہر میں واپس آگیا۔ دوسری شب خواب میں دوبارہ اس سے پہلی شب والی بات کہی گئی، اور اُسے صبح کو پھر وہی شخص نظر آیا اور یہ اس سے کچھ نہ کہہ سکا۔ یہاں تک کہ تیسری شب میں بھی یہی ہدایت کی گئی، اور تیسرے روز بھی

اسی شریف انسان کا سامنا ہوا تو اس سے اپنا ماجرا بیان کیا اور امانت کا مطالبہ کیا۔ اس
بزرگوار نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد کہا کہ کل ظہر کے بعد عطّار کی دوکان پر آنا تاکہ
میں تمھاری امانت تمھیں دلوادوں۔ دوسرے روز جب لوگ عطّار کے قریب جمع تھے
اس مرد عابد نے کہا کہ آج موعظہ کرنے کا کام میرے ذمّہ چھوڑ دو اس نے اسے منظور
کرلیا، تو اس بزرگ شخص نے کہا، لوگوں میں فلاں ابن فلاں ہوں، میں حقوق الناس
سے بہت خوفزدہ ہوں، اور توفیق الٰہی سے مال دنیا کی محبت میرے دل میں نہیں ہے،
میں قناعت پیشہ اور گوشہ نشیں آدمی ہوں، اس کے باوجود میں ایک بہت ناگوار واقعے
سے دوچار ہوا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کو اس سے آگاہ کروں، آپ کو عذاب
الٰہی اور آتش جہنّم کی سوزش سے ڈراؤں، اور روز جزا کے بعض حالات آپ کے
سامنے پیش کروں،

واقعہ یہ ہے کہ میں ایک بار قرض لینے پر مجبور ہوا چنانچہ ایک یہودی سے دس قرآن
(ریال ایران) قرض لئے اور یہ وعدہ کیا کہ روزانہ نصف قرآن کے حساب سے بیس روز میں
ادا کردوں گا، چنانچہ دس روز میں اس کی نصف رقم واپس کردی، اس کے بعد وہ نظر نہیں
آیا، لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا تو انھوں نے کہا وہ بغداد گیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک رات
میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہوئی ہے، مجھے اور دوسرے لوگوں کو موقف حساب
میں حاضر کیا گیا ہے، میں نے بفضل خدا چھٹکارا پاکر بہشتی لوگوں کے ہمراہ جنّت کا رخ کیا جب
پُل صراط پر پہونچا تو جہنم کے نعرے اور شور کی آواز سنی، اس کے بعد اس یہودی قرضخواہ کو دیکھا
کہ آگ کے شعلہ کے مانند جہنّم سے باہر آیا اور میرا راستہ روک لیا، اور کہا کہ پہلے میرے بقیہ
پانچ قرآن واپس کرو تب آگے بڑھو میں نے بہت گڑگڑا کر معذرت کی اور کہا کہ میں تمھاری
جستجو کرتا رہا لیکن تم ملے ہی نہیں، ورنہ میں تمھارا مطالبہ ضرور ادا کردیتا، اس نے کہا
جب تک میری رقم ادا نہ کروگے میں تمھیں جانے نہیں دوں گا میں نے کہا یہاں تو میرے پاس
کچھ نہیں ہے، اس نے کہا، پھر اس بات کو منظور کرو کہ میں اپنی ایک انگلی تمھارے بدن پر
رکھ دوں۔ میں نے اسے قبول کرلیا تو اس نے اپنی انگلی میرے سینے پر رکھ دی تو میں اسکی

سوزش سے چیختا ہوا بیدار ہوگیا تو دیکھا کہ جس مقام پر اس نے انگلی رکھی تھی وہاں پر
زخم ہے۔ وہ زخم آج تک موجود ہے اور میں نے ہرچند علاج کیا لیکن کوئی فائدہ
نہیں ہوا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا جب لوگوں
نے وہ زخم دیکھا تو گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں، اور عطّار بھی عذاب الٰہی سے
شدید خوف وہراس میں مبتلا ہوگیا۔ اس ہندوستانی شاہزادے کو اپنے گھر
لے گیا اور امانت اس کے سپرد کرکے معذرت کی۔

برزخی آگ قبر سے شعلہ زن ہوتی ہے

مرحوم شیخ محمود عراقی دار السلام میں بعض مؤثق اور معتبر اشخاص سے نقل کرتے ہیں کہ ہم امام زادہ کے قبرستان (واقع تہران) میں گئے ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ میرا ایک رفیق ایک قبر کے پتھر پر بیٹھ گیا اور اچانک چیخنے لگا کہ مجھے اٹھاؤ میں نے دیکھا کہ مزار کا پتھر آگ کی طرح دہک رہا ہے۔

روح ایسے سخت عذاب میں مبتلا تھی کہ آگ کی گرمی قبر میں بلکہ قبر کے پتھر میں بھی سرایت کر گئی وہ کہتے ہیں کہ میں نے صاحب قبر کو پہچان لیا لیکن اس کا نام نہیں لے رہے ہیں تاکہ اس کی رسوائی نہ ہو۔

وہ ایک دوسرے کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ اسے قم میں دفن کیا گیا اس کی قبر سے آگ کے شعلے بلند ہوئے جنھوں نے مقبرے کے تمام فرش و قالینوں کو جلا دیا تھا۔

برہوت برزخی جہنّم کا نمونہ

ایک روز ایک شخص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی وحشت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے' آنحضرتؐ نے فرمایا کیا دیکھا ہے؟ تو اس نے عرض کیا، کہ میری زوجہ سخت بیمار ہوئی تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم برہوت کے کنوئیں کا پانی لے آؤ تو یہ ٹھیک ہو جائے گی' (بعض جلدی امراض معدنی پانی کے استعمال سے دور ہو جاتے ہیں۔) چنانچہ میں تیار ہو گیا اور اپنے ساتھ ایک مشک اور پیالہ لے لیا تاکہ اسی پیالے سے مشک میں پانی انڈیلوں۔ جب وہاں پہونچا تو ایک وحشتناک صحرا نظر آیا' باوجودیکہ میں بہت خوفزدہ ہوا لیکن ہمت کر کے اس کنوئیں کی جستجو میں لگ گیا' ناگہاں اوپر کی طرف سے زنجیر جیسی کسی چیز کے کھڑکنے کی آواز آئی' اور وہ نیچے آ گئی میں نے دیکھا ایک شخص ہے جو کہہ رہا ہے مجھے سیراب کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤں گا' میں نے سر بلند کیا کہ اسے پانی کا پیالہ دوں تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی ہے اور جیسے ہی میں نے پانی دینا چاہا اسے اوپر آفتاب کے قریب تک کھینچ لیا گیا میں نے دوبارہ مشک میں پانی ڈالنا چاہا لیکن دیکھا کہ وہ نیچے آیا اور پیاس کی دہائی دے رہا ہے' میں نے پانی دینا چاہا تو اسے پھر کھینچ لیا گیا۔ اور وہ آفتاب کے قریب پہونچ گیا تین بار ایسا ہی ہوا تو میں نے مشک کا دہانہ باندھ لیا اور اسے پانی دینے کی کوشش نہیں کی اس صورتحال سے میں خوف وہراس میں مبتلا ہوں اور حقیقت حال دریافت کرنیکے لئے حاضر ہوا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا وہ بدبخت قابیل ہے (حضرت آدمؑ کا بیٹا) جس نے اپنے بھائی جناب ہابیل کو قتل کیا) اور وہ قیامت تک اسی مقام پر عذاب میں مبتلا رہیگا یہاں تک کہ آخرت میں جہنّم کے اندر سخت ترین عذاب میں داخل ہو گا۔

ابنِ مُلجمِ لع کا برزخی عذاب

کتاب نور الابصار میں سیّد مومن شبلنجی شافعی نے ابو القاسم ابن محمّد سے
سے روایت کی ہے کہ، میں نے مسجد الحرام کے اندر مقام ابراہیم میں کچھ لوگوں کا
مجمع دیکھا اور اس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ، ایک راہب مسلمان ہو کر
مکّہ معظمہ آیا ہے اور ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہے۔ میں اس کے قریب گیا
تو دیکھا کہ ایک عظیم الجثّہ بوڑھا آدمی پشمینے کا لباس اور ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھا ہوا ہے
اور بیان کر رہا ہے کہ میں سمندر کے کنارے اپنے دیر (خانقاہ) میں مقیم تھا۔ ایک
روز اس نے سمندر کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ گدھ کے مانند بہت بڑا پرندہ
آیا اور ایک پتھر کے اوپر بیٹھ کے انسان کے بدن کا چوتھائی حصّہ قے کر کے اگل دیا
دوبارہ آیا اور دوسرا چوتھائی حصہ اگل کے چلا گیا، یہاں تک کہ اسی طرح چار بار
میں اس کے تمام اعضاء و جوارح اگل دیئے اور وہ مکمّل آدمی بن کے کھڑا ہو گیا میں
اس امر سے سخت تعجب میں تھا، کہ وہ پرندہ پھر آیا اور اس آدمی کا چوتھائی نگل کے
چلا گیا۔ اسی طرح چار بار میں اس کا سارا جسم نگل کے اُڑ گیا۔ میں حیرت میں تھا کہ
یہ کیا ماجرا ہے اور یہ آدمی کون ہے۔ مجھ کو افسوس ہوا کہ اس سے حقیقت حال کیوں
دریافت نہیں کی۔ دوسرے روز پھر وہی منظر دیکھا۔ چنانچہ ایک پتھر پر چار دفعہ
کے استفراغ کے بعد وہ پورا آدمی بن کے کھڑا ہوا تو میں اپنے صومعے سے دوڑتا ہوا
پہونچا اور اسے خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ لیکن اس نے جواب نہیں دیا
میں نے کہا تم کو اس ذات کا واسطہ اور قسم جس نے تمھیں پیدا کیا ہے بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے کہا میں ابن ملجم ہوں۔ میں نے کہا تمھارا اور اس پرندے کا قصہ کیا
ہے؟ تو اس نے کہا میں نے علی ابنِ ابیطالب (علیہ السّلام) کو قتل کیا ہے
اور خدا نے اس پرندے کو مجھ پر مُسلّط کیا ہے جو ہر روز جیسا کہ تم نے دیکھا ہے مجھ کو
عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

میں یہ سُن کے دیر سے باہر نکلا اور پوچھا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کون
ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ، محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ابن عم اور وصی ہیں۔ یہ سُن کے
میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور حج بیت الحرام اور قبر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوا۔

میدانِ حشر میں مختلف شکلیں

تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جس وقت معاذ نے آیہ "یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا" سورۂ نباء آیت ۱۹" کے بارے میں پوچھا کہ جب روز قیامت صور میں پھونکا جائے گا تو گروہ گروہ کر کے آئیں گے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے معاذ! تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، چشم مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمایا قیامت کے روز میری اُمّت کی دس قسمیں ہو جائیں گی۔ خدا ان قسموں کو لازمی طور پر تمام مسلمانوں سے لازمی طور پر جدا کر دے گا۔ اور ان کی صورتوں کو بدل دے گا، کچھ لوگ بندر کی شکل میں اور بعض سُور کی صورت میں ہوں گے، ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے، ایک گروہ اندھا، ایک گونگا، اور بہرا ہوگا، ایک جماعت اس حال میں آئے گی کہ وہ لوگ اپنی زبانیں چبا رہے ہوں گے، ان کے منھ سے پیپ جاری ہوگی، اور اہل محشر ان کی بدبو سے پریشان ہوں گے لوگوں کی ایک تعداد اوندھی اور سر کے بھل وارد ہوگی، اور اسی حالت سے انھیں عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ چند لوگ آگ کی سلاخوں میں آویزاں ہوں گے، اور ایک جماعت کی بدبو مُردار سے بھی زیادہ ہوگی۔ اور انھیں قطران کا لباس پہنایا گیا ہوگا، جو ان کی جلدوں سے چپکا ہوا ہوگا، پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے،؟ تو فرمایا جو شخص بندر کی صورت میں محشور ہوگا وہ نمام یعنی سخن چین اور وہ شخص ہے جو دو آدمیوں کے درمیان جدائی اور مخالفت پیدا کرتا ہے، اور ایک کی وہ بات دوسرے تک پہونچاتا ہے جو اس نے دوسرے کے بارے میں کہی ہے، جو شخص سُور کی صورت میں آئے گا وہ حرام کھانے والا ہوگا، مثلاً وہ شخص جس نے اپنے کاروبار میں کم فروشی کی ہے، اپنے معاملے میں خیانت کی ہے، خراب مال کو اچھے مال میں مخلوط کر کے بیچا ہے، اور لوگوں کا مال ہضم کیا ہے،

جو شخص اوندھے منھ اور سر نگوں ہوگا وہ سود خوار ہے، جو شخص اپنی زبان چبا رہا ہوگا اور اس کے منھ سے پیپ جاری ہوگا وہ عالم بے عمل ہے، ہر وہ عالم جس کا کردار اسکی گفتار کے بر خلاف ہوگا، وہ موعظہ تو خوب کرتا ہوگا لیکن عمل میں پیچھے ہوگا، دوسرے اسکی باتوں سے فائدہ اٹھائیں گے لیکن وہ بدبخت خود بے عمل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی، زبان چبائے گا اور حسرت میں مبتلا ہوگا، جس شخص کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں گے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا اور تکلیف پہونچانے والا ہوگا، جو شخص اندھا ہے وہ حاکم جور و ناحق ہے، جس نے خلاف انصاف حکم دیا ہوگا۔ جو شخص گونگا اور بہرا ہوگا وہ عُجب اور خود پسندی کرنے والا ہے، ہر خود پسند اور خود غرض بہرا اور گونگا وارد محشر ہوگا، جس کو آگ کی سلاخوں اور شاخوں میں باندھا جائے گا، وہ دنیا میں سلاطین کے پاس چغلخوری اور بدگوئی کرنیوالا اور لوگوں کے لئے زحمت و اذیت کے اسباب فراہم کرنے والا ہے۔ جو شخص مُردار سے زیادہ گندہ اور بدبودار ہوگا وہ دنیا میں حرام لذّتوں اور شہوتوں سے بہرہ اندوز ہونے والا اور اپنے مال میں سے واجب الٰہی حق نہ دینے والا ہے۔ اور جسے آگ کا لباس پہنایا جائے گا وہ غرور اور تکبّر کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ جن لوگوں کی دونوں آنکھوں میں آگ کی میخیں ٹھوکی جائیں گی وہ اپنی آنکھوں کو حرام سے پُر کرنے والے لوگ ہیں۔

بیہودہ بکنے والوں کو امیر المومنینؑ کی ہدایت

صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب عقائد میں نقل کیا ہے کہ ایک روز امیر المومنین علیہ السّلام نے راستے سے گزرتے ہوئے چند جوانوں کو لغو باتیں کرتے ہوئے اور ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا، آیا تم لوگ اپنے نامہ اعمال کو اس طرح کی باتوں سے سیاہ کرتے ہو؟۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنینؑ! کیا یہ باتیں بھی لکھی جاتی ہیں؟۔ فرمایا، ہاں، یہاں تک کہ جو سانس لی جاتی ہے وہ بھی لکھی جاتی ہے۔ البتہ اگر تم کوئی کانٹا راستے سے ہٹا دو تو تمھاری آنکھ روشن ہو گی، کیونکہ تم نے لوگوں کی اذیت کو دفع کیا ہے۔ اگر تم نے کسی کوچے میں خربوزے کے چھلکے یا کسی پتھر کو راستے سے اٹھا لیا ہے تاکہ اس سے کسی کے پاؤں میں لغزش یا زحمت نہ ہو تو یہ چھوٹا سا عمل کبھی ضائع نہ ہو گا۔

حیوانات مُردوں کی فریاد سُنتے ہیں

بحار الانوار جلد ۳ میں ہے کہ رسولخدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب جب میں بعثت سے قبل بھیڑوں کو چرانے لے جاتا تھا تو کبھی کبھی دیکھتا تھا کہ وہ حیرت زدہ سی ہو کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ (آپ نے دیکھا ہو گا کہ کبھی کبھی مُرغ جھجک اٹھتا ہے اور دانہ چننا چھوڑ کے کھڑا ہو جاتا ہے) لیکن کوئی جانور یا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ نزول وحی کے بعد میں نے جبرئیلؑ امین سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جب عالم برزخ میں مُردوں کے نالۂ و فریاد کی آوازیں بلند ہوتی ہیں تو جنّاتوں اور انسانوں کے ماسوا حیوانات اسے سُنتے ہیں اور یہ جھجک اسی کا نتیجہ ہے۔

برزخی سوزش کی عجیب داستان

ثقۃ الاسلام نے کتاب مستدرک میں انوار المفیۂ مولفۂ سیّد غیاث الدین نجفی سے جو علمائے امامیہ اور فقہائے شیعہ میں سے ہیں یہ حکایت نقل کی ہے کہ حلّہ کے قریبی دیہات میں سے ہمارے قربے میں مسجد کے متولی محمد ابن ابی اذنیہ حسب عادت روزانہ مسجد میں آتے تھے۔ ایک روز معمول کے خلاف نہیں آئے تو ہم نے ان کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر پر بستر پر پڑے ہوئے ہیں۔ ہم کو بہت تعجب ہوا کیونکہ وہ گذشتہ شب تک بالکل صحیح و سالم تھے ہم انھیں دیکھنے کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ سر سے پاؤں تک جلے ہوئے ہیں کبھی بیہوش ہو جاتے ہیں اور کبھی ہوش میں آجاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم پر یہ کیا مصیبت آگئی ہے۔؟ انھوں نے کہا کل شب میں مجھے پلِ صراط دکھایا گیا اور حکم ہوا کہ میں بھی اس پر چلوں پہلے تو وہ میرے قدموں کے نیچے ٹھیک حالت میں تھا اس کے بعد دیکھا وہ باریک ہو گیا ہے اور ابتدا سے نرم و آرام دہ ہے۔ لیکن اس کے بعد دیکھا تیز اور دھار دار ہو گیا ہے۔ میں بدستور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور اپنے کو مضبوطی سے سنبھالے ہوئے تھا تاکہ گر نہ جاؤں نیچے سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے جن کا رنگ سیاہ تھا اور لوگ ہر طرف سے خزاں کے پتوں کی طرح جہنم میں گر رہے تھے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں کے نیچے صراط کا حجم بال سے زیادہ نہیں ہے ناگہاں آگ نے مجھے کھینچ لیا اور میں اس کی گہرائی میں گر گیا، میں جسقدر ہاتھ پاؤں مارتا تھا نیچے کی طرف دھنستا چلا جاتا تھا۔ (آتش جہنم کشش رکھتی ہے، اور روایت میں ہے کہ جہنمی ستّر سال کی راہ تک

نیچے دھنستا چلا جاتا ہے) جب میں نے دیکھا کہ بات قابو سے باہر ہے تو میرے دل میں گذرا کہ کیا جب میں گرتا تھا تو یا علیؑ نہیں کہتا تھا؟ چنانچہ میں نے کہا، یا مولا، یا امیر المومنینؑ میری فریاد کو پہونچیئے!۔ مجھے الہام ہوا کہ اوپر کی طرف دیکھوں۔ میں نے آقا کو دیکھا کہ صراط کے کنارے استادہ ہیں، آپ نے ہاتھ بڑھایا اور میری کمر پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔ میں نے کہا آقا میں جل گیا میری امداد فرمایئے۔ حضرتؑ نے دست مبارک میرے زانو سے ران کے آخر تک کھینچا۔ میں اُچھل کر خواب سے بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ جہاں حضرت علی علیہ السّلام نے دست مبارک رکھا تھا وہاں سوزش بالکل نہیں ہے اور وہ جگہ صحیح و سالم ہے۔ لیکن بقیہ جسم جل رہا ہے۔

وہ تین مہینے تک بستر پر پڑے رہے اور نالہ و فریاد کرتے رہے۔ لوگ طرح طرح کے مرہم لاتے تھے اور طبیب بدلتے تھے۔ یہاں تک کہ تین ماہ بعد وہ رو بصحت ہوئے اور ان کے جسم پر تازہ گوشت پیدا ہوا۔ اسی کتاب مستدرک میں تحریر ہے کہ اس کے بعد وہ جب بھی اس واقعے کو بیان کرتے تھے تو ایک مدّت تک لرزے اور بخار میں مبتلا رہتے تھے۔

فرشتوں کے بال و پر طالبانِ علم کا فرش

مروی ہے کہ ایک شخص صُبح کے وقت امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ "آپ نے پوچھا کہ اس وقت کس مقصد سے آنا ہوا؟ اس نے عرض کیا، اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی حدیث سے فائدہ اُٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا، میں تمھیں خوشخبری دیتا ہوں کہ فرشتوں نے تمھارے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھائے ہیں۔" کثیر بن قیس کہتا ہے کہ میں ایک دن شام میں ابودرداء کے مکان پر تھا کہ ایک عرب وارد ہوا۔ ابودرداء نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟۔ اس نے کہا میں مدینہ سے پاپیادہ شام آیا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے پیغمبرؐ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی زبان مُبارک سے حدیث سُنی ہے۔ ابودرداء نے اسے بشارت دی کہ میں نے خود حضرت رسُولِ خدا سے سُنا ہے کہ جو شخص طلب علم کے لئے حرکت کرے تو ملائکہ اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ اس مناسبت سے شہید ثانی علیہ الرحمہ نے اس مقام پر ایک اعجاز کا واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز چند طالب علم جن کا مقصد یہ تھا کہ فہم و ادراک حاصل کریں، مبطلات اعمال اور آفات نفس کو سمجھیں اور اپنے دین کی اصلاح کریں ایک محدّث کے پاس جانا چاہتے تھے تاکہ اس کے گھر میں حدیث سُنیں، لیکن چونکہ تاخیر ہوگئی تھی لہٰذا وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں تیز چلنا چاہیئے کیونکہ بحث کے وقت میں دیر ہوگئی ہے۔

ایک کم ظرف جاہل اور بے شعور شخص نے کہا حضرات زیادہ تیز نہ چلیئے اور ملائکہ کے پروں کو تکلیف نہ پہونچائیے اس نے تمسخر کے طور پر یہ بات کہی تو اسی مقام پر اسکے پاؤں ایسے شل ہوگئے کہ وہ ایک قدم بھی نہ اٹھا سکا اور زندگی بھر کیلئے اسکے دونوں پاؤں خشک ہوگئے۔ اس لئے کہ اس نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث کا مذاق اُڑایا تھا۔

حدیث پیغمبرؐ سے اِستہزاء کا انجام

ایک روز امام زین العابدین علیہ السّلام کی مجلس میں ایک جماعت یکجا ہوئی اور کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں۔

حضرتؑ جانتے تھے کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ منجملہ ان کے ضمرہ ابن ضرار تو ایمان اور خشوع قلب سے بالکل عاری تھا، حضرتؑ نے سوچا، ہم کیا کریں ، اگر خاموش رہتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے تو یہ لوگ کہیں گے کہ بخل کیا اور اپنا علم ظاہر نہیں کیا ، اور اگر کچھ کہتے ہیں تو خوف ہے کہ تمسخر کریں گے، پھر بھی میں کچھ بیان کروں گا۔ حضرتؑ نے ایک حدیث بیان فرمائیؑ کہ میرے جد حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح اس کی میّت پر رہتی ہے (یعنی غسلخانے میں اس کے جسم پر اور تابوت میں اس کے تابوت پر) اور اپنے اہل و عیال سے رُخ کر کے کہتی ہے۔ "کہ اے میرے گھر والو! تم میری طرح دنیا کا فریب نہ کھانا، تم نے دیکھا کہ تمھارے باپ نے فریب کھایا اس کے باوجود جان دینا پڑی اور اب قبر کے غار میں جانے والا ہے۔ یہ حرص و ہوس اور خواہش کوئی فائدہ نہیں رکھتیں میں نے حلال و حرام جمع کیا اب خدا کے یہاں اس کا حساب دینا پڑے گا، اور دوسرے لوگ اس مال سے لطف اندوز ہوں گے۔ تم حرص نہ کرنا اور حرام سے بھاگنا۔"

حضرتؑ کے اس ارشاد پر ضمرہ نے استہزاء کیا اور تمسخر کے انداز میں کہا کہ اگر وہ بول سکتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ جو لوگ اسے لے جا رہے ہوں ان کے کندھوں سے اُتر کے بھاگ جائے۔ حضرتؑ خاموش ہوگئے اور بدبخت ضمرہ اٹھ کے چلا گیا۔

چند روز کے بعد ایک دن ابوحمزہؒ ثمالی امام سجّاد علیہ السّلام کی خدمت

میں حاضری کے لئے گھر سے نکلے، اثنائے راہ میں ان کے ایک دوست نے خبر دی کہ ضمرہ مر گیا یہ خود نقل کرتے ہیں کہ میں نے سوچا چل کے دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ جب میں پہونچا تو اس کی میت سپرد خاک کی جا رہی تھی، میں نے کہا میں انھیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اسی بہانے قبر میں داخل ہو گیا کہ اس کے چہرے کو خاک پر رکھ دوں، قسم ہے خدائے واحد کی کہ میں نے دیکھا کہ اس کے لب ہل رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے۔ وَیۡلٌ لَّکَ وَیۡلٌ لَّکَ، وائے ہو تجھ پر اے ضمرہ! دیکھا تو نے کہ جو کچھ امامؑ فرما رہے تھے وہی پیش آیا' یہ دیکھ کے میں لرز اٹھا پھر ٹھہر نہ سکا، اس کی قبر سے نکل کر امام کی خدمت میں پہونچا پھر عرض کیا، آقا اس روز جو شخص تمسخر کر رہا تھا وہ مر گیا اور میں نے خود اسے اپنے کانوں سے کہتے ہوئے سُنا ہے، کہ اے بدبخت وائے ہو تجھ پر دیکھا تو نے کہ جو کچھ امام کہتے تھے وہ برحق تھا۔ اور تجھے اب اسی کا سامنا ہے۔

جوان و حسین ابن سیرین کا صبر

ابن سیرین ایک خوبصورت جوان تھے اور زرگری کا پیشہ کرتے تھے۔ ایک روز رؤسائے شہر میں سے ایک عورت اپنی کنیز کے ساتھ ان کی دوکان پر آئی اور کہا کہ میرے پاس کچھ جواہرات ہیں جنھیں فروخت کرنا چاہتی ہوں۔ میرے گھر پر چل کر انھیں دیکھ لو۔ ابن سیرین اس کے ہمراہ چلے گئے۔ جب یہ لوگ اس کے گھر کے اندر پہونچے تو عورت نے اپنی کنیز سے کہا کہ وہ دروازہ بند کر کے قفل لگا دے پھر ابن سیرین سے کہا کہ، میں نے تمھیں فریب دیا ہے، میں تمھاری عاشق ہوں، یہ باتیں تو تمھیں قابو میں لانے کے لئے ایک بہانہ تھیں اس موقع پر اس مرد نے صبر کیا اور غور کرنے لگا کہ کون سی تدبیر اختیار کر لے کہ اس حادثہ سے نجات ملے چنانچہ خدا نے بھی ان کی مدد فرمائی۔ انھوں نے بظاہر تو رضامندی کا اظہار کیا، اور چند لمحوں کے بعد کہا مجھے قضائے حاجت کی ضرورت ہے جب بیت الخلاء میں پہونچے تو اپنے ہاتھوں سر اور صورت کو نجاست و غلاظت سے آلودہ کر لیا۔ او اسی حالت میں اس عورت کے سامنے آئے جب عورت نے یہ منظر دیکھا تو انھیں اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔

ابن سیرین نے حمام میں پہونچکے صفائی اور طہارت کی۔ انھوں نے ایک ساعت صبر سے کام لیا۔ اور اپنے کو آتش جہنم سے بچا لیا۔ خدا نے بھی انھیں دنیا میں تعبیر خواب کا علم عطا فرمایا، اور عالم برزخ اور قیامت میں جو صلہ دے گا اسے وہی بہتر جانتا ہے۔

جاحظ ایک اشارے پر چل پڑتے ہیں

اس کے مقابلے میں جاحظ ایک تعلیم یافتہ اور عالم انسان تھے (جبکہ ابن سیرین ایک عام آدمی تھے) لیکن بدصورت اور سیاہ فام تھے، چہرے پر چیچک کے داغ تھے، ناک بڑی اور ہونٹ موٹے تھے۔ اور......!

ایک روز ایک گلی سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک حسین وجمیل عورت نے انھیں اشارہ کیا، یہ اس کے پیچھے چل پڑے اور خیال کیا کہ وہ ان پر مائل ہو گئی ہے، وہ عورت بھی چند قدم چل کے پیچھے مڑتی تھی اور ناز وانداز کا مظاہرہ کرتی تھی یہاں تک کہ انھیں ایک زرگر کی دوکان تک لے آئی، زرگر سے کوئی بات کہی اس کے بعد جاحظ سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں، جاحظ ایک مدّت تک وہاں منتظر رہے لیکن ... وہ نہیں آئی تو زرگر سے کہا وہ عورت کہاں چلی گئی اور کسلئے اتنی دیر کی؟ زرگر نے کہا اس نے تمھیں ایک دوسری چیز کے لئے بلایا تھا، چند ساعت قبل میرے پاس آئی تھی اور ایک نقش بنوانا چاہتی تھی، اس کی خواہش تھی کہ میں اس کے لئے شیطان کی شکل بنا دوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے شیطان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو اس کی شکل کیونکر بناؤں؟۔ اس نے کہا میں اس کی تدبیر نکالتی ہوں، اس کے بعد تمھیں بلا لائی اور کہا ایسی ہی شکل بنا دو، اب میرا کام پورا ہو گیا ہے، لہٰذا تم جا سکتے ہو۔

صبر و اخلاص کی داستان

کتاب ثمرات الاوراق میں جو قدیم کتابوں میں سے ہے یہ واقعہ درج ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ترکی اور موصل کے درمیان موصل کے قریب ایک آبادی ہے جس کا نام جزیرہ ہے وہاں عرب کے اعیان واشراف میں سے خزیمہ نام کا ایک شخص تھا جس کا لقب مجھ کو یاد نہیں ہے۔ وہ اپنے زمانے کا تقریباً حاتم تھا۔ دولتمند اور ایسا کریم النفس تھا کہ ہمیشہ اس کے گھر کا دروازہ کُھلا رہتا تھا۔ ہر طرف سے فقراء اور مساکین آکر جمع ہوتے تھے۔ شعراء بھی آتے تھے اور سب ہی اس کی بخشش اور انعام واکرام سے فیضیاب ہوتے تھے۔ اس نے برسوں اپنی زندگی داد و دہش میں گزاری تھی، یہاں تک کہ زمانہ اس سے برگشتہ ہو گیا، مصلحت خداوندی یہی تھی کہ وہ فقیر ہو جائے، اس کا سارا مال ومتاع اور اقتدار ختم ہو گیا۔ اور اس کا ہاتھ بالکل خالی ہو گیا، نوبت یہاں تک پہونچی کہ کوئی شخص اسے قرض بھی نہیں دیتا تھا۔ یہ دوسری سخت مصیبت تھی کہ کوئی اسے قرض دینے پر بھی تیار نہ تھا، مجبوراً وہ خانہ نشین ہو گیا، اور گھر میں جو کچھ اثاثہ اور فرش وغیرہ تھا اسے بیچنا شروع کر دیا، اس طرح اپنی زندگی بسر کرنے لگا انسان کے لئے یہ کتنی سخت منزل ہے کہ جس کا دروازہ ہمیشہ حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے کھلا رہا ہو، وہ اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اور گھر کا سامان فروخت کر کے فاقہ شکنی کا انتظام کرے۔

انھیں ایام میں اس جزیرہ کے حاکم "اکرمہ" نے ایک روز اپنی مجلس میں دریافت کیا کہ خزیمہ کس حال میں ہے میں نے ایک مدّت سے اسے نہیں دیکھ رہا ہوں، لوگوں نے کہا، حضور! آپ اس بیچارے کا حال کیا جانیں، اس کی عزّت آبرو خاک میں مل گئی۔ اس کا مال ہاتھ سے جاتا رہا اور اب وہ فقیر ہو کر گوشہ نشین ہے

اور گھر کی چیزیں بیچ کر کام چلا رہا ہے۔ وہ بالکل تہی دست ہو چکا ہے۔

عکرمہ کو سخت صدمہ ہوا اور اس پر رقّت طاری ہو گئی جب رات ہوئی تو اپنے زیر تصرف بیت المال سے چار ہزار اشرفیاں نکال کر انھیں چار تھیلیوں میں مہر بند کیا اور اپنے غلام کے سُپرد کر کے ایک مرکب پر خود سوار ہوا اور ایک اپنے غلام کو دیا اور اس طرح خزیمہ کے گھر کے قریب پہونچا وہاں پہونچ کے اس مقصد سے کہ غلام کو بھی علم نہ ہو اور یہ کام پوشیدہ طور سے انجام پائے تاکہ عمل خالص رہے اور صرف خدا جانے اور بس، غلام سے کہا کہ اشرفیاں مجھے دو اور تم واپس جاؤ۔ اور خود ہی حمالی کا کام کیا۔ ایک حاکم اپنی شان و جلالت کے باوجود اشرفیوں کو اپنے کندھے پر لاد کے اور رات کی تاریکی میں اپنے سر اور چہرے کو چھپا کے خزیمہ کے دروازے پر پہونچا اور دستک دی۔ خزیمہ باہر آیا اور کہا کون ہے؟ میں ایک عرب ہوں یہ تمھارے لئے لایا ہوں، اس نے پوچھا کیا ہے؟ کہا چار ہزار دینار ہیں کوئی خاص چیز نہیں ہے میں نے سُنا تھا کہ تم پریشانی میں گرفتار ہو، لہٰذا یہ پیسے لایا ہوں، خزیمہ نے کہا، جب تک تمھیں پہچانوں گا نہیں یہ پیسے نہیں لوں گا۔ عکرمہ نے کہا تم کو اس سے کیا کام کہ میں کون ہوں؟ یہ پیسے لے لو، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے پہچانو، خزیمہ بھی اس بات پر جم گیا کہ جب تک یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کون ہو میں یہ رقم نہیں لوں گا۔ عکرمہ نے مجبور ہو کر عمومی حیثیت کا ایک جعلی لقب بتا دیا۔ کہ انا جابر اثرات الکرام یعنی میں ایک ایسا آدمی ہوں جو صاحبان کرم کی لغزشوں کی تلافی کرتا ہوں جو کریم اور سخی انسان لغزش کرتا ہے اور مال و زر اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اس کی دادرسی کرتا ہوں، اور اسے پیسے بھی دیتا ہوں اتنا کہنے کے بعد وہاں سے بھاگ گیا۔

خزیمہ ان کیسوں کو گھر میں لایا اور زوجہ سے کہا چراغ روشن کرو دیکھو کتنی رقم ہے زوجہ نے کہا چراغ میں تیل نہیں ہے۔ اس نے کہا بہتر ہے میں صبح ہونے تک صبر کرتا ہوں، زوجہ نے پوچھا کہ آدھی رات کو اتنا مال کون لایا ہے؟۔ اس نے کہا

میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنا نام بتا دے مگر اس نے نہیں بتایا صرف اتنا کہہ کے چلا گیا کہ، انا جابر اثرات الکرام، اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہا۔

اب عکرمہ کی سرگذشت سنئے کہ وہی حاکم جس نے اتنی کثیر دولت اس بینوا اور حاجتمند کو دی جب اپنے گھر پہونچا تو اس کی زوجہ سخت ناراض تھی، اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور سر کے بال نوچ ڈالے، عکرمہ نے پوچھا کیا ہوا؟۔ تو اس نے کہا تم اس وقت آدھی رات کو کہاں گئے تھے؟ عکرمہ نے کہا، ایک ضروری کام سے گیا تھا۔ اس نے کہا نہیں، یقیناً تم کسی دوسری عورت کے پاس گئے ہوئے تھے، سوا اس کے اُس کے گھر کے اسوقت اور کہاں کوئی کام ہو سکتا ہے؟ عکرمہ نے کہا واللہ کسی عورت کا قدم درمیان میں نہیں تھا، ایک کام تھا اس لئے چلا گیا تھا، لیکن اسکی زوجہ خاموش نہیں ہوئی اپنا سر و سینہ پٹینا شروع کر دیا اور کہا میں خودکشی کر لوں گی ورنہ صاف صاف بتاؤ کہاں گئے تھے۔؟ اس نے مجمل طور سے کہا، میں تم سے خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میرا کسی اور عورت سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی زوجہ بھی حقیقت حال سے آگاہ ہو، لیکن وہ کسی طرح باز نہ آئی، تو اس نے کہا میں تم سے اصل واقعہ بتائے دیتا ہوں، میں نے سُنا تھا کہ خزیمہ گوشہ نشین ہو گیا ہے، لہٰذا میں چار ہزار دینار لے کے اس کے پاس گیا تھا، اس نے پوچھا تم کون ہو میں نے اپنا نام نہیں بتایا۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ، انا جابر اثرات الکرام، اور واپس چلا آیا، اس کی زوجہ بھی یہ سُن کے مطمئن ہو گئی اور بات ختم ہو گئی خزیمہ نے اس رقم کو کاروبار میں لگا دیا اور اسی رقم کے ایک جزء سے کچھ سامان خرید کے شام کا سفر اختیار کیا، جب اموی خلیفہ کے دربار میں پہونچا تو اس نے کہا تم کئی سال سے ادھر نہیں آئے کیا بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ زمانہ میرے اوپر بہت سخت گزرا، میں بالکل تہی دست ہو گیا تھا، خلیفہ نے کہا اگر تم چاہتے تو کوئی سواری کر کے چلے آتے میں اس کی تلافی کر دیتا اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس سواری کا کرایہ دینے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے خلیفہ نے پوچھا کہ پھر اب کیسے آ گئے؟۔ اس نے کہا میرے لئے فراخی کا ایک قدرتی

ذریعہ پیدا ہوگیا، ایک رات اندھیرے میں ایک شخص اپنا سر اور چہرہ چھپائے ہوئے آیا، اور چار ہزار دینار دے کے چلا گیا ہے۔ میں نے ہر چند اس کا نام پوچھا لیکن اس نے فقط اتنا ہی کہا، انا جابر اثرات الکرام۔ خلیفہ نے کہا، کاش میں اس کو جانتا تو اس جود و کرم جواں مردی اور اخلاص کی قدر کرتا۔

جب خزیمہ نے رخصت ہونا چاہا تو خلیفہ نے اس کی پریشان حالیوں کی تلافی کی غرض سے کہا کہ، میں چاہتا ہوں کہ جزیرہ کی حکومت تمہارے سپرد کردوں اور خزیمہ نے بھی اسے قبول کرلیا، بیچارہ عکرمہ جو وہاں کا حاکم تھا معزول ہوگیا اور خزیمہ اس کا حاکم بن گیا۔ خلیفہ نے کہا، وہاں پہونچ کے اس کو معزول کردینا اور اس سے سختی کے کے ساتھ بیت المال کا حساب لینا، جانچ پڑتال کے بعد اگر اس کی خیانت ثابت ہو تو اسے قید کرکے شام روانہ کردینا۔

خزیمہ حکومت جزیرہ کا پروانہ لے کر روانہ ہوا۔ رسم کے مطابق نیا حاکم مقام حکومت پر پہونچنے سے قبل ایک قاصد کے ذریعہ متعلقین کو اپنی آمد سے مطلع کرتا تھا جب وہ قاصد پہونچا اور اکرمہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے چند افراد کے ہمراہ پورے احترام کے ساتھ باہر نکل کے خزیمہ کا استقبال کیا اور اسے دار الحکومت میں لے جاکر اس کی جگہ پر بٹھایا لیکن اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ میں کون ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔ جب خزیمہ نے پورا تسلّط حاصل کرلیا اور منصب حکومت پر متمکن ہوگیا تو کہا کہ عکرمہ کو لاؤ۔ جب یہ یہ معزول حاکم حاضر کیا گیا تو اس نے کہا بیت المال کا حساب دو! حساب میں چند ہزار دینار کی کمی نکلی، جن میں وہ چار ہزار دینار شامل تھے جو عکرمہ نے ایک شب خود اس بے مروّت کو دیئے تھے اور آج انھیں کی وجہ سے خزانے میں اتنی کمی ظاہر ہو رہی تھی خزیمہ نے کہا، عکرمہ! یہ رقم پوری کرو! اس نے کہا واللہ خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ رقم نہ کھائی ہے نہ کہیں جمع کی ہے۔ خزیمہ نے حکم دیا کہ اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے بیچارہ عکرمہ معزول ہوا اور وہی شخص جس نے خود اس موجودہ حاکم کو چار ہزار دینار دیئے تھے وہ قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ پھر بھی اس بارے میں ایک کلمہ بھی نہیں کہا کہ میں وہی ہوں جس نے

اس رات تمھیں چار ہزار دینار پہونچائے تھے اور اب تم اس کی تلافی اس طرح کر رہے ہو اس لئے کہ جو عمل صرف خوشنودئی خدا کیلئے ہو اسے دوسروں سے کہنا یا اس پر احسان جتانا درست نہیں ہوتا۔ عکرمہ کو قید کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہوا کیونکہ اس کے پاس ادا کرنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں۔ خزیمہ نے حکم دیا کہ اسے شکنجہ کیا جائے۔ جب اس معزول حاکم کو شکنجے میں کسا گیا تو اس کی زوجہ برداشت نہ کرسکی، اور جدید حاکم خزیمہ کے پاس پیغام بھیجا کہ، آیا جابر اثرات الکرام کا عوض اور تلافی یہی ہے؟۔ صرف اسقدر سُننے کے بعد خزیمہ نے فوراً عکرمہ کو قید خانے سے بلوایا، بلکہ لکھتے ہیں کہ خود ہی وہاں پہونچا، اس کے قدموں پر گر کے معذرت شروع کی اور پاؤں بڑھاتے ہوئے کہا کہ اپنے پاؤں کی زنجیر میرے پاؤں میں باندھو۔ جب عکرمہ اس پر تیار نہ ہوا تو کہا تم سوار ہو کر چلو میں پا پیادہ چلوں گا۔ اس نے کہا میں نے کوئی ایسا کام کیا ہی نہیں ہے تو ایسا کیوں کروں خزیمہ نے کہا، کیا تم نے فلاں شب مجھے مصیبت سے نجات نہیں دلائی تھی۔؟ اس نے کہا میں نے یہ عمل تمہارے لئے نہیں کیا تھا۔

آخر کار اسے پوری عزّت اور احترام کے ساتھ اموی خلیفہ کے پاس لے گیا اور کہا یہی وہ جوانمرد ہے جو اب حکومت سے معزول ہے۔

لکھتے ہیں کہ خلیفہ نے بھی اسے کافی مال وزر دیا، اور چاہا کہ پھر اُسے اسی سابقہ حکومت پر بحال کردے لیکن اس نے منظور نہیں کیا اور کہا میں جزیرہ کی حکومت نہیں چاہتا اس پر خزیمہ ہی کو قائم رکھئے، خلیفہ نے دوسرے علاقے کی حکومت اس کے سپرد کی اور وہ پوری شان و شوکت کے ساتھ وہاں سے واپس ہوا۔

فقیروں کے لئے غذا کی باربرداری

لکھا ہے کہ محرّم سنہ ۶۱ھ کی گیارھویں تاریخ کچھ لوگ میدان کربلا میں پہونچ کے امام حسین علیہ السّلام کے جسم مبارک پر زخموں کو دیکھ رہے تھے ان کی نظر آپ کے شانے پر پڑی تو دیکھا کہ وہاں پر ورم اور ایک ایسا زخم ہے، جو تلوار نیزے اور تیر کے زخموں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ جب اس کیفیت کو امام زین العابدین علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ جناب اندھیری راتوں میں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ آٹا، خرمے اور پیسے اپنے دوش مبارک پر بار کر کے فقیروں اور محتاجوں کے گھروں میں پہونچاتے تھے، یہ اسی کا نشان اور زخم ہے۔

حجّاج اور چرواہے کی گفتگو

بعض تاریخوں میں لکھا ہوا ہے کہ جب حجّاج ابن یوسف ثقفی حجّاج کا حاکم مقرر ہوا تو وہ حکومت کے ساز و سامان اور عملے کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ظہر سے قبل ایک مقام پر خیمہ اور بارگاہ نصب کی گئی اور دو طرف سے خیمے کے پردے اٹھا دیئے گئے۔ تاکہ گذر ہو سکے جب دستر خوان بچھایا گیا اور وہ باہر منظر دیکھ رہا تھا تو وہاں سے دور ایک گلّہ بان اور چند گوسفندوں پر نظر پڑی، چرواہا شدید گرمی اور تمازت آفتاب کی وجہ سے اپنا سر ایک گوسفند کے سائے میں چھپائے تھا تاکہ کم از کم اس کا سر ہی دھوپ سے محفوظ رہے، حجّاج کو سنگدلی کے باوجود اس پر رحم آیا اور گلّہ بان کو بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ لایا گیا تو اس نے حجاج کی جانب کوئی توجہ اور اعتنا نہیں کی حجاج نے کہا بیٹھو اس نے کہا اب مجھے فرصت نہیں ہے، مجھے گوسفندوں کی نگرانی کرنا ہے، حجاج نے کہا، اس وقت یہاں سایہ بھی ہے اور لذیذ غذا بھی، بیٹھو، کھانا کھاؤ اور آرام کرو، اس کے بعد چلے جانا، اس نے کہا اس سے قبل ہی ایک جگہ میری دعوت کا انتظام ہے، حجاج نے تعجب سے کہا کہاں؟۔ اس نے کہا ایسی جگہ جو تمھاری مہمانی سے کہیں زیادہ عظیم ہے، حجاج نے حیرت سے پوچھا، آخر وہ کون شخص ہے؟۔ چرواہے نے کہا میں روزے سے ہوں اور روزہ دار خدا کا مہمان ہوتا ہے، ایک صحرا کا چرواہا اور یہ ایمان بہت ہی حیرت انگیز تھا۔ حجاج نے اس سے کہا، اسقدر گرم دن روزے کے لئے موضوع نہیں ہے، گلّہ بان نے کہا "قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا"

یعنی کہدو کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمھیں جہنم کی آگ کی خبر نہیں ہے، اگر تم اس سے آگاہ ہوتے تو اس گرمی کو مناسب سمجھتے
حجاج نے کہا آج کھانا کھاؤ، روزہ کل رکھ لینا، چرواہے نے کہا کہ کیا تم اس کی ضمانت لیتے ہو کہ میں کل تک زندہ رہوں گا؟ لیکن یہ کہاں ممکن ہے! ہوسکتا ہے کہ آج کا دن میری زندگی کا آخری دن ہو۔

حجّاج کو غصہ آگیا اور کہا تم کسقدر کم عقل ہو کہ ایسی شاہی غذا جو تم نے اپنی زندگی میں نہیں چکھی ہوگی اور نہ آئندہ کبھی دیکھو گے، صرف اس لئے نہیں کھا رہے ہو کہ تم روزے سے ہو، اس نے کہا اے حجّاج انت جعلته طیبا، یعنی تم نے اس خوراک کو پاکیزہ اور خوشگوار بنایا ہے، ؟ اگر خدا عافیت فرمائے تو خوراک طیّب اور بہتر ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جو کی روٹی ہو، اور اگر خدا عافیت سلب کرلے تو وہ طیّب اور بہتر نہیں ہوتی، چاہے تمھارا یہ دسترخوان ہی کیوں نہ ہو۔

خوفِ خدا چور کو عابد سے بہتر بنا دیتا ہے

اصول کافی میں امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ۔۔۔۔
(روایت کے اصل مضمون کے خلاصے کے طور پر) سابق زمانے میں ایک تاجر نے تجارت کا مال واسباب لے کر سمندر کا سفر اختیار کیا ناگہاں سمندر کے بیچ میں طوفانی موجوں نے کشتی کو پاش پاش کر دیا سبھی لوگ مع سامان تجارت پانی میں غرق ہو گئے۔ لیکن عورت ایک تختے سے لپٹ گئی۔ اور موجوں نے اسے ایک جزیرے میں پھینک دیا۔

وہ تنہا اس جزیرے میں پھر رہی تھی اور درختوں کے میوے سے اپنی بھوک مٹا رہی تھی، اس کے جسم پر کوئی لباس بھی نہیں تھا، اسی حالت میں ایک جوان چور نے دور سے ایک حسین وجمیل عریاں عورت کو دیکھا۔ پہلے تو اسے یہ سوچ کے وحشت ہوئی کہ شاید یہ قوم جن سے تعلق رکھتی ہو، پھر اس کے قریب پہونچ کے پوچھا کہ تم جن قوم سے ہو یا انسان؟ اس نے کہا میں انسان ہوں، اس نے پوچھا تم کہاں سے آئی ہو؟ عورت نے کہا ہماری کشتی غرق ہو گئی، اور میرے گھر والے بھی سب ڈوب گئے۔ میں ایک تختے سے لپٹ گئی تھی اس طرح خدا نے مجھے نجات دے دی۔ یہ سن کے اس جوان نے بلا تامل اس پر دست درازی شروع کر دی۔ اس موقع پر وہ اس شدّت سے لرزنے لگی کہ چور کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ چور نے کہا کیا ہوا، تمھارے سر پر کون سی آفت آگئی ہے۔؟ اس ارتعاش، سوز و گداز اور خوفِ خدا کی حدّت نے چور کو بھی متاثر کر دیا۔ ایسی حدّت جو صرف خدا کے خوف سے ابھرتی ہے۔ عورت

نے کہا میں خدا کے خوف سے کانپ رہی ہوں، میں اپنی ساری عمر میں کبھی
ایسے گناہ کی مرتکب نہیں ہوئی، اس خوفِ خدا نے جوان پر ایسا مثبت اثر
ڈالا کہ اس نے کہا سب سے زیادہ تو مجھے ڈرنا چاہیئے تم نے تو کوئی تقصیر نہیں کی
ہے، خطا تو دراصل میری ہے اور مجھی کو اس طرح ترساں اور لرزاں ہونا چاہیئے
اور عورت سے دستبردار ہو کے چلا گیا۔ وہ اس گناہ سے تو باز رہا مگر ساتھ ہی
اس کے پچھلے گناہ بھی دور ہو گئے۔ اثنائے راہ میں وہ آبادی کی طرف جانا چاہتا
تھا، اتفاق سے ایک عابد بھی اسی آبادی کی جانب جا رہا تھا لہٰذا اس چور کے
ساتھ ہو گیا۔ ہوا گرم اور دھوپ تیز تھی چنانچہ مستجاب الدعوۃ راہب نے
اس جوان سے کہا، تم دیکھ رہے ہو دھوپ کی تمازت سے کتنی پریشانی ہے
آؤ ہم لوگ دعا کریں کہ خدا ہمارے لئے کوئی سائبان بھیج دے، جوان نے
سر جھکا لیا اور کہا میں گنہگار ہوں۔ ہماری دعا قبول نہ ہوگی۔ عابد نے کہا ہم دونوں
مل کے دعا کریں گے، اس نے کہا میری کوئی عزّت و آبرو نہیں ہے، آخر
کار اس نے کہا میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہنا، اس موقع پر اس کے دل میں ایک
امید پیدا ہوئی اور عابد کی دعا کے بعد شرمندگی سے آمین کہی فوراً ایک ابر
پیدا ہوا اور ان کے سروں پر سایہ کر لیا۔ چلتے چلتے یہ دونوں ایک دوراہے
پر پہونچے جہاں سے دونوں کے راستے الگ الگ جاتے تھے، عابد نے
دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا جوان کے ساتھ جا رہا ہے جو ایک عجیب سی بات تھی۔
معلوم ہوا کہ یہ اسی کے لئے تھا۔ راہب اس کے پیچھے دوڑا اور کہا تم کہتے تھے
میں گنہگار ہوں۔ اس نے جواب دیا، کہ میں نے کوئی عبادت نہیں کی ہے اور
میں گنہگار ہوں، عابد نے کہا یہ تو ثابت ہی ہو چکا ہے، یہ ابر تمھارے لئے
اور تمھاری ہی برکت سے آیا ہے، اس نے اپنا واقعہ بیان کیا تو ظاہر ہوا کہ وہی
ترک گناہ، شرمساری، اور توبہ اتنی قیمتی تھی کہ اس نے اسے خدا کی نظر لطف
و کرم کا حقدار بنا دیا۔

عابد نے صبح تک دسوں انگلیاں جلا لیں

حیات القلوب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ وغیرہ میں یہ واقعہ مروی ہے کہ زمانہ
سابق میں ایک عابد تھا جو اپنی خانقاہ میں مشغول عبادت رہتا تھا۔ ایک بدکار
عورت نے بعض ان بے دین افراد کے کہنے پر جو اس عبادتگذار شخص کو گناہ
سے آلودہ اور بدنام کرنا چاہتے تھے یا اس عورت نے از خود یہ مکر کیا، کہ
ایک شب اس کے دروازے پر دستک دی عابد نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ
ایک عورت ہے، جو کہہ رہی ہے جناب میں ایک کمزور عورت ہوں، چند اوباش
نوجوانوں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ خدا کے لئے آپ مجھے ایک رات کے لئے
اپنے صومعے میں پناہ دیدیجئے، ورنہ یہ لوگ مجھے پکڑ کر لے جائیں گے، عابد
نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ وہ اندر آ گئی۔ جب تھوڑی رات گذری تو اس نے آہستہ
آہستہ ناز و انداز کا سلسلہ شروع کیا، (اسی لئے شرعاً حرام ہے کہ مردِ کسی
بیگانہ عورت کے ساتھ کسی ایسے خلوت کے مقام پر یکجا ہو جہاں دوسرا نہ آ
سکتا ہو، یہاں تک کہ ایسے مکان میں ان دونوں کا مشغول نماز ہونا بھی اشکال
سے خالی نہیں) مختصر یہ کہ بیچارہ عابد مصیبت میں گرفتار ہو گیا اور نفسانی خواہش
نے اسے ستانا شروع کر دیا اس نے سوچا کیا کرنا چاہیئے؟ اس کے دل میں
الہام ہوا کہ سوا خوف اور اذیت کے کوئی چیز آتشِ شہوت کو خاموش نہیں کرتی،
اس کے سامنے چراغ جل رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی ایک انگلی اس کی
لو پر رکھ دی، جب سوزش کی تکلیف ہوئی تو دل میں کہا کہ کہاں یہ اور کہاں
قہر خدا کی آگ۔ جب اس گرمی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو
آتشِ جہنم کی آگ کیونکر برداشت کرے گا، تھوڑی دیر کے بعد نفسانی خواہش

نے سر اُبھارا تو اس نے دوسری انگلی چراغ پر رکھ دی خلاصہ یہ کہ اس
نے صبح تک اپنی دسوں انگلیاں جلالیں، عورت نے جب یہ منظر دیکھا تو
دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔

صبر اور اُس کا اجر

سماعہ بن مہران یا کوئی دوسرا شخص مدینۂ منورہ میں امام جعفر صادق
علیہ السّلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔ حضرتؑ نے حالات دریافت کیئے اور
فرمایا بہت دنوں سے تم مدینے نہیں آئے؟ اس نے بھی اپنے دل کا حال
تفصیل سے بیان کر دیا۔ اور کہا کہ، دنیا نے مجھ سے منھ موڑ لیا ہے، میرا کاروبار
تباہ ہو گیا ہے، میرا سارا سرمایہ میرے ہاتھوں سے جاتا رہا، اور میں قرضدار
ہو گیا ہوں، ساری پریشانیاں ایک طرف اور قرضخواہ کا تقاضا ایک طرف اور اس
سفر کا خرچ بھی میرے ایک دوست نے دیا ہے حضرتؑ نے فرمایا، اگر تم صبر
اختیار کرو تو خدا تمھیں اتنا اجر عطا فرمائے گا کہ دوسرے لوگ غبطہ کریں گے
آج لوگ تمھارے حال پر رحم کرتے ہیں لیکن اگر تم صبر کرو تو کل یہی لوگ
کہیں گے کہ کاش اس کی جگہ پر ہم ہوتے۔ اور اگر صبر نہ کرو تو مقدّرات الٰہی
بہرحال جاری ہوں گے۔ اور تمھیں ان کا کوئی اجر اور صلہ بھی نہیں ملے گا۔
پس کتنا بہتر ہے یہ کہ آدمی صبر و تحمّل رکھتا ہو اور دنیا میں زہد و پرہیزگاری
کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

دلبستگی مُناسب نہیں

تفسیر روح البیان میں ایک حکایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی علاقے
کے حاکم نے بادشاہ وقت کو ایک گراں قدر بلور کا برتن ہدیئے کے طور پر بھیجا
بادشاہ کو وہ برتن بہت پسند آیا، اس نے اپنے وزیر سے کہا تمھیں یہ تحفہ
کیسا معلوم ہوتا ہے، وزیر نے کہا اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو یہ آپ کے کام
کا نہیں ہے۔ بادشاہ کو یہ بات بری لگی، اس نے کہا تم عجیب بے سلیقہ آدمی ہو
کہ ایسے نایاب بلور کو ناپسند کرتے ہو۔ اس کے بعد اسے ایک مخصوص جگہ پر رکھا
کہ اس کی نگہداشت کے لئے ایک ملازم مقرر کر دیا، ایک بار وہی ملازم اس ظرف
کو بادشاہ کے حضور میں لانے کے لئے گیا، اتفاق سے وہ اس کے ہاتھ سے گرا
اور ٹوٹ گیا جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ دن اس کے لئے روزِ عزا
بن گیا۔ موقع شناس وزیر نے کہا کہ اس روز جو میں نے عرض کیا تھا کہ یہ ظرف
بادشاہ کے کام کا نہیں، تو میری نظر میں آج ہی کا دن تھا کہ یہ ظرف ایک روز
ٹوٹ جائے گا۔ اور اس کے ساتھ وہ دل بھی ٹوٹ جائے گا جو اس سے وابستہ
ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ آپ ابتدا ہی سے اپنا دل اس سے نہ لگائیں تاکہ
جس وقت یہ ٹوٹے آپ دل شکستہ نہ ہوں۔ اس وقت بادشاہ کی سمجھ میں آیا
کہ اس کا وزیر کسقدر با فہم، ہوشیار اور دانشمند ہے۔

ہادی کی موت اور ہارون کی خلافت

تاریخ میں درج ہے کہ موسیٰ ہادی خلیفۂ عباسی ان قسی القلب اور بدمزاج لوگوں میں سے تھا جو زندگی کے آخری لمحہ تک اپنی موت کو یاد نہیں کرتے اور ہمیشہ قتل و خونریزی اور دیگر جرائم میں مصروف رہتے ہیں، اس کا انجام بہت دلچسپ ہے۔

ہرثمہ اس کا وزیر اعظم تھا گرمی کے موسم میں ایک روز ظہر کے وقت اسے طلب کیا، اس وقت اس کی حالت ایسی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک درندہ ہے جو حملہ کرنے والا ہے۔ اس نے کہا، ہرثمہ! میں نے سُنا ہے کہ میرا بھائی ہارون بُرے خیالات رکھتا ہے۔ اور یحییٰ ابن خالد برمکی اس کی حمایت میں پوشیدہ طور سے مجھے معزول کرنے کے لئے زمین ہموار کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ ہارون کو خلیفہ بنا دے۔ آج کی شب تم ہارون کی قیام گاہ پر جاؤ اور اس کا سر کاٹ کے لے آؤ۔ (یعنی صرف اس احتمال پر کہ میری سلطنت اور خلافت میں مزاحم ہوگا، اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔) ہرثمہ نے کہا یہ تو عجیب بات ہے وہ آپ کا ماں اور باپ دونوں کی جانب سے سگا بھائی ہے، اور آپ کا نائب الخلافت ہے۔ آپ خدا اور خلق خدا کو کیا جواب دیں گے،

اس نے کہا یہ باتیں الگ رکھو، جو شخص بھی خلافت کی مزاحمت کرے اسے ختم کر دینا ضروری ہے۔ تم اسے قتل کرنے کے بعد قید خانے میں جاؤ، اور وہاں سے تمام علویوں اور سادات کو باہر نکال کے ان میں سے نصف کے سر کاٹ لو اور نصف کو نہر میں ڈبو دو۔ اسی طرح دیگر قید خانے بھی خالی کئے جائیں۔ نیز آج ہی کی شب اپنے کو کوفے پہونچاؤ، اور پہلے ہی سے اعلان کر دو

کہ جو شخص عباسی نسل سے ہو وہ باہر چلا جائے، اس کے بعد پورے شہر کو آگ لگا دو۔ اور چاروں طرف سپاہیوں کو مقرر کر دو کہ جو شخص بھاگنا چاہے وہ قتل کر دیا جائے، میں نہیں چاہتا کہ آئندہ کوئی شیعۂ علیؑ اس شہر میں رہے پھر جلانے کے بعد اس شہر کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دو۔

ہرثمہ نے کہا، ان لوگوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ یہ سب مسلمان ہیں آپ کیونکر یہ حکم دے رہے ہیں کہ اتنے مسلمانوں کا خون بہایا جائے؟۔

اس نے عجیب جواب دیا مسلمان صرف وہ شخص ہے جو میرا تابع فرمان ہو۔ جو شخص اپنے مقام پر اس طرح کا خیال دل میں لائے اور جو خدا کی شان ہے اس کا اپنی ذات کے لئے قائل ہو اس سے خدا کی بےپناہ دولت و ثروت کی زیادتی امن و عافیت، سلامتی، جوانی اور موت کو بھول جانے ہی سے بغاوت و سرکشی سر اُبھارتی ہے۔

اس منزل پر ہرثمہ نے استعفاء پیش کر دیا۔ اور کہا کہ میں ریاست و امارت نہیں چاہتا اتنے عظیم گناہ مجھ سے نہیں ہو سکتے۔ جب اس نے ایسا جواب دیا تو خلیفہ نے کہا، تمھیں بہرحال یہ کام انجام دینا ہیں ورنہ تمھارے لئے بھی قتل کا حکم ہے۔ یا میرے احکام کی تعمیل کرو یا قتل ہونا گوارا کرو

جب ہرثمہ نے دیکھا کہ قتل کی نوبت آگئی ہے۔ تو کہا میں تعمیل کے لئے تیار ہوں۔ اور خلیفہ اٹھ کے اندر چلا گیا۔ ہرثمہ کو درد سر عارض ہو گیا اور وہ مبہوت و حیرت زدہ رَہ گیا۔

جب خلیفہ کی ماں نے سُنا کہ اس نے اپنے بھائی کے قتل کا عہد کیا ہے تو اپنے بیٹے کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور التماس کیا کہ اپنے بھائی سے دستبردار ہو جاؤ اور برادر کشی نہ کرو۔ لیکن اس شقی نے اپنی ماں کے بھی لات مار دی اور ڈرایا دھمکایا۔

اس کا نفس اسقدر طغیان اور سرکشی پر آمادہ تھا کہ اس نے ہر چیز فراموش

کردی تھی ؎

لطف حق باتو مدارا ہا کند　　　چونکہ از حد بگذرد رُسوا کند

(یعنی خدا کا لطف و کرم تمھارے ساتھ رعایت و مہربانی سے پیش آتا ہے لیکن جب بندہ حد سے گزر جاتا ہے تو اسے ذلیل و رسوا بھی کر دیتا ہے)۔ ایک بار خلیفہ کی زوجہ کی آواز بلند ہوئی۔ کہ جلد آؤ دیکھو خلیفہ مر گیا۔ جب اس کی ماں باہر گئی تو خلیفہ کھانا کھانے کے لئے آیا۔ چنانچہ لقمہ گلو گیر ہوا اور اس کا دم بند ہو گیا ماں کی نفرین نے اسے اسفل السافلین میں پہونچا دیا۔ اس نے ہرثمہ کو بلا بھیجا کہ آؤ خلیفہ مر گیا۔ ہرثمہ آیا اور وہ رومال ہٹایا جو اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا تو دیکھا کہ اس کا چہرہ تارکول کی طرح سیاہ ہو گیا ہے، اسی رات میں معاملہ برعکس ہو گیا خود ہادی کو قبر کے اندر پہونچا دیا گیا اور اس کے بھائی ہارون کو اس کی جگہ مسند خلافت پر بیٹھا دیا گیا۔

اِمام جعفر صادقؑ علیہ السّلام پر اَمانتؒ کا دعویٰ

امام جعفر صادق علیہ السّلام طواف خانہ کعبہ کے بعد مسجد الحرام کے ایک گوشے میں مشغول عبادت تھے کہ ایک شخص نے حضرتؑ کا گریبان پکڑ کے کہا میری ستوا اشرفیاں دیتے ہو یا نہیں، حضرتؑ نے فرمایا کیسی اشرفیاں؟۔ اس نے پھر کہا میری سوا اشرفیاں دیتے ہو یا نہیں۔ حضرتؑ نے دوبارہ فرمایا، کیسی اشرفیاں اس نے کہا، میں نے سوا اشرفیاں جو تمھارے پاس امانت رکھی تھیں انھیں تم کھا جانا چاہتے ہو، خدا جانتا ہے وہ تمھیں اسی وقت ادا کرنا ہونگی، حضرتؑ نے فرمایا شاید تمھیں کوئی دھوکا ہوا ہے۔ عرب نے داد فریاد شروع کی تو حضرتؑ نے فرمایا چلو میں ادا کئے دیتا ہوں۔ امام نے پوری بردباری اور مہربانی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی، آپ کو اندازہ تھا کہ اس سے بحث و تکرار کے نتیجے میں آپکی بےحُرمتی ہوگی چنانچہ اسے اپنے گھر لے گئے اور سوا اشرفیاں ادا کر دیں، یہ عرب وہ رقم لے کر چلا گیا، دوسرے روز اس کا اصل امانتدار اسے مِل گیا تو اس کی سمجھ میں آیا اسے دھوکا ہوا تھا، اس سے تقاضا کیا، تو اس نے کہا میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ عرب نے دل میں کہا کہ اب اس کل والے آدمی (امام جعفر صادق علیہ السلام) کو تلاش کرنا چاہیے مسجد میں آیا تو امام سے ملاقات ہو گئی اس نے کافی معذرت کی اور کہا جناب میں نے دھوکا کھایا تھا۔ اب میرا باقی دار مِل گیا ہے، چلئے اپنی سوا اشرفیاں واپس لے لیجئے، امام نے فرمایا میں نے تو کل ہی تمھیں معاف کر دیا تھا میرے دل میں تمھاری طرف سے کوئی کینہ نہیں ہے اور وہ رقم بھی تم سے واپس نہ لونگا کیونکہ میں نے وہ خدا کیلئے تمھیں دی تھی جو معاملہ خدا کے ساتھ کیا جائے وہ فسخ کرنے کے قابل نہیں ہوتا، اور جو چیز خدا کی راہ میں دی جائے اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔

حمّال لیکن اہلِ بہشت

اہل معرفت میں ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک شاہی بارگاہ ساز و سامان سے آراستہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس عجیب اور عظیم بارگاہ کا مالک کون سا بادشاہ ہے لوگوں نے بتایا کہ جو شخص تخت پر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ مجھے داخلے کی اجازت دیدے؟۔ لوگ اس سے پوچھ کے پلٹے اور کہا اس نے اجازت دیدی ہے۔ پھر مجھے وہاں لے گئے تو اس نے احترام کے ساتھ میرا خیر مقدم کیا میں نے کہا میں تمھیں پہچاننے کا آرزومند ہوں۔ اس نے کہا میں حمّال تھا میں نے پوچھا، کس بنا پر تمھیں یہ بلند درجہ ملا۔ تو اس نے کہا میں نماز جماعت کا پابند تھا۔ اور خلق خدا کے ساتھ اپنے معاملے میں دروغگوئی اور خیانت سے کام نہیں لیتا تھا۔

تہی دست مومن اور جواہرات کا صندوقچہ

کتاب ابوالعلاء مودودی میں منقول ہے کہ مدائن کی فتح میں جو سلاطین ایران کا پایۂ تخت، جواہرات کا مرکز اور عجم کے قدیم دفینوں کا خاص مقام تھا بے حد و حساب مال غنیمت جمع کیا گیا، اور ایک معین جگہ پر مخصوص شخص کی تحویل میں دیا گیا۔ اسی موقع پر لوگوں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص جو مسلمان ہوا تھا جواہرات کا ایک بند صندوقچہ لایا۔ اور اس مخصوص ذمہ دار شخص کے سامنے رکھ دیا، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟۔ اس نے کہا، وہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

اس نے کہا اس کے اندر کیا چیز ہے؟۔ اس نے کہا میں نے اسے کھولا نہیں ہے میں کیا بتاؤں اس کے اندر کیا چیز ہے۔ اگر میرا ایمان خدا پر نہ ہوتا تو اسے لاتا ہی نہیں، میرے ایمان نے اسے لانے پر مجبور کیا ہے۔ یہ جواہرات کا صندوقچہ میرے قبضے میں تھا لیکن خدا حاضر و ناظر ہے میں اسے کھولنے کی جرأت کیسے کر سکتا تھا، کیونکہ اسے تو تمام مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہونا چاہیئے، اس جوان کے دل میں ایمان کیسا راسخ ہو چکا تھا۔ ایک تہی دست اور حاجتمند انسان کو ایسا عظیم خزانہ ہاتھ لگے اور وہ اسے کھول کر دیکھے بھی نہیں۔

ذمہ دار شخص نے کہا، تمھارا کیا نام ہے؟۔ اس نے جواب دیا آپ کو نام سے کیا کام؟۔ میں بھی ایک مسلمان ہوں اس نے کہا، میں اپنی یادداشت کے لئے پوچھ رہا ہوں تاکہ تم نے جو خدمت انجام دی ہے اس کی قدر دانی اور اعلان کیا جائے، (جس طرح اس زمانے میں ریڈیو اور اخبارات میں اعلان

ہوتا ہے) جوان مسلمان نے کہا، کیا میں نے اپنی تعریف و توصیف کے
کے لئے اسے آپ کے سپرد کیا ہے؟ یہ کہہ کے وہ چلا گیا۔

مطلب یہ تھا کہ میرے معاملے کا دوسرا فریق خدا ہے، نہ آپ نہ
کوئی دوسرا۔ آیا میں نے کسی بندے کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ اگر میری
راست بازی صرف خدا کے لئے ہے تو خدا خود میری قدر دانی کرے گا
میں پست ہمت نہیں ہوں۔ کہ آپ کے ساتھ معاملہ کر کے فقط ایک بارک اللہ
اور آفریں پر اکتفا کر کے بیٹھ جاؤں۔

فقیر ثعلبہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ فقیر و
محتاج ثعلبہ تھا۔ اس کے اندر فروتنی اور فرمانبرداری کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ
اس پر آنحضرتؐ کی نظر عنایت ہوگئی، ایک روز پیغمبرؐ نے اس کی حالت
دریافت فرمائی اور یہ خواہش فرمائی کہ وہ کسی حد تک اس صورتحال سے چھٹکارا
حاصل کرے، چنانچہ اسے ایک درہم عطا فرمایا تاکہ اس سے کوئی کاروبار
کرے، وہ بازار گیا اور کچھ سامان خریدا جس میں اسے کافی نفع ہوا۔ خلاصہ
یہ کہ آہستہ آہستہ اس کی حیثیت بڑھتی گئی، اور اب وہ نماز اوّل وقت غیر حاضری
کرنے لگا۔ کہتا تھا کہ میں اپنا کام کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ اس نے ایک گلہ
تیار کر لیا اور بتدریج اسے بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ اب اس کے لئے مدینہ کے
گردو پیش کی جگہ ناکافی ثابت ہوئی لہٰذا مدینے کے بیرونی علاقے میں چلا گیا
ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال دریافت فرمایا کہ وہ
کس عالم میں ہے۔ کیونکہ میں اسے کسی وقت نہیں دیکھتا؟۔ لوگوں نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ اب وہ اس قدر گایوں، اونٹوں اور بھیڑوں کا مالک ہے کہ اپنے گلوں
کو رکھنے کے لئے زمین کا بہت بڑا رقبہ اپنے تصرف میں لے آیا ہے۔ آنحضرتؐ
نے اس سے حیوانات کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کسی کو روانہ فرمایا، اس نے
حساب کیا تو اندازہ ہوا کہ اگر وہ زکوٰۃ دے تو بڑی تعداد میں جانور دینا ہوں گے
لہٰذا بے رخی اختیار کی اور کفر کے الفاظ اس کی زبان پر جاری ہوئے کہ محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چاہتے ہیں کہ مجھ سے ــــ میرے مالیات چھین
لیں، یہ وہی چند روز قبل کا مطیع و فرمانبردار مسکین اور فقیر تھا جس نے

خداکی راہ مین بخل سے کام لےکر اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔

مسلمانو! اگر تم اسلامی دولتمندی کے خواہشمند ہو کہ ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھو تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور خرچ بھی ایسا جو اس دولت وثروت سے مناسبت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ مثلاً دس ہزار روپیوں میں سے صرف سو روپئے دے دیئے جائیں۔ کیونکہ اس اتفاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اگر پُل صراط سے گذر جاؤں

جس زمانے میں صف اوّل کے مُسلمان جناب سلمان محمدی مدائن کے حاکم تھے ایک منافق نے کہا، سلمان! تمھاری یہ سفید داڑھی بہتر ہے یا کتّے کی دُم ہ؟۔

یہ سلمان تھے کوئی بچہّ نہیں تھے، لیکن ایسی بات سُن کے جوش وخروش میں نہیں آگئے، بلکہ انتہائی ملائمت کے ساتھ فرمایا' کہ اگر میں پُل صراط سے گذر جاؤں تو میری داڑھی بہتر ہے اگر گر جاؤں تو کتّے کی دُم بہتر ہے۔

اصفہان کے اوباش اور مجلسیؒ اوّلؒ

مجلسی علیہ الرحمہ کے ارادتمندوں میں ایک حاجی تھے، ایک روز محلہ کے چند اوباش نوجوان ان کے گرد جمع ہوئے اور کہا کہ آج کی رات ہم لوگ آپ کے گھر آنا چاہتے ہیں۔ حاجی نے دیکھا کہ اگر یہ لوگ آیئں گے تو اپنے ساتھ لہو و لعب کے وسائل بھی لائیں گے اور فسق و فجور میں مشغول ہوں گے، دوسری طرف اگر میں انکار میں جواب دیتا ہوں تو ان سے کس طرح چھٹکارا ملے گا کیونکہ ایسی صورت میں یہ لوگ مزاحمت اور مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔

مجبوراً مجلسی علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کیا اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ مجلسیؒ نے غور کرنے کے بعد کہا کہ انھیں آنے کی اجازت دے دو اور میں بھی آجاؤں گا۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی پہونچ گئے۔ جب وہ لوگ آئے تو ان کے سردار نے دیکھا کہ مجلسیؒ ان کی راہ میں روڑا بن گئے ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہ اپنے مشاغل جاری نہیں رکھ سکتے لہٰذا یہ طے کیا کہ کچھ ایسی باتیں کی جائیں جن سے انھیں غصّہ آجائے اور یہ یہاں سے اُٹھ کے چلے جائیں، اس طرح ہملوگ آزاد ہو جائیں گے۔ چنانچہ کہا کہ جناب عالی! ہم رندمشرب لوگوں کے طور طریقوں میں کیا خرابی ہے جو ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے؟ انھوں نے کہا تمھارے اندر خوبی کیا ہے؟ جو ہم اس کی مدح و ثنا کریں۔ اس نے کہا ہمارے اندر ہزاروں عیوب سہی لیکن ہم نمک حلال ہیں۔ اگر کسی کا نمک کھاتے ہیں تو اس کے ساتھ دغا و خیانت نہیں کرتے اور آخری دم تک اسے فراموش نہیں کرتے۔

مجلسیؒ نے فرمایا کہ یہ صفت تو بہت اچھی ہے لیکن تم لوگوں میں نظر نہیں آتی ان کے سردار نے کہا، آپ اسی شہر اصفہان میں جس سے چاہیئے پوچھ لیجئے کہ

ہم نے کس کا نمک کھا کے اس کے ساتھ بُرائی کی ہے؟ مجلسیؒ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب نمک حرام ہو۔ آیا تم لوگ اپنے خدا کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتے ہو، اے خدا کا نمک کھانے والو! اور نمکدان کو توڑنے والو! خدا کی اتنی کثیر نعمتوں کو کھانا اور ان سے فائدہ اٹھانا اور اس کے بعد اتنی سرکشی، نافرمانی ہوا و ہوس کی پیروی؟۔

مجلسی علیہ الرحمہ کے یہ الفاظ واقعیت اور حقیقت کے عین مُطابق تھے۔ لہٰذا ان لوگوں پر ان کا پورا اثر پڑا۔ انھوں نے خجالت سے سر جھکا لئے، اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ اور اسی خاموشی کے عالم میں تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر چلے گئے، صبح کے اوّل وقت اسی سردار نے مجلسیؒ علیہ الرحمہ کے دروازے پر دستک دی اور کہا، آقا! گذشتہ شب آپ نے ہمارے دلوں میں آگ لگادی اور ہماری آنکھیں کھول دیں۔ اب ہمیں توبہ کرائیے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی لطف اور مہربانی کے ساتھ انھیں عمل توبہ اور پچھلے گناہوں کے تدارک کی ہدایت اور تاکید فرمائی۔

جگر فروش اور پیسوں کی ہمیانی

زمانۂ سابق میں ایک جگر فروش نے مدت دراز کے اندر ایک ہمیانی میں ۳۰۰ قرآن جمع کر کے پس انداز کئے تھے۔ اور ان سے بہت محبت رکھتا تھا جب اس کی موت کا وقت آیا تو حالت احتضار میں لوگوں نے اسے تلقین کی کہ کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کرے۔ اور کہے اشھد ان علیاً والائمۃ احد عشر من ولدہ حجج اللّٰہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السّلام اور ان کے گیارہ فرزند برحق اور مفترض الطاعۃ ہیں، لیکن کافی کوشش اور تاکید کے باوجود اس نے نہیں کہا حسن اتفاق سے اس کی حالت سنبھل گئی اور خدا نے اسے مزید مہلت دیدی کہ موت کے قریب پہونچ کے پھر اس دنیا میں واپس آگیا۔ صحت کے بعد لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم اس دن ولایت امیر المومنینؑ وائمہ معصومین علیہم السّلام کی شہادت کیوں نہیں دے رہے تھے؟ تم تو ساری زندگی حضرت علی علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کی محبت کا دم بھرتے تھے اس نے کہا اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے پیسوں کی ہمیانی اٹھا لایا اور میرے سامنے کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے یہ الفاظ کہے تو میں یہ سارے پیسے لے جاؤنگا۔

میں بھی ان پیسوں کو اسقدر عزیز رکھتا تھا کہ وہ کلمات ادا نہیں کر رہا تھا۔

●

شیطان کی ماں کا دیدار

انوار جزائری میں ہے کہ ایک بار قحط سالی کے زمانے میں ایک واعظ نے منبر کے اوپر اپنی تقریر میں کہا کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہتا ہے تو ۷۰ شیطان اس کے ہاتھ سے لپٹ جاتے ہیں اور اسے دینے نہیں دیتے، ما زیر منبر ایک مومن نے یہ بات سن کے تعجب کے ساتھ اپنے رفیقوں سے کہا، صدقہ دینے میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا اس وقت میرے پاس تھوڑے گندم رکھے ہوئے ہیں۔ میں ابھی جاتا ہوں اور انھیں فقراء میں تقسیم کرنے کے لئے مسجد میں لے کر آتا ہوں یہ کہہ کے چلا گیا جب گھر پہونچا اور اس کی زوجہ اس کے ارادہ سے آگاہ ہوئی تو اسے سرزنش کرنا شروع کی کہ اس قحط کے سال میں تمھیں اپنی بیوی بچوں کا کوئی خیال نہیں، اگر قحط نے طول پکڑا تو ہم لوگ بھوکے مر جائیں گے وغیرہ وغیرہ غرضکہ اسے اسقدر ورغلایا کہ وہ مرد مومن خالی ہاتھ مسجد میں اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا، لوگوں نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ دیکھا تم نے کہ ۷۰ شیطان تمھارے ہاتھ سے لپٹ گئے۔ اور تمھیں کار خیر سے باز رکھا؟

اس نے جواب دیا کہ میں نے شیطان تو نہیں دیکھے البتہ شیطان کی ماں کو دیکھا جس نے لانے نہیں دیا۔

عبادت گذار برصیصا

برصیصا نام کا ایک گوشہ نشین عبادت گذار ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا تھا اور لوگ اسے مستجاب الدعوۃ جانتے تھے۔

بادشاہ وقت کی لڑکی ایک سخت مرض میں مبتلا ہوئی اور ہر ممکن علاج کے باوجود وہ صحتیاب نہیں ہوئی، بالآخر یہ طے کیا گیا کہ یہ لڑکی برصیصا کی دعا ہی سے ٹھیک ہوگی چونکہ وہ شہر اور بادشاہ کے دربار میں نہیں آتا تھا۔ لہٰذا شہزادی کو اسی بیماری کی حالت میں عابد کے صومعے میں لایا گیا اور لوگ اسے دعا کے لئے وہیں چھوڑ کے واپس چلے گئے۔

یہ بدبخت عابد اگر حقیقتاً متقی اور پرہیزگار ہوتا تو اس سے اختلاف اور انکار کرتا اور کہتا کہ ایک اجنبی لڑکی کو صومعے میں اس طرح چھوڑنا ضروری نہیں ہے بغیر اس کی موجودگی کے بھی دعا ہو سکتی ہے۔ اس موقع پر اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ پرہیزگاری کا مقتضا تو یہ تھا کہ خلوت کے مقام پر ایک غیر لڑکی کے ساتھ تنہا نہ رہے۔ لیکن اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہوس پرستی کے دام میں پھنس گیا۔

اس نے لڑکی کی طرف دیکھا پھر دوبارہ نظر کی، چنانچہ اس کے دل میں شدید رغبت پیدا ہوگئی۔ بیچارہ عابد اپنی ساری زندگی میں کبھی ایسے جال میں نہیں پھنسا تھا لیکن اس موقع پر شیطان نے دلاّلی کی، اتنی مدّت کی عبادت اسے باز نہ رکھ سکی اور وہ آخر کار فعل حرام کا مرتکب ہوگیا۔ اس کے بعد شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ دیکھا تو نے اپنے کو کس طرح رسوا کیا ہے؟۔ کل جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ تو نے شاہزادی کے ساتھ فعل حرام کا ارتکاب کیا ہے تو تجھے قتل کر دیں گے۔ اگر تو اس

خطرے سے نجات چاہتا ہے تو اسے قتل کر کے مٹّی میں دبا دے، صبح ان لوگوں سے کہہ دینا میں نہیں جانتا وہ کہاں چلی گئی۔ اسے یہاں تک ورغلایا کہ آخر کار اس نے سوتی ہوئی شاہزادی کو گلا دبا کے مار ڈالا اور اسے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹّی اور پتھروں سے چھپا دیا، لیکن یہ دشمن ایک پھندے پر اکتفا نہیں کرتا، اور جب تک اسے اس مقام تک نہیں پہونچا دیتا جہاں وہ خود ہے اس کی جان نہیں چھوڑتا اور جب تک کہ اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے اس کی طرف سے منھ نہیں موڑتا۔

صبح کے وقت جب لوگ آئے اور لڑکی کا حال پوچھا تو عابد نے تجاہل برتا اور کہا، میں نے دعا کی تھی اور وہ صحتیاب ہوگئی تھی اس کے بعد مجھے نہیں معلوم وہ کہاں گئی۔

روایت میں ہے کہ شیطان نے ان لوگوں میں سے ایک شخص کے سامنے انسانی شکل میں ممثّل ہو کر کہا کہ، میں جانتا ہوں وہ کہاں ہے۔ اور ان لوگوں کو شاہزادی کی قبر پر لا کے میّت کی نشاندہی کی۔ لوگوں نے عابد کے صومعے پر حملہ کر دیا اور اسے کشاں کشاں حاکم کے سامنے لائے ہر شخص اس کے منھ پر تھوک رہا تھا۔

یہ بھی ایک لحظے کی ہوس رانی اور عمر بھر کی پشیمانی۔ ایک ساعت کی لذّت نفس اور اس کے پیچھے کتنے مفاسد اور بُرائیاں۔

حاکم نے اس کے لئے سزائے موت کا حکم دیا اور اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

سابق زمانے کی سولی اس زمانے کی سزائے موت سے مختلف تھی۔ جس میں بہت جلد دم گھٹ جاتا ہے۔ پہلے سزا یافتہ کئی دنوں تک لٹکتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا تھا۔

بدنصیب عابد کا سولی کے اوپر کوئی فریاد رس نہیں تھا۔ جس وقت انتہائی فشار کے عالم میں اس کی جان نکلنے والی تھی، شیطان اس کے سامنے مجسّم اور ممثّل ہو کے آیا اور کہا کہ اگر تم میرا سجدہ کر لو تو میں تمھیں نجات دلاتا ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عابد کا رہا سہا ایمان بھی اس نے چھین لیا تا کہ " اسفل السافلین میں اس کا ہم نشین بنے۔

شیطان انبیاءؑ سے بھی دستبردار نہیں

مروی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر تھے شیطان مجسّم اور ممثّل ہو کے آپ کے سامنے آیا اور کہا، یا روح اللہ اگر آپ اس پہاڑ سے نیچے گر پڑیں تو کیا آپ کا خدا آپ کو بچا سکتا ہے؟ آپ نے کہا، یقیناً۔ ؎

گر نگہدار من آنست کہ من می دانم   شیشہ را در کنف سنگ نگہ می دارد

یعنی اگر میرا محافظ وہی ہے جسے میں جانتا ہوں تو وہ پتّھر کے نیچے شیشے کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ سچ کہتے ہیں تو اپنے کو نیچے گرا دیجئے تاکہ خدا آپ کی حفاظت کرے۔ حضرت عیسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہ اس ملعون کا وسوسہ اور مغالطہ ہے۔ لہٰذا فرمایا ملعون تو کہتا ہے کہ میں اپنے خدا کا امتحان لوں؟ یہ بات خود اپنی جگہ پر غلط اور شیطانی فریب کاری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا خدا اس امر پر قادر ہے، تو کیا اب اس کا امتحان لینے کے لئے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے یا نہیں، اپنے کو پہاڑ سے نیچے گراؤں دوسرے یہ کہ اسی ذات نے جس نے مجھے پیدا کیا ہے مجھ کو اس کام سے منع فرمایا ہے۔ خودکشی اور خود سے اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے ہاں اگر کوئی شخص بے اختیار نیچے گر جائے اور خدا کا ارادہ اس امر سے متعلق ہو کہ وہ زندہ رہے تو یقیناً اس کی حفاظت فرمائے گا۔

حضرت ذوالکفلؑ کا عہد و پیمان

حضرت ذوالکفلؑ جو انبیائے سلف میں سے تھے اور قرآن مجید میں بھی ان کا نام مذکور ہے اور جن کی قبر حلّہ کے نزدیک واقع ہے، بحار الانوار میں ان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مروی ہے کہ، ان سے پہلے ایک پیغمبرؑ تھے جن کا نام یسعؑ تھا اور قرآن مجید میں ان کا نام بھی موجود ہے، (والیسع وذاالکفلؑ)۔ ذوالکفلؑ یسعؑ کے اصحاب اور حواریوں میں سے تھے یسعؑ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں اپنے اصحاب سے کہا کہ تم میں سے جو شخص اس عہد کو اپنے اور خدا کے درمیان قبول کرے جو میں تم سے کر رہا ہوں وہی میرا وصی اور جانشین ہوگا۔ میرا عہد یہ ہے کہ غصّے کے موقع پر اپنے کو قابو میں رکھو اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ حضرت ذوالکفلؑ کو اپنی طرف سے اطمینان تھا لہٰذا انھوں نے وعدہ کر لیا اور عہد کیا کہ کسی وقت بھی شیطانی غصّہ نہیں کروں گا۔

ایک روز شیطان نے ایسا نعرہ مارا کہ اس کی ساری ذرّیت اس کے گرد جمع ہو گئی اس نے کہا کہ میں ذوالکفلؑ سے عاجز ہو گیا ہوں میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ انھیں غضبناک کروں تاکہ ان کا عہد ٹوٹ جائے، لیکن کامیاب نہیں ہو رہا ہوں ایک چھوٹے شیطان نے جس کا نام ابیض تھا کہا کہ، میں حاضر ہوں میں انھیں غضبناک کر دوں گا چنانچہ یہ ذمہ داری اس کے سُپرد کر دی گئی۔

ان پیغمبر کے خصوصیات میں سے تھا کہ شب میں بالکل نہیں سوتے تھے اور ساری رات ذکر و یاد خدا میں سرگرم رہتے تھے۔ دن کو بھی ظہر سے قبل تک ذاتی اور دیگر اشخاص کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ ظہر سے قبل تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے تھے پھر دوبارہ عصر کے وقت لوگوں کے امور میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ایک روز جب آپ ظہر سے قبل سوئے ہوئے تھے اس چھوٹے شیطان نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے

کہا، کیا کام ہے؟ اس نے کہا ایک دعویٰ پیش کرنا ہے۔ دربان نے کہا کل صبح آنا، اس وقت ذوالکفل تھوڑا سو گئے ہیں۔

اس شیطان نے بلند آواز سے فریاد کرنا شروع کی کہ میرا سفر بہت لمبا ہے میں کل نہیں آسکتا آخر کار ذوالکفلؑ اس کی آواز سے بیدار ہو گئے اور اس کے قریب آکے پورے سکون کے ساتھ فرمایا، اپنے مدعیٰ علیہ سے کہو کہ کل آجائے میں تم لوگوں کا معاملہ سلجھا دوں گا اس نے کہا وہ نہیں آئے گا۔ انھوں نے فرمایا یہ میری انگوٹھی نشانی کے طور پر لیتے جاؤ اور اس سے کہو تمھیں ذوالکفلؑ بلا رہے ہیں۔ اس طرح یہ اس روز سو نہ سکے چھوٹا شیطان چلا گیا اور دوسرے روز اسی وقت پر جب کہ ذوالکفلؑ ابھی ابھی سوئے تھے پھر آگیا اور پہلے دن کی طرح داد و فریاد شروع کر دی ذوالکفلؑ پھر بیدار ہو گئے اور انتہائی ملائمت اور بُردباری کے ساتھ اس سے ملاقات کی۔ اور ایک تحریر دے کر فرمایا جاؤ اپنے مدعیٰ علیہ کو لے کر آؤ۔

ابیض چلا گیا آپ اس روز بھی نہ سو سکے اور رات کو بھی عبادت میں جاگتے رہے۔ جب تیسرا روز ہوا تو آپ غور کیجئے کہ جو شخص تین شبانہ روز نہ سویا ہو فطری طور پر وہ کسقدر جلد جھنجھلاہٹ کا شکار ہو سکتا ہے؟۔ چھوٹا شیطان آج بھی ذوالکفلؑ کے سونے کے موقع پر آپہونچا اور اپنا قصہ چھیڑتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی تحریر لے گیا لیکن وہ آنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ وہ حضرت ذوالکفلؑ کے سامنے بار بار اپنی آواز بلند کرتا تھا کہ آپکو غصہ آجائے فی الجملہ اس نے کہا کہ اگر آپ خود وہاں تک چلیں تو میرا کام بن جائے

روایت میں ہے کہ آفتاب کی تمازت اتنی شدید تھی کہ اگر گوشت کا کوئی ٹکڑا زمین پر ڈال دیا جاتا تو بھُن جاتا تھا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آپکو کسقدر بے لطفی اور ناگواری ہو سکتی تھی؟ لیکن آپنے فرمایا بہتر ہے چل رہا ہوں۔

آپ اس لُو دھوپ میں کچھ دور چلے تو شیطان کے بچّے نے دیکھا کہ آپ کو غصّے میں لانا محال ہے۔ لہٰذا ایک چیخ مار کے فرار ہو گیا۔

حزقیلؑ کس چیز سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔؟

مروی ہے کہ جب حضرت داؤد سے ترک اولیٰ سرزد ہوا تو آپ پہاڑوں اور بیابانوں میں گریہ و نالہ کرتے ہوئے پھرا کرتے تھے آپ ایک ایسے پہاڑ پر پہونچے جس کے ایک غار میں ایک عبادت گذار پیغمبر حضرت حزقیلؑ مقیم تھے۔ حزقیلؑ نے جب پہاڑوں اور حیوانات کی آوازیں سُنیں تو سمجھ گئے کہ حضرت داؤد آئے ہیں (کیونکہ جب آپ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو ساری چیزیں آپکے ساتھ گریہ و نالا کرنے لگتی تھیں) حضرت داؤدؑ نے کہا کہ اے حزقیلؑ! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ اُوپر آجاؤں؟ حزقیلؑ نے کہا کہ آپ گنہگار ہیں حضرت داؤد رونے لگے تو حزقیلؑ کے پاس وحی پہونچی کہ داؤد کو ان کے ترک اولیٰ پر سرزنش نہ کرو اور مجھ سے عافیت طلب کرو کیونکہ میں جس شخص کو خود اس کے ذمّہ چھوڑ دیتا ہوں وہ ضرور کسی نہ کسی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حزقیلؑ داؤدؑ کا ہاتھ تھام کے انھیں اپنے ساتھ لے گئے۔

داؤدؑ نے کہا اے حزقیلؑ! کبھی آپ نے کسی گناہ کا بھی ارادہ کیا ہے۔؟

انھوں نے کہا نہیں۔ داؤد نے کہا کبھی آپ کے اندر عُجب و خود بینی پیدا ہوئی ہے۔؟ انھوں نے کہا نہیں۔ داؤد نے کہا، کبھی آپ کے دل میں دنیا اور اسکی خواہشوں کی جانب میلان پیدا ہوا ہے۔؟ انھوں نے کہا ہاں۔ داؤدؑ نے پوچھا، آپ اس کا علاج کس چیز سے کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں پہاڑ کے اس شگاف میں داخل ہو جاتا ہوں اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے عبرت حاصل کرتا ہوں حضرت داؤدؑ ان کے ہمراہ اس شگاف میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک آہنی تخت رکھا ہوا ہے جس پر چند بوسیدہ ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں اور ایک لوہے کی تختی اس کے پاس رکھی ہوئی ہے داؤدؑ نے اس لوح کو پڑھا تو اس پر لکھا ہوا تھا، میں اروای ابن شلم ہوں، اور ایک ہزار سال بادشاہی کی ایکہزار شہر آباد کئے اور ایکہزار دوشیزہ لڑکیوں کو تصرّف میں لایا لیکن میرا آخری انجام یہ ہوا کہ خاک میرا فرش ہے پتھر میری مسند اور میرا تکیہ ہیں اور سانپ اور چیونٹیاں میرے ہمسائے ہیں پس جو شخص مجھے دیکھے وہ دنیا کا فریب نہ کھائے۔

بلّی کے بچّے پر رحم

تفسیر روح البیان میں روایت ہے کہ ایک نیک نفس انسان کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اور ان سے ان کی سرگذشت پوچھی گئی تو انھوں نے کہا، میرا ایک عمل میرے بہت کام آیا موسم سرما میں ایک روز سخت سردی تھی اور سخت بارش ہو رہی تھی اس عالم میں میں نے ایک بلّی کے بچّے کو دیکھا جو پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہا ہے بھوکا اور کمزور بھی ہے۔ مجھ کو اس پر بہت رحم آیا، اسے اپنی پوستین میں چھپا کر گھر کے اندر لایا اور کھلا پلا کر چھوڑ دیا۔ اس کے عوض میں یہاں خدا نے مجھ پر بہت سی مہربانیاں فرمائی ہیں۔

شاہین اور ایک گرفتار کی خدمت

سیّد جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک فرمانروا کی تنبیہ کا باعث یہ ہوا کہ وہ ایک روز شکار کے قصد سے باہر نکلا، اس کے ملازمین ضروری اشیاء لئے ہوئے اس کے ہمراہ تھے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ اور ایک بُھنا ہوا مُرغ اسکے سامنے رکھا گیا اور وہ اسے کھانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ناگہاں ایک شاہین سیدھا اوپر سے نیچے آیا اور اس مُرغ کو پنجوں میں دبا کر لے اُڑا۔ حاکم کو بہت غصّہ آیا اور حکم دیا کہ سب لوگ سوار ہو کے اس کا پیچھا کریں چنانچہ اس کا لشکر نیچے نیچے اس کے تعاقب میں دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اسے پہاڑ کے اُوپر سے گزرتے ہوئے دیکھا تو یہ لوگ گھوڑوں سے اُتر کر پہاڑ پر چڑھے اور دوسری جانب ڈھلان میں نیچے اترے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور زمین پر پڑا ہوا ہے۔ یہ پرندہ اپنی منقار سے گوشت کے ٹکڑے کر کر کے اس کے منہ میں ڈال رہا ہے اس کے بعد اُڑ گیا اپنی منقار میں پانی لاکر اسے پلا دیا۔ یہ لوگ قریب گئے اور اس شخص سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ایک تاجر ہوں اور سوداگری کے لئے جا رہا تھا کہ یہاں قزّاقوں نے میرا سب مال و اسباب لوٹ لیا اور مجھے بھی قتل کرنا چاہتے تھے۔ میں نے خوشامد کی کہ مجھے قتل نہ کرو تو انھوں نے کہا کہ تم سے خطرہ ہے، تم آبادی میں ہماری خبر پہونچا دو گے چنانچہ مجھے باندھ کر ڈال دیا اور چلے گئے۔ دوسرے روز یہ پرندہ آیا اور میرے لئے ایک روٹی لایا اور آج بھی یہ بُھنا ہوا مرغ لایا ہے یہ روزانہ دو مرتبہ میری خبر گیری کرتا ہے۔

لکھا ہے کہ یہ واقعہ معلوم کرنے کے بعد حاکم کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ اس نے کہا افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ایسے خدا سے غافل ہیں جو اس طرح سے ہمارا کام بناتا ہے اسنے مستند حکومت چھوڑ دی اور زمانے کے عبادت گزاروں میں شامل ہو گیا۔

اصل چیز عبرت ہے ۔ عبرت کے اسباب تو بہت زیادہ ہیں لیکن عبرت حاصل کرنیوالے کم ہیں ، جیساکہ ہمارے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ۔

"ما اکثر العبر و اقل الاعتبار"

احمد ابن طولون اور قاری قرآن

اگر تم قرآن کے ساتھ ہو اور دنیا سے ایمان کے ساتھ جاؤ تو اگر ایک شخص بھی تمھارے لئے اخلاص کیساتھ ایک قرآن پڑھ دے تو وہ تمھارے لئے کافی ہوگا ورنہ احمد ابن طولون کی حکایت سامنے آئے گی ۔

دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ وہ مصر کا بادشاہ تھا جب وہ مرا تو حکومت وقت کی طرف سے ایک قاری قرآن اس کی قبر پر معیّن کیا گیا اور اس کے لئے بہت بڑی تنخواہ مقرر کی گئی ، چنانچہ وہ تلاوت میں مشغول رہا کرتا تھا ۔ ایک روز لوگوں نے خبر دی کہ وہ قاری ناگہانی طور پر غائب ہو گیا ہے ۔ ہر طرف اسکی تلاش شروع ہوئی یہاں تک کہ اسے ڈھونڈ نکالا گیا ۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم کس لئے بھاگ آئے اس نے کچھ کہنے کی جراٴت نہیں کی صرف اشارے سے بتایا کہ میں استعفا دیتا ہوں اس سے کہا گیا کہ اگر تمھارا حق المحنت کم ہے تو اسے دوگنا کر دیا جائے گا ۔ اس نے کہا اگر کئی گنا اضافہ کر دیا جائے تب بھی میں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں بالآخر کہا گیا کہ جب تک تم اس کا سبب نہ بتاؤ گے ہم تم سے دستبردار نہ ہوں گے ۔ اس نے کہا چند راتیں پہلے صاحب قبر نے مجھ پر اعتراض کیا اور میرا گریبان تھام کر کہا کہ تم میری قبر پر قرآن کیوں پڑھتے ہو ۔؟

میں نے کہا ، مجھے یہاں معین کیا گیا ہے ۔ کہ تمھارے لئے قرآن پڑھوں تاکہ تمھیں اس کی برکت اور ثواب پہونچے اس نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ ہر اس آیت کے نتیجے میں جس کی تم تلاوت کرتے ہو میرے لئے آگ کے اوپر ایک اور آگ کا اضافہ ہو جاتا ہے ۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تو سن رہا ہے دنیا میں اس پر عمل کیوں نہیں کیا ؟ ۔ لٰہذا مجھ کو معاف رکھئے میں اب دوبارہ اس قبر پر قرآن پڑھنے کی جراٴت نہیں کر سکتا ۔

تیس سال کی نماز جماعت کا اعادہ

اس حکایت پر غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی کہیں اس بدنصیبی میں مبتلا نہ ہو جائیں ایک نیک اور متقی انسان تیس سال تک مسلسل ایک مسجد کی صف اوّل میں حاضر ہوتا رہا ۔ یہ تمام نمازیوں سے پہلے آجاتا تھا اور سب سے آخر میں جاتا تھا ۔

تیس سال کے بعد اتفاق سے ایک روز کوئی ایسا کام پیش آگیا کہ یہ ہمیشہ کی طرح مسجد جلد نہ پہونچ سکا ۔ جب یہ پہونچا تو جماعت کی صفیں قائم ہو چکی تھیں اور اگلی صفوں میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً آخری صف میں اقتدا کی ۔ جب نماز تمام ہوئی اور لوگ واپس جانے لگے تو اسے دیکھتے ہوئے جا رہے تھے اس کو اس بات سے سخت ملال اور خجالت ہوئی کہ لوگوں نے اسے آخری صف میں کیوں دیکھا اس کے بعد اس نے اپنی جگہ پر غور کیا کہ مجھے شرمندگی کس وجہ سے ہوئی ۔ اس نے خود اپنی ذات سے خطاب کیا کہ " اے بدبخت ! معلوم ہوتا ہے کہ تو ان تیس برسوں میں فقط لوگوں کے سامنے نمائش کے لئے پہلی صف میں کھڑا ہوتا تھا ورنہ اگر خدا کے لئے ایسا کرتا تھا تو آج جب کہ خدا نے ایسا نہیں چاہا اور تجھے آخری صف میں جگہ ملی تو لوگوں کے دیکھنے سے تجھے رنج اور خجالت کیوں لاحق ہوئی ؟ ۔ چنانچہ اس نے توبہ اور استغفار کیا اور گزشتہ تیس سال کی ساری نمازوں کی قضا کی ۔

تین سال کے بعد کیا کروں گا۔؟

تیس سال سے زیادہ مدت گزری شیراز میں ایک تاجر دیوالیہ ہوکر خانہ نشین ہو گیا اور گھر میں جو کچھ اثاثہ تھا بتدریج اسے فروخت کرکے اوقات بسر کرنے لگا۔

ایک روز اس فکر میں لگ گیا کہ اگر اسی طریقہ سے کام چلاتا رہا تو کب تک ایسا کرسکوں گا۔ چنانچہ جتنا سامان بچا تھا اپنے نزدیک اس کی قیمت لگائی اس کے بعد روزانہ کے اخراجات سے اس کی مطابقت کی تو اندازہ ہوا کہ تمام اشیاء کی فروخت سے صرف تین سال تک زندگی بسر کی جاسکتی ہے اس نے سوچا کہ پھر تین سال کے بعد کیا کروں گا؟ سوا اس کے کہ عام مجمعوں اور راستوں میں گدائی کا پیشہ اختیار کروں۔ میں جو ایک زمانے تک تاجر رہا اور شرافت کے ساتھ زندگی گزار چکا ہوں لوگوں کے سامنے کیونکر دست سوال دراز کروں گا۔ جب کہ سب مجھے پہچانتے بھی ہیں۔ آخر کار ان شیطانی وسوسوں کے نتیجہ میں زہر کھاکر خودکشی کرلی۔

جالینوس کا مرض الموت

حکیم جالینوس کو آخر عمر میں اسہال کا مرض لاحق ہوا اور ایک طویل مدت تک جسقدر وہ اپنے علاج کی کوشش کرتا رہا مرض بڑھتا گیا۔

لوگ اس پر طعن کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اپنے فن میں کمال کے باوجود تعجب ہے کہ امراض اور بالخصوص اس مرض کے علاج میں عاجز ہے۔ آخر کار لوگوں کے طعن وطنز سے تنگ آکر انھیں بلایا اور کہا۔ کہ ایک مٹکا لاؤ اور اسے پانی سے لبریز کرو پھر اس میں تھوڑی سی دوا ڈالی اور کہا اب اس کو توڑ دو، مٹکا توڑا گیا تو اس کا سارا پانی جم چکا تھا۔ جالینوس نے کہا کہ، میں یہ دوا کافی مقدار میں کھا چکا ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا یہ جان لو کہ قضائے الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نفع نہیں پہونچاتی۔ بالآخر اسی مرض میں انتقال کیا۔

ارسطومات مدقوقاً ضئیلا	وافلاطون مفلوجاً ضعیفا
مضیٰ بقراط مسلولاً ذلیلا	وجالینوس مبطوناً نحیفا

یعنی ارسطو تپ لازم میں مبتلا ہوکر مرا۔ افلاطون کا فالج میں انتقال ہوا، بقراط کی ہلاکت سل کے مرض میں ہوئی۔ اور جالینوس اسہال کی بیماری میں دنیا سے اٹھا۔ باوجودیکہ یہ چاروں اشخاص بہت بڑے حکماء اور اطباء میں سے تھے لیکن تعجب خیز ہے یہ بات کہ وہ انھیں امراض میں مبتلا ہوکر مرے جن کے علاج میں خصوصی مہارت رکھتے تھے تاکہ دنیا دیکھ لے "وھو القاھر فوق عبادہ" (یعنی خدا اپنے بندوں پر غالب ہے)

حمید ابنِ قحطبہ کی رحمتِ خدا سے مایوسی

کتاب عیون اخبار الرضا میں عبد اللہ بزاز نیشاپوری کا یہ بیان منقول ہے کہ میرے اور حمید ابن قحطبہ (ملعون) کے درمیان ایک معاملہ تھا۔ ایک بار میں سفر سے واپس آیا ہی تھا کہ اس نے مجھے بلا بھیجا، میں اسی سفری لباس میں اس کے سامنے چلا گیا، جب میں اس کے پاس پہونچا تو ماہ رمضان المبارک کی ایک تاریخ اور ظہر کا وقت تھا ملازمین ایک طشت اور آفتابہ لائے اس نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور مجھے بھی ہاتھ دھونے کا حکم دیا چنانچہ میں نے تعمیل کی اور یہ بھول گیا کہ ماہ رمضان ہے اور میں روزے سے ہوں جب کھانا لایا گیا تو مجھے یاد آیا اور میں پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔

حمید نے کہا، تم کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ میں نے کہا، ماہ مبارک ہے اور میں نہ مریض ہوں نہ افطار کے لئے کوئی دوسرا عذر رکھتا ہوں۔ غالباً آپ کوئی عذر رکھتے ہوں گے اس بات پر وہ رونے لگا اور کہا' میں بھی نہ بیمار ہوں نہ کوئی دوسرا عذر رکھتا ہوں، اور اس کے آنسو جاری ہو گئے کھانے سے فراغت کے بعد میں نے اس سے گریہ کا سبب پوچھا تو اس نے کہا جس زمانے میں ہارون رشید طوس میں تھا ایک رات مجھے طلب کیا، جب میں اس کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ اس کے قریب ایک شمع روشن ہے اور ایک سبز رنگ کی برہنہ شمشیر اس کے سامنے رکھی ہے۔ جب مجھے دیکھا تو پوچھا امیر المومنین کے لئے تمہاری اطاعت کیسی ہے؟ میں نے کہا، جان و مال کے ساتھ۔ اس پر مجھے رخصت کر دیا۔ دوبارہ پھر طلب کیا اور وہی سوال دہرایا، میں نے کہا جان و مال اور اہل و اولاد کے ساتھ۔ اس بار بھی مجھے رخصت کر دیا۔ پھر تیسری مرتبہ بلایا اور وہی سوال کیا۔ تو میں نے کہا، جان و مال، اہل و اولاد اور دین و ایمان کے ساتھ۔ یہ سُن کے وہ ہنسا اور کہا، یہ تلوار اٹھاؤ اور یہ خادم جس شخص کی نشاندہی کرے اسے قتل کرو۔ میں تلوار اٹھا کے خادم کے ہمراہ باہر نکلا وہ مجھے ایک گھر پہ لے گیا جس کے دروازے

پر قفل لگا ہوا تھا۔ ہم لوگ قفل کھول کے اندر گئے تو دیکھا کہ مکان کے وسط میں ایک کنواں ہے اور اس میں تین کوٹھریاں ہیں اور تینوں میں قفل ہیں۔ اس نے ایک کو کھولا تو میں نے دیکھا، کہ اولاد علیؑ و فاطمہؑ میں سے بیس نفر بوڑھے اور جوان زنجیروں میں جکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ خادم نے کہا سب کو قتل کرنا ہے وہ ایک ایک کو سامنے لاتا تھا اور میں اس کی گردن مار دیتا تھا پھر اس کے جسم و سر کو اسی کنوئیں میں ڈال دیتا تھا۔ اسی طرح بیسوں افراد قتل ہو گئے اس کے بعد اس نے دوسرا حجرہ کھولا اس میں بھی بیس نفر علوی سادات پابہ زنجیر تھے میں نے انھیں بھی ہارون رشید کے خادم کے اشارے پر قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر اس نے تیسرا حجرہ کھولا اس میں بھی بیس علوی اسی طرح مقید تھے۔ میں نے انھیں بھی سابق مقتولین کی طرح قتل کیا آخری شخص ایک بوڑھا انسان تھا اس نے مجھ سے کہا، وائے ہو تجھ پہ، روز قیامت جس وقت تجھ کو میرے جد حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کے حضور میں پیش کیا جائے گا تو اس وقت تیرے پاس کیا عذر ہو گا جب کہ تو ان کی اولاد میں سے ساٹھ بے گناہ افراد کا قاتل ہو گا۔ یہ سنتے ہی میرا بدن کانپنے لگا۔ لیکن خادم نے میری طرف غیض کی نظروں سے دیکھا اور مجھے خوف دلایا چنانچہ میں نے اس پیر مرد کو بھی قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ پس جس شخص نے اولاد رسولؐ میں سے ساٹھ افراد کو قتل کیا ہو اسے روزے اور نماز سے کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ مجھکو یقین ہے کہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لہٰذا روزہ نہیں رکھتا۔ مروی ہے کہ جب امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السّلام خراسان میں تشریف لائے تو عبد اللہ نیشاپوری نے آپ کے سامنے اس ملعون کی داستان اور پروردگار کی رحمت سے اس کی مایوسی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وائے ہو اس پر حمید خدا کی رحمت سے جو مایوسی رکھتا تھا اس کا گناہ ان ساٹھ نفر علوی سادات کے قتل سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ ملعون ان بے گناہ سادات کے قتل اور اس گناہ عظیم کے ارتکاب کے بعد اپنے خدا سے بالکل ہی منحرف نہیں ہو گیا ہوتا اور حقیقتاً اپنے جرم پر پشیمان ہو کے صدق دل سے توبہ کرتا اور گریہ و زاری اور عاجزی کے ساتھ رحمت خداوندی سے التجا کرتا تو خدائے کریم اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا، جس طرح پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا سید الشہداء جناب حمزہ کے قاتل وحشی کی توبہ قبول فرمائی تھی درحالیکہ اس نے حضرت رسولخدا کے دل کو غیر معمولی اذیت پہونچائی تھی اور اسکی اس وحشیانہ حرکت کے باوجود کہ اس نے ان بزرگوں کی لاش کا مثلہ کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کی توبہ منظور فرمائی تھی۔

لبیب عابد کی داستان

کتاب فرج بعد الشدّۃ میں لبیب عابد سے نقل کیا گیا ہے کہ، اپنے ایّام جوانی میں ایک روز میں نے اپنے گھر میں ایک سانپ کو سوراخ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کی دُم کو پکڑ کے طاقت کے ساتھ کھینچا تاکہ اسے باہر نکال کے مار ڈالوں دفعتہً اس نے اپنا سر باہر نکال کے میرے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ اس کے بعد میرا ایک ہاتھ شل اور ناکارہ ہوگیا، کچھ مدّت کے بعد دوسرا ہاتھ بھی شل ہوگیا، ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا کہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہوگیا اور میری زبان بھی گنگ ہوگئی میں ایک مدّت تک اسی حال میں رہا۔ اور مجھے ایک تخت پر ڈال دیا گیا تھا۔ میرے سارے حواس اور اعضاء و جوارح بالکل ہی جواب دے چکے تھے۔ اور فقط سُننے کی قوت باقی تھی جو میرے لئے ایک بڑی مصیبت تھی۔ کیونکہ میں ہر سخت و سُست اور ناگوار بات سنتا تھا۔ لیکن جواب دینے پر قادر نہیں تھا۔

اکثر اوقات میں پیاسا ہوتا تھا اور کوئی شخص مجھے پانی نہیں دیتا تھا۔ اکثر اوقات میں سیراب ہوتا تھا اور بہ جبر میری حلق میں پانی انڈیلا جاتا تھا لیکن میں اشارہ بھی نہیں کرسکتا تھا اسی طرح زیادہ ترین میں سخت بھوکا ہوتا تھا، اور کوئی شخص مجھے غذا نہیں دیتا تھا، اور بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ زبردستی میرے منھ میں غذا ٹھونسی جاتی تھی۔ جب اسی حالت میں جب کہ موت زندگی سے بدرجہا بہتر تھی ایک سال گذرا تو ایک عورت میری زوجہ کے پاس آئی اور پوچھا کہ لبیب کیسا ہے؟ زوجہ نے کہا، نہ وہ اچھا ہوتا ہے کہ اُسے راحت ملے اور نہ مرتا ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی موت سے آرام ملے۔ اسی طرح کچھ اور باتیں بھی کہیں۔ جن سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے تنگ آچکے ہیں۔ اور اپنا سکون و راحت میری موت میں سمجھتے ہیں چنانچہ میں بہت دِل شکستہ ہوا اور اس بیچارگی اور مجبوری کے عالم میں پورے خلوص اور انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کے ساتھ مناجات کی اور موت یا حیات کے

ذریعے اس کرب و شدّت سے نجات کی درخواست کی۔ اسی وقت میرے تمام اعضاء میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھنا شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور درد میں سکون ہوگیا تو میں سو گیا۔

جب بیدار ہوا تو دیکھا میرا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا ہے درحالیکہ وہ ایک سال سے زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اور اس میں مطلق حرکت نہیں تھی بجز اس کے کہ کوئی دوسرا شخص اسے جنبش دے میں نے تعجب کیا یہ کیسے ہوا میرے دل میں آیا کہ ہاتھ کو ہلا کے دیکھوں چنانچہ اُسے ہلایا، اٹھایا اور پھر سینے پر رکھا۔ دوسرے ہاتھ کو بھی حرکت دی پاؤں کا بھی امتحان لیا۔ اور بالآخر اپنی جگہ سے اٹھ کے تخت سے نیچے اُتر آیا۔ اور مکان کے صحن میں پہونچا تو میری نظر آسمان کی طرف گئی اور ایک سال کے بعد ستاروں کا مشاہدہ کیا، قریب تھا کہ مجھے شادی مرگ ہوجائے میری زبان سے بے اختیار یہ کلمہ جاری ہوگیا۔ یاقدیم الاحسان لک الحمد

تہی دستی کے بعد ثروت

کتاب فرج بعد الشدۃ میں ایک بڑے تاجر سے یہ عجیب داستان نقل کی گئی ہے۔ کہ میں حج کے سفر میں تھا اور ایک ہمیانی جس میں تقریباً تین ہزار دینار اور زر و جواہر تھے میری کمر سے بندھی ہوئی تھی راستے میں ایک منزل پر قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو وہ ہمیانی کھل کر گر گئی جب میں وہاں سے چند فرسخ آگے بڑھ گیا تو خیال آیا لیکن اب واپسی ممکن نہ تھی اور چونکہ میں بہت دولتمند تھا لہٰذا اس کثیر مال و زر کے گم ہو جانے کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا جب میں وطن واپس ہوا تو بلا اور مصائب کے دروازے میرے اوپر کھل گئے اور رفتہ رفتہ سارا مال و دولت میرے ہاتھوں سے جاتا رہا عزت کی زندگی ذلت سے بدل گئی اور میں دوستوں کے سامنے خجالت، دشمنوں کی شماتت، مال و ثروت کے زوال اور تباہ حالی کی وجہ سے آوارہ وطن ہو گیا۔ اثنائے سفر میں ایک رات ایک گاؤں میں پہونچا اس وقت مال و دنیا سے میرے پاس صرف ایک دانگ اور نصف نقرہ تھا۔ بارش کی اندھیری رات تھی، میں اپنے عیال کے ہمراہ اس گاؤں میں واقع ایک شکستہ حال کارواں سرا میں پہونچا اور وہیں میری اہلیہ کے یہاں ولادت ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا میرے لئے غذا کا انتظام کرو ورنہ میں اسی وقت ہلاک ہو جاؤں گی۔ میں انتہائی پریشانی اور فکر و اندوہ کے عالم میں ایک بقال کی دوکان پر گیا اس نے میری کافی خوشامد اور عاجزی کے بعد دروازہ کھولا، میں نے وہ ایک دانگ اور نصف نقرہ اسے دیا تو اس نے تھوڑا روغن زیتون اور میتھی جوش کر کے ایک مٹی کے پیالے میں ڈال کے مجھے دیا۔ جب میں کارواں سرا کے قریب پہونچا تو میرا پاؤں لڑکھڑایا اور میں گر پڑا وہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا اور جو کچھ اس میں تھا وہ سب گر گیا۔ میرا دل رنج اور غصّے کی شدت میں زندگی سے سیر ہو گیا۔ اور میں اسی جگہ پر کھڑا ہو کر اپنے منھ پر طمانچے لگانے اور بے اختیار بلند آواز سے گریہ و زاری کرنے لگا۔

اس مقام کے قریب ایک شاندار اور بلند و بالا مکان تھا۔ ایک شخص نے دریچے سے

سر نکالا اور مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تم نے آدھی رات کو یہ کیا شور و غوغا مچا رکھا ہے اور میری نیند خراب کی ہے؟

میں نے اس سے اپنی سرگذشت بیان کی، تو اس نے کہا، ایک دانگ اور نصف نقرہ کے لئے اسقدر رونا پٹینا؟۔ اس کی اس جھڑکی نے مجھے اور بیچین کر دیا، اور میں نے کہا، خدا جانتا ہے اتنی مالیت کی میرے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ لیکن مجھے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اوپر رحم آتا ہے جو بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں فلاں سال حج کے لئے گیا تھا۔ اس وقت مجھے ایسی فارغ البالی حاصل تھی کہ فلاں منزل پر میری ایک ہمیانی، جس میں تین ہزار دینار اور زر و جواہر تھے گم ہو گئی تھی لیکن اس کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ خدا سے ڈرو اور میری سرزنش نہ کرو۔ جب اس نے یہ بات سنی تو کہا، اس ہمیانی کی پہچان کیا ہے؟

میں پھر رونے لگا اور کہا، یہ کیا بے محل سوال ہے جو تم اس موقع پر مجھ سے کر رہے ہو؟ وہ اپنے گھر سے باہر نکل آیا اور مجھ سے کہا تم جب تک اپنی اس ہمیانی کی شناخت مجھے نہ بتاؤ گے میں تم سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ ناچار ہو کر میں نے اس سے تفصیل بیان کی تو میرا ہاتھ تھام کر اپنے گھر میں لے گیا، اور پوچھا کہ تمھارے عیال کہاں ہیں؟۔

میں نے پتا بتایا تو اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا اور وہ لوگ جا کر میرے اہل و عیال کو لے آئے اور اس کی حرم سرا میں پہونچا دیا۔ اس نے تاکید کی کہ جس چیز کی ضرورت ہو انھیں مہیا کی جائے، چنانچہ میرے لئے پیراہن اور لباس لایا گیا۔ اور مجھے نہا کے حمام لے جایا گیا۔ اس طرح میں نے وہ رات بہت آرام سے گزاری۔

جب میں صبح کو اٹھا تو اپنے کو انتہائی آرام و آسائش میں پایا۔

اس نے کہا کہ چند روز یہیں قیام کرو تاکہ تمھاری اہلیہ روبصحت ہو جائے اس نے دس روز تک میری میزبانی کی اور روزانہ دس بیس دینار دیتا تھا اس نے ابتدا میں میری جو سرزنش اور استہزا کیا تھا اس کے بعد اس قدر لطف و مہربانی پر مجھے حیرت تھی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ تمھارا پیشہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں ایک تاجر آدمی ہوں اور لین دین میرا پیشہ ہے۔ اس نے کہا

میں تمھیں سرمایہ دے رہا ہوں تاکہ میری شرکت میں خرید و فروخت کرو۔ اس کے بعد دو سو تلائی دینار لاکر مجھے دیئے اور کہا یہیں رہ کر خرید و فروخت شروع کرو! میں بہت مسرور ہوا اور تجارت میں مشغول ہوگیا۔ چند روز کے بعد جو نفع حاصل ہوتا تھا وہ لاکر اس کے پاس جمع کر دیتا تھا۔ ایک روز وہ گھر کے اندر گیا اور ایک ہمیانی لاکے میرے پاس رکھ دی میں نے دیکھا تو وہی ہمیانی تھی جو سفر حج میں مجھ سے کھو گئی تھی۔ انتہائی خوشی کی وجہ سے مجھ کو غش آگیا جب میں ہوش میں آیا تو کہا۔ اللہ اللہ یہ تو وہی ہمیانی ہے جو مجھ سے مکّۂ معظمہ کے راستے میں گر گئی تھی۔ اس نے کہا کہ، کئی سال سے اس ہمیانی کی نگہداشت کی زحمت میں مبتلا ہوں جس دن تم نے اس کی شناخت بیان کی تھی میں نے چاہا تھا کہ تمھیں واپس کر دوں۔ لیکن یہ خوف ہوا کہ تمھیں کہیں شادی مرگ نہ ہو جائے لہٰذا بتدریج تمھارا مال تم تک پہونچایا۔ اب اپنی ہمیانی لو اور مجھے معاف کر دو۔

میں نے وہ ہمیانی لے کر جو کچھ قرض میرے ذمّہ تھا اسے ادا کر کے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر اس نیک انسان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے وطن واپس ہوا اور اسی روز سے فراخی اور فارغ البالی کے دروازے دوبارہ مجھ پر کھُل گئے۔

یقیناً "انّ مع العسر یسراً" یعنی ہر سختی کے ساتھ آسائش ہے۔

شاہ سلیمان صفوی کے خزانے کا قرض

ایک شخص پر شاہ سلیمان صفوی کے خزانے کا پانچ ہزار تومان قرض ہوگیا اور اس سے تحریر لی گئی کہ ایک معینہ مدّت کے اندر ادا کر دے گا۔ اس نے کسی نہ کسی طرح رقم اٹھا کے اسی مدّت کے اندر قرض ادا کر دیا۔ اور اس کی رسید حاصل کر لی لیکن اس کی سند تحریر واپس نہیں مل سکی۔ چند روز کے بعد وصول کرنے والے اہلِ کار کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ پر دوسرا شخص مقرر ہو گیا۔ اس نے وہ تحریری سند جس میں ادائیگی کی مدّت درج تھی بر آمد کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کر دی۔ وہ قرضدار شخص کہتا ہے کہ جب مجھے طلب کیا گیا تو میں نے کہا میں یہ رقم ادا کر چکا ہوں اور میں نے اسکی رسید بھی لے لی تھی۔ مجھ سے کہا گیا کہ وہ رسید لے آؤ۔ ورنہ تمھیں یہ رقم ادا کرنا ہوگی۔

میں گھر پہونچا اور گھر کا سارا سامان اُلٹ پلٹ کے دیکھا لیکن وہ رسید نہیں ملی یہاں تک کہ ایک ہفتے تک تلاش کرنے کے باوجود اس کا سُراغ نہیں ملا۔ چنانچہ مجھ پر ایک سخت وصول کنندہ مقرر کیا گیا میں نے پھر ایک ہفتے کی مہلت لی اور پڑوسیوں کے گھروں اور ہر اس مقام پر ڈھونڈھا جہاں اس کے ہونے کا امکان تھا لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ تیسرے ہفتے میں بہت ہی سخت اور ظالم قسم کے کارندے مقرر کئے گئے کہ یا وہ مجھ سے مطالبہ وصول کریں۔ یا مجھے قتل کر دیں، میرے لئے اتنی رقم مہیا کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی ملازمین مجھے گھر سے کھینچتے ہوئے لے چلے کہ چوراہے پر مجھ کو سزا دی جائے تاکہ وہ مطالبہ وصول ہو یا میں ہلاک ہو جاؤں۔

میں چلتے ہوئے اثنائے راہ میں پنجتن پاک علیہم السّلام سے متوسل ہوا۔

میں چونکہ افیون استعمال کرنے کا عادی تھا اور وہ آج میسّر نہیں ہوئی تھی لہٰذا میں بے حال ہو گیا تھا۔ راستے میں ایک عطار کی دوکان پر پہونچا تو اس سے تھوڑا افیون کا معجون

طلب کیا، اس نے ایک کاغذ میں لپیٹ کر مجھے دے دیا۔ میں نے وہ معجون کھالیا اور کاغذ پھینک دیا۔ لیکن وہ کاغذ میرے دامن سے چپک گیا میں نے دامن کو جھٹکا لیکن وہ نہیں گرا، بالآخر میں نے اسے کپڑے سے چھڑا کر پھینکنا چاہا تو دیکھا کہ اس پر مہر لگی ہوئی ہے جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی ادائیگی کی رسید ہے جس کا مجھ سے مطالبہ کیا جارہا ہے میں شدید مسرت کے عالم میں دوزانو ہو کر اسی جگہ سجدۂ شکر بجالایا اور وہ رسید پیش کر کے رہائی حاصل کی۔

ایک محتاج سیّد کی داستان

۱۲۲۹ھ میں کاشان کے اندر دیوانی کا ایک تحصیلدار ایک محتاج سیّد سے دیوانی کے کچھ مطالبے کا تقاضہ کر رہا تھا اور اس کے لئے تشدّد سے کام لے رہا تھا۔ وہ سیّد ہر چند عاجزی اور الحاح وزاری کرتا تھا۔ کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، مجھے مہلت دی جائے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ تحصیلدار نے کہا۔ اگر تمھارے جد کچھ کر سکتے ہیں، یا تمھارے سر سے میرے زور و زبردستی کی بلا کو ٹال دیں، یا تمھارے لئے کارسازی کریں پھر اس سے ایک معتبر ضمانت لی اور کہا کہ اگر کل صبح طلوع آفتاب تک رقم جمع نہ کرو گے تو تمھارے حلق میں نجاست بھروادوں گا۔ اپنے جد سے کہو جو کچھ کر سکتے ہوں کرلیں۔

جب رات ہوئی تو وہ مردود گھر کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ نصف شب میں پیشاب کرنے کے لئے اٹھا اور چھت کے کنارے تک آیا۔ چونکہ اندھیرا تھا لہٰذا اس کا پاؤں پرنالے کے اوپر پڑا اور وہ پرنالے کے ساتھ نیچے گرا۔ حُسنِ اتفاق سے پرنالے کے نیچے بیت الخلاء کا ایک کنواں بھی تھا وہ سر کے بھل سیدھا اسی کنوئیں میں چلا گیا۔ اس آدھی رات میں کسی کو اس کا علم بھی نہیں ہوا۔ جب لوگ صبح کو پہونچے تو دیکھا کہ وہ سر سے ناف تک نجاست اور غلاظت میں غرق ہے۔ اس کے حلق میں اتنی نجاست بھر گئی ہے کہ اس کا پیٹ پھول گیا ہے اور وہ اسی حالت میں مر چکا ہے۔

شدائد اور خدا کی رحمت

نراقی مرحوم کی کتاب خزائن میں مدینے کی ایک بزرگ شخصیت سے منقول ہے کہ ایک بار زمانہ مجھ سے ناموافق ہو گیا اور میں نعمت و ثروت کی زندگی بسر کرنے کے بعد فقر و افلاس میں مبتلا ہو گیا میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری حالت پر افسوس فرمایا اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ "اگر تم کبھی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ تو بے صبری اور جزع و فزع نہ کرو کیونکہ تم بہت دنوں تک فارغ البالی اور آسائش میں بھی رہ چکے ہو ہر شدت وسختی کے بعد راحت و آسائش کا دور آتا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" یعنی ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے یہ کلام ہر بات سے زیادہ سچا ہے۔ ناامید نہ ہو کیونکہ مایوسی کفر ہے۔

"خدائے تعالیٰ عنقریب ہی تمھیں غنی کر دے گا۔ پس اپنے پروردگار سے بدگمانی نہ کرو۔ حق یہ ہے کہ وہ نیکی کے ساتھ سب سے زیادہ وفا کرنے والا ہے۔" الخ

جب میں نے حضرت سے یہ اشعار سنے تو خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسی تسلّی اور خوشی عطا فرمائی کہ جب میں وہاں سے نکلا تو اپنے کو تمام لوگوں سے زیادہ تونگر اور دولتمند محسوس کرنے لگا اور زیادہ مدّت نہیں گزری تھی کہ خدا نے مجھے اس رنج و محنت سے نجات عطا فرمائی۔

لائق توجّہ

اس کتاب میں حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رنج و غم اور شدّت کے دفع ہونے کے لئے اس آیۂ کریمہ کو پڑھا جائے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ "

اسی طرح آنحضرتؐ سے یہ جملہ بھی منقول ہے،

اللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا "

اس مقام پر اور دیگر کتب ادعیہ میں اور بھی دعائیں موجود ہیں بہتر ہے کہ ان سے استفادہ کیا جائے تاکہ انسان شدائد میں پھنس کے اپنے کو گم نہ کر دے۔

استجابت میں تاخیر قرب کی موجب ہے

علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ حیاتؔ القلوب میں فرماتے ہیں کہ بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بیابانوں اور شہروں میں گشت فرما رہے تھے تاکہ خدا کے مخلوقات سے عبرت حاصل کریں ایک روز آپ نے دیکھا کہ بیابان میں ایک شخص نماز میں مشغول ہے اس کی صدا آسمانوں کی طرف بلند ہو رہی ہے اور اس کا لباس پشمینے کا ہے۔ حضرت ابراہیم اس کی نماز سے متعجب ہوئے اور اس کے قریب بیٹھ گئے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ تمہارا طریقہ مجھے پسند آیا ہے، میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں لہذا یہ بتاؤ کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟ تاکہ جب چاہوں وہاں آسکوں۔ اس نے کہا تم میرے گھر تک نہیں پہونچ سکتے کیونکہ بیچ میں ایک دریا حائل ہے اور تم اسے پار نہیں کر سکتے، آپ نے فرمایا پھر تم کس طرح عبور کرتے ہو۔ اس نے کہا میں پانی پر چل سکتا ہوں، آپ نے فرمایا جو خدا تمھیں پانی پر چلاتا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ پانی کو میرے لئے بھی مسخر کر دے اٹھو چلو تاکہ آج کی رات میں تمھارے ساتھ گزاروں۔

جب یہ دونوں بزرگوار دریا کے پاس پہونچے تو اس شخص نے بسم اللہ کہی اور پانی کے اوپر سے گزر گیا، حضرت ابراہیمؑ نے بھی بسم اللہ کہی اور دریا کو عبور فرمایا، اس شخص نے اس پر تعجب کیا۔ یہاں تک کہ دونوں اس عابد کے گھر پر پہونچ گئے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس سے پوچھا، کون سا دن تمام دنوں سے سخت ہے؟

اس نے کہا جس روز خدا اپنے بندوں کو ان کے کردار کے مطابق سزا و جزا دے گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا آؤ ہم دونوں مل کے دعا کریں کہ خدا ہمیں ایسے دن کے شر سے امان میں رکھے، اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، آؤ گنہگار مومنین کے لئے دعا کریں۔ عابد نے کہا میں دعا نہیں کرتا کیونکہ تیس سال گزر چکے ہیں میں خدا سے ایک حاجت طلب کرتا رہا ہوں لیکن

وہ پوری نہیں ہوئی اور جب تک وہ حاجت پوری نہ ہوگی اس سے کوئی دوسری حاجت طلب نہ کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اے عابد جب خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کی دُعا کو حبس کر لیتا ہے تاکہ وہ اس سے مناجات کرے اور پھر طلب کرے اور جب کسی بندے کو دشمن رکھتا ہے تو اس کی دعا کو جلد قبول فرما لیتا ہے یا اس کے دل میں ناامیدی ڈال دیتا ہے تاکہ دعا نہ کرے اس کے بعد عابد سے پوچھا کہ تمھاری حاجت کیا تھی؟ اس نے کہا ایک روز میں اسی مقام پر عبادت کر رہا تھا ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکے کو دیکھا جس کی پیشانی سے نور ساطع تھا، اور وہ چند بھیڑیں اور گائیں چرا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ بھیڑیں کس کی ہیں؟ اس نے کہا میری۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ابراہیمؑ خلیل اللہ کا فرزند اسمٰعیلؑ۔ پس میں نے دعا کی اور خدا سے التجا کی کہ مجھے اپنے دوست ابراہیمؑ سے ملا دے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اب تمھاری دعا قبول ہو چکی ہے اور میں ہی ابراہیمؑ ہوں۔ یہ سُن کے وہ عابد بہت خوش ہوا اور اپنے ہاتھ آپ کی گردن میں ڈال کے آپ کی گردن کے بوسے لئے۔ اور خدا کا شکر کرنے لگا۔ اسکے بعد دونوں نے مل کے مومنین و مومنات کے حق میں دعا کی۔

رسولِ خدا کا عہد

جس وقت سہیل ابن عمر صلح حدیبیہ کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ مذاکرہ کر رہا تھا تو عہد نامہ لکھنے کے موقع پر اور اس پر دستخط ہونے سے قبل جندل ابن سہیل جو کفار قریش کے درمیان سے بھاگ کر آیا تھا اور اس کے پاؤں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اسلام کا اعلان کرتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو گیا جب اس کے باپ نے دیکھا تو اس کے پاس آ کے ایک تمانچہ لگایا اور کہا، اے محمدؐ یہ پہلا موقع ہے جس کے بارے میں ہم نے ایک دوسرے سے معاہدہ اور مصالحت کی ہے لہٰذا تمھیں میرے فرزند کو واپس کر دینا چاہیئے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس عہد کی بنا پر جو باہم طے پا چکا تھا اس بات کو قبول فرما لیا اور جندل کو اس شرط پر دینے کے لئے آمادہ ہو گئے کہ سہیل اسے امان دے اور کوئی اذیت نہ پہونچائے۔ اس نے آنحضرتؐ کے اصرار پر اُسے امان دی لیکن جندل نے کہا کہ اے مسلمانو! میں اسلام لا چکا ہوں اب کیسے مشرکین میں جا کے رہوں؟ آنحضرتؐ نے کہا جاؤ اور صبر کرو یہاں تک کہ خدا تمھارے لئے نجات اور کشادگی کا انتظام فرمائے میں جو عہد و پیمان کر چکا ہوں اس کے برخلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ سہیل اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ لے گیا لیکن اپنے عہد پر وفا نہیں کی اور اسے سخت اذیت و آزار پہونچایا۔

حرامِ غذا

شریک ابن عبداللہ قاضی کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ ابتدا میں وہ ایک پرہیزگار فقیہ تھا، یہاں تک کہ ایک روز اسے مہدی عباسی نے طلب کیا اور اسے مجبور کیا کہ ان تین کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرے۔ یا منصب قضاوت قبول کرے یا خلیفہ کے اطفال کا معلّم اور مربّی بنے یا ایک مرتبہ خلیفہ کے یہاں کا کھانا کھالے۔ شریک نے کھانا کھانے کو دوسرے دو کاموں کی نسبت آسان سمجھا لہٰذا اسی کو اختیار کیا۔ خلیفہ نے اپنے خاص باورچی کو حکم دیا کہ اس کے لئے انواع و اقسام کی لذیذ غذائیں تیار کرے۔ جب شریک نے وہ غذائیں تیار کیں تو باورچی نے کہا یہ کھانا کھانے کے بعد اب شریک نجات حاصل نہ کر سکے گا اور یہی ہوا بھی کیونکہ ان حرام لقموں نے اس کے اندر ایسی تاثیر کی کہ اس نے بقیہ دونوں کام بھی منظور کر لئے قاضی بھی بن گیا اور خلیفہ کے اطفال کا مربی اور اتالیق بھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اسے کچھ معینہ رقم ملنا تھی اس کی وصولی کے لئے اس نے بیت المال پر سختی کرنا شروع کی تو خزانچی نے کہا تم نے ہمارے ہاتھ گیہوں نہیں بیچے ہیں کہ ان کی قیمت وصول کرنے کے لئے اتنا دباؤ ڈال رہے ہو اس نے کہا حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے گیہوں سے زیادہ قیمتی شے فروخت کی ہے اور وہ ہے میرا اپنا دین و ایمان۔

جناب بہلول دانا نے کسقدر شیریں بات کہی ہے۔ جس وقت ہارون رشید کی جانب سے اُنکے لئے کھانے کا خوان لایا گیا تو انھوں نے اسے واپس کیا اور قبول نہیں کیا۔ خلیفہ کے کارندوں نے کہا کہ خلیفہ کا ہدیہ واپس نہیں کیا جا سکتا۔

اس پر انھوں نے اس جگہ موجود کُتّوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انکے سامنے ڈال دو یہ کھالیں گے۔ خلیفہ کے ملازمین سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ تم نے خلیفہ کے ہدیے کی توہین کی ہے۔ انھوں نے کہا آہستہ بولو ورنہ اگر کُتّے سمجھ لیں گے کہ یہ خلیفہ کا کھانا ہے تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔

سید علی اصفہانی اور قرضخواہ

کتاب دار السلام نوری صفحہ ۲۳۵ میں جناب سید حسن ابن سید علی اصفہانی سے نقل کیا گیا ہے کہ میں اپنے باپ کے انتقال کے وقت نجف اشرف میں تحصیل علم میں مشغول تھا میرے باپ کے معاملات میرے بعض بھائیوں کی سُپردگی میں تھے، اور مجھے ان امور کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ جب میرے باپ کے انتقال کو سات مہینے گزرے تو اصفہان میں میری ماں بھی انتقال کر گئیں اور ان کا جنازہ نجف اشرف لایا گیا، انھیں ایام میں میں نے ایک رات اپنے باپ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ آپ کا انتقال تو اصفہان میں ہوا تھا اور اب نجف اشرف میں ہیں؟ انھوں نے فرمایا، ہاں مرنے کے بعد مجھے یہاں جگہ دی گئی ہے؟ میں نے پوچھا میری ماں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ تو فرمایا کہ وہ بھی نجف اشرف میں ہیں مگر ان کا مکان دوسرا ہے اس بات سے میں نے جانا کہ ان کا درجہ میرے باپ کے درجہ کے برابر نہیں ہے۔
پھر میں نے پوچھا کہ آپ کا حال کیسا ہے؟ فرمایا کہ میں شدت اور سختی میں تھا بحمد اللہ اب آرام میں ہوں، میں نے تعجب کیا اور کہا کہ آیا آپ جیسا انسان بھی زحمت میں گرفتار تھا؟ انھوں نے فرمایا ہاں، آقا بابا معروف بہ نعلبہ کے فرزند حاج رضا کا کچھ مطالبہ میرے ذمّے تھا اور وہ مجھ سے طلب بھی کرتے تھے لیکن میرے حالات خراب تھے اس وجہ سے ادا نہیں کر سکا۔ یہ سُن کے میں خوف اور اضطراب کے باعث بیدار ہو گیا اور اپنے بھائی کو جو میرے باپ کے وصی بھی تھے اپنے خواب کی کیفیت تحریر کی اور لکھا کہ وہ اس اَمر کی تحقیق کریں کہ آیا ایسے کسی شخص کا کوئی مطالبہ میرے باپ کے ذمّہ واجب الادا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تمام کاغذات میں تفتیش کی لیکن قرضخواہوں میں حاج رضا کا نام نہیں ملا۔ میں نے دوبارہ لکھا ہے کہ اس شخص کو تلاش کیجئے اور اس سے پوچھئے کہ آیا اس کا میرے باپ کے ذمّے کوئی مطالبہ تو نہیں تھا۔

میرے بھائی نے جواب میں لکھا، کہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہاں، مجھے ان سے تقریباً اٹھارہ (۱۸) تومان ملنا تھے۔ اور سوا خُدا کے کسی کو اس کا عِلم نہیں تھا۔ میں نے ان مرحوم کے انتقال کے بعد تم سے سوال کیا کہ آیا اُن مرحوم کے قرضخواہوں میں میرا نام درج ہے یا نہیں؟۔
تم نے کہا نہیں۔ اور میرے پاس بھی کوئی سند یا ثبوت موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں بہت فکر مند ہوا کہ مرحوم نے کس وجہ سے میری اس رقم کو اپنے کاغذات میں درج نہیں کیا—؟
میں نے اس قرضخواہ کو وہ روپے ادا کرنا چاہے لیکن اس نے قبول نہیں کئے، اور کہا کہ میں انھیں معاف کر چکا ہوں۔

عذابِ قبر

دار السلام عراقی جزء مکاشفات برزخی میں سید جلیل اور عارف نبیل سید محمد عراقی کا یہ مکاشفہ درج ہے کہ میں اپنے ایام جوانی میں عراق کے مشہور و معروف قریے "کزہرود" میں جو میرا اصلی وطن ہے قیام پذیر تھا، وہاں ایک شخص نے جس کا نام و نسب میں جانتا ہوں انتقال کیا اسے میرے گھر کے سامنے ایک قبرستان میں دفن کیا گیا، دفن کے بعد چالیس روز تک جب مغرب کا وقت آتا تھا تو اس کی قبر سے ایک آگ کا شعلہ سا نمایاں ہوتا تھا اور جگر سوز نالہ و فریاد کی آواز سنی جاتی تھی۔ بلکہ ایک شب کے آغاز میں تو اس شخص کی نالہ وزاری نے اسقدر شدت پیدا کی کہ میں بجائے خود سخت خوف و ہراس میں مبتلا ہو گیا اور انتہائی دہشت کی وجہ سے میرا جسم لرزنے لگا۔ یہاں تک کہ میں ضبط نہ کر سکا اور قریب تھا کہ غش کر جاؤں بعض لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو مجھے اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ کچھ مدّت کے بعد جب میری طبعیت قابو میں آئی تو اس شخص کی اس حالت پر تعجب ہوا کیونکہ اس کے حالات زندگی اس کیفیت سے مطابقت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی زندگی میں چند روز تک اپنے محلّے کے مالیات کا محاسب اور کارپرداز رہا تھا۔ اس نے ایک سیّد سے ان پر عائد کیا ہوا محصول طلب کیا، وہ سیّد اس کی ادائگی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، لہٰذا انھیں قید میں رکھا اور ایک مدّت تک اپنے گھر کی چھت سے لٹکائے رکھا تھا۔

مالیات وصول کرنے والے کی موت

ایک ثقہ بزرگ سے منقول ہے کہ کچھ دنوں قبل کاشان میں ایک شخص آقا محمد علی عطار و نکی جماعت کا منتظم اور ان کے مالی امور کا نگراں تھا۔ اس نے پابندی لگائی کہ کوئی دوسرا شخص کسی قیمت پر بھی عطاری کے اجناس کی خرید و فروخت نہ کرے۔

ایک محتاج سیّد نے تھوڑی خوشبو حاصل کی تھی اسے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا وہ ظالم شخص مطلع ہوا تو بازار میں انھیں پاکر گالیاں بھی دیں اور منھ پر تمانچے بھی لگائے۔ وہ بیچارہ یہ کہہ کے وہاں سے روانہ ہوا کہ میرے جد تمھیں اس کی سزا دیں۔ اس ظالم نے یہ بات سُنی تو پلٹ کر اپنے ملازم سے کہا کہ اُسے واپس لاؤ اور پھر ان کی پُشت اور گردن پر چند گھونسے لگائے اور کہا کہ جاؤ اپنے جد سے کہو کہ میرے شانے کو باہر نکال دیں

دوسرے ہی روز وہ مردود بخار میں مبتلا ہوا اور شب کو اس کے شانوں میں درد پیدا ہو گیا۔ دوسرے روز شدید وَرم ہو گیا، اور فاسد مادہ شانوں میں اُتر آیا۔ چوتھے روز جرّاحوں نے شانوں کا سارا گوشت اس طرح کاٹ کر پھینک دیا کہ ہڈّیوں کی نوکیں باہر نکل آئیں، اور ساتویں روز وہ مر گیا۔

ع۔ با آل نبیؐ ہر کہ در افتاد بر اُفتاد۔

امام جعفر صادقؑ کی وفائے عہد

علی ابن حمزہ کا بیان ہے کہ بنی اُمیّہ کے منشیوں میں سے ایک شخص میرا دوست تھا اس نے مجھ سے خواہش کی کہ اس کے لئے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ملاقات کی اجازت حاصل کروں۔ جب وہ امام کی خدمت میں پہونچا تو سلام کے بعد عرض کی کہ، میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میں بنی اُمیہ کے دفتر میں منشی تھا۔ مجھے ان کی دنیا سے کثیر دولت حاصل ہوئی ہے اور میں نے ان اموال کے حصول میں حلال و حرام کا کوئی لحاظ نہیں رکھا ہے حضرتؑ نے فرمایا اگر بنی اُمیّہ کے پاس کوئی ایسی جماعت نہ ہوتی جو ان کے لئے تحریری کام انجام دے، انکے لئے مال غنیمت جمع کرے، ان کے دشمنوں سے جنگ کرے، اور ان کے اجتماعی امور میں حاضر رہے تو وہ ہمارے حق کو ہرگز ضبط نہیں کر سکتے تھے۔ اور اگر لوگ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے تو جو کچھ ان کے پاس تھا اس کے علاوہ اور کچھ ان کے تصرف میں نہ آتا۔

اس بات پر اس شخص نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میں نے جو کچھ کر رکھا ہے، کیا اس سے میری گلو خلاصی کی کوئی راہ ہے۔؟

حضرت نے فرمایا، اگر میں تمھیں کوئی بات بتاؤں تو کیا اس پر عمل کرو گے؟

اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا تم نے ان کے دفتری معاملات سے جتنا مال و زر حاصل کیا ہے اسے علٰحدہ کرو، صاحبان حق میں سے جس شخص کو پہچانتے ہو اسے اس کا حق واپس کرو اور جس شخص کو نہ جانتے ہو اس سے جو کچھ لیا ہے اُسے تصدّق کرو (یعنی اس کے مالک کی طرف سے خدا کی راہ میں صدقہ دو) تاکہ میں امر کی ضمانت لوں کہ خدا تمھیں بہشت میں داخل کریگا علی ابن حمزہ کہتے ہیں کہ اس جوان نے دیر تک سر جھکائے رکھا اس کے بعد کہا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اس پر عمل کروں گا۔

اس کے بعد وہ میرے ہمراہ کوفے آیا اور جو مال و متاع اس کے پاس تھا اسے اسکے

حقداروں کو واپس کیا اور جو کچھ باقی بچا اسے صدقہ کر دیا یہاں تک کہ اس نے اپنے جسم کا سارا لباس بھی دیدیا۔ چنانچہ میں نے اپنے رفیقوں سے کچھ رقم حاصل کی جس سے اس کے لئے لباس مہیّا کیا، اور کچھ اس کے خرچ کے لئے دیا۔

چند مہینے گزرنے کے بعد بیمار ہوا۔ میں ایک روز اس کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ نزع کے عالم میں ہے اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا، اے علی ابن حمزہ! خدا کی قسم تمھارے آقا نے جو شرط کی تھی اسے وفا کر دیا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور ہم لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین اور دفن کا انتظام کیا۔

اس کے جب میں مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرّف ہوا۔ تو آپ نے فرمایا، اے علی! ہم نے تمھارے دوست سے جو شرط کی تھی اسے وفا کر دیا۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ سچ فرماتے ہیں۔ خود اس نے بھی اپنی موت کے وقت مجھ سے یہی بات کہی تھی۔

صفوان جمّال سے امام موسیٰ کاظمؑ کی فرمائش

صفوان ابن مہران جمّال کوفی امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے اور ایک متقی انسان تھا۔ اس نے اونٹ کرایہ پر دینے کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا تھا اور کثیر تعداد میں اونٹوں کا مالک تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک روز میں امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، اے صفوان! تمہارے سارے کام اچھے ہیں سوا ایک کے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں، وہ کون سا کام ہے؟ تو حضرت نے فرمایا، تم اپنے اونٹ اس شخص (یعنی ہارون رشید) کو کرائے پر دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا، میں یہ اونٹ حرص و ہوس، دولت بڑھانے، صید و شکار، اور لہو و لعب کے لئے کرایہ پر نہیں دیتا ہوں بلکہ خدا کی قسم جب اس نے سفر حج کے لئے خواہش کی تو میں نے دیدیئے اور خود میں بھی اس کی خدمت میں حاضری نہیں دیتا ہوں بلکہ اپنے غلاموں کو اس کے ہمراہ بھیج دیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا، آیا تم کرائے کی رقم نقد لیتے ہو یا اس کا اور اس کے متعلقین کے ذمہ باقی رہتی ہے تاکہ واپسی کے بعد ادا کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا، آیا تم اسکو یہ کہدو کہ ہارون اور اس کے ساتھی جب تک تمہارا کرایہ ادا نہ کر دیں زندہ رہیں۔

حضرت نے فرمایا جو شخص ان کی بقا اور حیات کو پسند کرتا ہو وہ بھی انھیں میں سے ہے اور جو شخص ان میں شمار ہو جائے وہ بھی جہنم میں رہے گا۔

صفوان کہتا ہے کہ، امامؑ کے ارشاد کے بعد میں نے اپنے تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔ جب اس کی اطلاع ہارون کے کانوں تک پہونچی تو اس نے مجھے طلب کر کے کہا کہ، جیسا میں نے سنا ہے تم نے اپنے اونٹ فروخت کر دیئے ہیں

میں نے کہا ہاں، میں بوڑھا ضعیف و ناتواں ہو گیا ہوں لہٰذا میں بذات خود اونٹوں کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا، اور غلام بھی جیسی چاہیے پابندی سے نگہداشت نہیں کرتے۔ ہارون نے کہا

ایسا نہیں ہے، ایسا نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تمھیں اس کام پر کس نے آمادہ کیا ہے۔ یہ کام موسیٰ ابن جعفرؑ کے اشارے پر ہوا ہے

تمھیں موسیٰ ابن جعفر سے کیا کام ہے؟

اس نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، اگر میری مصاحبت میں تمھارے اچھے طرز عمل کا حق نہ ہوتا تو میں تمھیں قتل کروا دیتا۔

امام موسیٰ کاظمؑ اور علی ابن یقطین

ابراہیم جمّال نے علی ابن یقطین (وزیر ہارون رشید) کے پاس جانے کی اجازت مانگی لیکن اسے اجازت نہیں ملی اور ملازمین نے اسے روک دیا۔

اسی سال علی ابن یقطین حج سے مشرف ہوئے اور مدینے پہونچے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی لیکن حضرت نے انھیں اجازت نہیں دی انھوں نے دوسرے روز حضرت سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ، اے میرے آقا! میرا کیا گناہ تھا کہ آپ نے مجھے حاضری کی اجازت نہیں دی؟ حضرت نے فرمایا، اس لئے کہ تم نے اپنے ایک بھائی کو اجازت نہیں دی تھی۔ خدا اس وقت تک تمھاری سعی کو قبول نہیں فرمائے گا جب تک ابراہیم تمھیں معاف نہ کرے، علی ابن یقطین نے عرض کیا، اے میرے آقا! اس وقت ابراہیم جمّال کہاں ہے کہ میں اسے اپنے سے راضی اور خوشنود کروں۔ میں مدینے میں ہوں اور وہ کوفے میں۔

حضرتؑ نے فرمایا، جب رات ہو جائے تو بغیر اس کے کہ تمھارے رفیقوں میں کسی کو اطلاع ہو تنہا بقیع میں جاؤ، وہاں ایک اصیل مرکب ملے گا، اسپر سوار ہو جانا۔ چنانچہ علی ابن یقطین نے ایسا ہی کیا، اور تھوڑی سی دیر بعد اپنے کو ابراہیم کے گھر کے دروازے پر پایا، دروازے پر دستک

دی اور کہا، میں ہوں علی ابن یقطین۔

ابراہیم نے گھر کے اندر سے کہا کہ، علی ابن یقطین کا میرے دروازے پر کیا کام ہے۔ علی نے فریاد کرتے ہوئے کہا، میرا کام بہت بڑا ہے اور اسے قسم دی کہ مجھے داخل ہونے کی اجازت دو۔ چنانچہ جب گھر کے اندر پہونچے تو کہا، اے ابراہیم مجھے میرے مولا نے قبول نہیں فرمایا جب تک تم مجھے معاف نہ کر دو۔ ابراہیم نے کہا خدا تمھیں معاف فرمائے۔ علی ابن یقطین نے اسے قسم دی کہ اپنا پائوں میرے چہرے پر رکھو، ابراہیم اس پر آمادہ نہیں ہوا تو انھوں نے دوبارہ قسم دی۔ جب ابراہیم نے قسم پر عمل کیا تو علی ابن یقطین کہہ رہے تھے کہ خداوندا گواہ رہنا، اس کے بعد مرکب پر سوار ہوگے اور اپنے کو امام موسیٰ کاظم علیہ السَّلام کے دروازے پر پایا۔ دروازے پر دستک دی تو امامؑ نے انھیں داخلے کی اجازت دیدی۔

اس روایت سے برادران ایمانی کے حقوق کی عظمت بخوبی ثابت ہوتی ہے، علی ابن یقطین امامؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے انھوں نے حضرتؑ ہی کے حکم سے وزارت قبول کی تھی، اور ان پر آپ کی اسقدر عنایت تھی کہ ایک مرتبہ عید قربان کے موقع پر فرمایا تھا کہ آج میرے دل میں کسی کی یاد تازہ نہیں ہوئی سوا علی ابن یقطین کے، اور میں نے ان کیلئے دُعا کی ہے اس کے باوجود آپ نے انکے ساتھ یہ طرز عمل اختیار فرمایا کہ دیکھو جب تک ابراہیم شتربان تم سے راضی نہ ہوگا تمھاری سعی قبول نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ حضرتؑ اعجاز سے طیّ الارض کے ذریعہ کوفے پہونچے اور ابراہیم کو اپنے سے راضی کیا۔

اس بنا پر ہمیں چاہیئے کہ اپنی روزانہ زندگی میں خاص طور سے اس کا لحاظ رکھیں کہ ہمارے ہاتھوں سے برادران ایمانی کے حقوق ضائع نہ ہونے پائیں۔

موت سے نجات

علی ابن ہبیرہ بنی عباس کے حکّام اور اُمراء میں سے تھا، اس کا رفید نام کا ایک غلام تھا اس سے ناراض ہو کر اس کے قتل کا ارادہ کیا تو رفید نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی پناہ اختیار کی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ، تم اس کے پاس واپس جاؤ، اس کو میرا سلام پہونچاؤ اور اس سے کہو کہ جعفرؑ ابن محمدؑ نے کہا ہے کہ، میں نے تمھارے غلام رفید کو پناہ دی ہے، اُسے کوئی آزار نہ پہونچانا رفید نے کہا، میرا آقا ایک بدعقیدہ شامی ہے۔

حضرت نے فرمایا، تم جاؤ اور جس طرح میں نے کہا ہے میرا پیغام پہونچاؤ۔

رفید کہتا ہے کہ میں روانہ ہوا تو صحرا میں ایک عرب نے مجھے دیکھ کر کہا کہ، کہاں جاتے ہو؟ تمھاری صورت تو ایک مقتول کی صورت ہے۔ پھر کہا اپنا ہاتھ دکھاؤ، اور ہاتھ دیکھ کر کہا، یہ ہاتھ تو ایک مقتول آدمی کا ہاتھ ہے، پھر میرا پاؤں دیکھ کر کہا کہ، یہ ایک مقتول انسان کا پاؤں ہے اسی طرح میرے تمام جسم کو دیکھا اور کہا، کہ یہ مقتول شخص کا جسم ہے، اس کے بعد کہا اپنی زبان دکھاؤ جب میں نے زبان نکالی تو اس نے کہا کہ اب تمھیں کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا کیونکہ اس زبان میں ایک ایسی رسالت اور ایک ایسا پیغام موجود ہے کہ اگر اسے بلند و بالا پہاڑوں تک پہونچاؤ تو وہ بھی نرم اور فرمانبردار ہو جائیں گے۔ رفید کہتا ہے جب میں اپنے آقا علی ابن ہبیرہ کے پاس پہونچا تو اس نے میرے قتل کا حکم دے دیا۔ میرے دونوں بازو باندھ دیئے گئے اور جلاد برہنہ تلوار لے کر میرے سر کے پاس کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا، اے امیر! آپ نے مجھے زور و طاقت سے گرفتار نہیں کیا ہے۔ بلکہ میں خود اپنے پاؤں سے چل کے آیا ہوں۔ مجھے خلوت میں آپ سے ایک بات کہنا ہے اس کے بعد آپ چاہے مجھے قتل کیجئے یا بخش دیجئے چنانچہ اس نے خلوت کا حکم دے دیا۔

میں نے کہا میرے اور آپ کے آقا و مولا جعفر ابن محمد علیہم السلام نے آپ کو سلام

کہا ہے، الخ۔ اس نے کہا، اللہ! جعفر ابن محمد علیہ السّلام نے تم سے یہ بات کہی ہے اور مجھے سلام کہلایا ہے؟ میں نے کہا، ہاں، اور تین مرتبہ قسم کھائی، پس اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے بازو کھولے اور کہا، میرے دل کو اس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک تم اسی طرح سے میرے ہاتھ نہ باندھو۔ میں نے کہا اس کے لئے میرے ہاتھ نہیں بڑھ رہے ہیں اور میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا، میں صرف اسی کام پر قانع ہو سکتا ہوں، اور کافی اصرار کیا یہاں تک کہ میں نے اس کے ہاتھ باندھے اور فوراً کھول دیئے۔

اس کے بعد اس نے مجھے اپنی انگشتری (مُہر) دی اور کہا کہ، میں نے اپنے امور تمھارے ذمہ چھوڑ دیئے، اب سارے معاملات تمھارے ہاتھ میں ہیں، جو چاہو کرو۔

اسلام میں علمِ طب

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ ہارون رشید کا طبیب "بختیشوع" نام کا ایک نصرانی تھا اس نے ایک روز واقدی سے کہا کہ آیا کہ تمھارے قرآن میں بھی علمِ طب کے بارے میں کچھ ہے؟

واقدی نے کہا، ہاں، حق تعالیٰ نے تمام علمِ طب کو نصف آیت میں جمع فرما دیا ہے، اس کا ارشاد ہے، "کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" (یعنی کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو)۔

پھر اس نے پوچھا کہ، تمھارے پیغمبرؐ سے اس باب میں کچھ منقول ہے؟۔

انھوں نے کہا ہاں۔ آنحضرتؐ نے تمام علم طب کو چند کلمات میں جمع کر دیا ہے۔! اور وہ ہیں۔ "المعدۃ بیت الدّاء والحمیہ راس کل دواء واعط کل بدن ما عودتہ" (یعنی معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور پرہیز کرنا تمام دواؤں کا سردار ہے، اور ہر جسم کو اتنا ہی دینا چاہیئے جسقدر اسکی عادت ہے)

نصرانی طبیب نے کہا، تمھاری کتاب اور تمھارے پیغمبرؐ نے علم طب کے سلسلے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی ہے اور جالینوس کے لئے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی ہے۔

مکّۂ معظّمہ میں تکبّر

شرح صحیفہ میں عمر ابن شیبہ سے منقول ہے کہ میں مکّۂ معظّمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تھا، وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہے اور اس کے غلام لوگوں کو اس کے گرد و پیش سے ہٹا رہے ہیں اور مزاحمت کر رہے ہیں پھر چند روز کے بعد میں بغداد گیا تو وہاں ایک شخص نظر آیا جس کا چہرہ مُرجھایا ہوا، بال بڑھے ہوئے اور الجھے ہوئے اور پاؤں برہنہ تھے۔ میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس نے کہا کہ مجھے اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا، میں تمھیں ایک ایسے متکبّر انسان کا ہم شکل پا رہا ہوں جو صفا اور مروہ کے درمیان غرور و تکبّر کے ساتھ سعی کر رہا تھا اور طرح طرح سے خود نمائی کر رہا تھا۔ اس نے کہا میں وہی شخص ہوں۔

میں نے کہا، کیا ہوا جو تم اس بد نصیبی اور بد حالی میں گرفتار ہو گئے؟۔

اس نے کہا جس مقام پر سب لوگ فروتنی اور انکسار اختیار کرتے ہیں میں نے وہاں تکبّر سے کام لیا لہذا خدا نے مجھے اسی جگہ پست و حقیر کر دیا جہاں سب لوگ بلند پروازی کرتے ہیں (یعنی بغداد میں)۔

باپ کا اِحترام

سفینۃ البحار میں امام حسن عسکری علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دو باایمان باپ بیٹے حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ان کی تعظیم و تکریم کے لئے اٹھے، ان کا احترام کرتے ہوئے انھیں صدر مجلس میں بٹھایا، اور خود ان کے پاس بیٹھے اس کے بعد آپ نے حکم دیا، کھانا لایا گیا اور ان دونوں نے کھایا، پھر قنبر طشت، آفتابہ اور تولیہ لائے، حضرت نے آفتابہ قنبر سے لے لیا اور باپ کا ہاتھ دُھلانا چاہا، وہ اس پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا تو حضرت نے اسے قسم دی کہ پورے اطمینان کے ساتھ ہاتھ دھوئے اسی طرح سے کہ جیسے قنبر اس کے ہاتھ پر پانی ڈال رہے ہوں۔ وہ شخص تیار ہو گیا جب حضرت اس کا ہاتھ دھلانے سے فارغ ہوئے تو آفتابہ اپنے فرزند محمد حنیفہ کے سُپرد کر دیا اور فرمایا کہ اے فرزند! اگر یہ لڑکا تنہا میرے پاس آیا ہوتا تو میں خود اس کے ہاتھ پر پانی ڈالتا، لیکن خدا یہ نہیں چاہتا کہ جس مقام پر باپ اور بیٹا دونوں یکجا ہوں، وہاں دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے۔ اس وقت میں نے باپ کا ہاتھ دُھلایا ہے۔ اور چونکہ تم میرے بیٹے ہو لہذا تم اس کے بیٹے کے ہاتھ پر پانی ڈالو تاکہ باپ کا ہاتھ باپ اور بیٹے کا ہاتھ بیٹا دُھلائے۔

دولتمند اور فروتنی

محمد ابن مسلم اشراف کوفہ میں سے ایک دولتمند انسان اور امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ایک روز امام محمد باقر علیہ السّلام نے ان سے فرمایا، اے محمد تمھیں تواضع اور فروتنی اختیار کرنا چاہیئے۔

جب محمدؒ مدینے سے کوفہ واپس آئے تو ایک ظرف میں خرمے اور ترازو لے کر کوفے کی جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ اور آواز دینے لگے جو شخص خرمے چاہتا ہو وہ آئے اور مجھ سے خریدے، (یہ کبر نفس کو دور کرنے کا ایک طریقہ تھا)

ان کے متعلقین آئے اور کہا کہ تم نے اپنی اس حرکت سے ہمیں رسوا کر دیا۔ انھوں نے کہا میرے مولا نے مجھے جس چیز کا حکم دیا ہے میں اس کی مخالفت نہ کروں گا اور لوگوں کے اس محلّ اجماع سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک اس ظرف کے تمام خرمے فروخت نہ کردوں، ان کے متعلقین نے کہا اگر تمھیں خرید و فروخت کرنا ہی ہے تو وہاں چلے جاؤ جہاں گیہوں کا آٹا پیسا جاتا ہے۔

انھوں نے اسے منظور کر لیا اور ایک اونٹ اور چکّی کا پتھر خرید کے آٹا پیسنے میں مشغول ہو گئے۔ (تاکہ اس کام سے اپنے غرور نفس کو ختم کر کے اپنے کو ایک معمولی آدمی کا ہم پلہ سمجھنے لگیں)

امیر المومنینؑ کی نماز

ارشاد القلوب میں مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین میں مشغول جہاد تھے اور اسی حالت میں دونوں لشکروں کے درمیان آفتاب کی جانب نظر فرماتے تھے ابن عباس نے پوچھا کہ آپ آفتاب کی طرف کس لئے دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں زوال آفتاب کو دیکھ رہا ہوں (کیونکہ وہ نماز ظہر کا اوّل وقت ہے۔)

ابن عباس نے کہا، آیا اس دار و گیر و جنگ کے ہنگامے میں نماز پڑھنے کا موقع ہے؟ حضرت نے فرمایا ہم اس قوم سے جنگ کس لئے کر رہے ہیں؟ ان سے ہماری جنگ اسی لئے ہے کہ نماز قائم ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت نے کبھی نماز شب ترک نہیں فرمائی یہاں تک کہ لیلۃ الہریر میں بھی (یعنی جنگ صفین کی سخت ترین رات میں)

(اسی طرح روز عاشورہ امام حسین علیہ السّلام کی نماز ظہر اور نماز عصر بھی انتہائی سبق آموز ہے)

بے نماز حمّامی

شیخ اجلّ واورع حاج ملّا علی تہرانی نے اپنے والد ماجد مرحوم حاج میرزا خلیل سے نقل کیا ہے کہ، تہران کے ایک حمام میں ایک خادم معین تھا جو نماز و روزہ بجا نہیں لاتا تھا۔ وہ ایک روز ایک معمار کے پاس پہونچا اور کہا میرے لئے ایک حمام بنا دو، معمار نے کہا تم اتنے پیسے کہاں سے لاؤ گے؟ اس نے کہا تمھیں اس سے کیا مطلب؟ پیسے لو اور حمام بناؤ۔ چنانچہ معمار نے اس کے نام سے حمام بنا دیا۔ اس کا نام علی طالب تھا۔

حاج میرزا خلیل فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نجف اشرف میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ علی طالب نجف اشرف میں وادی السلام کے اندر وارد ہوا ہے۔ میں نے اس پر تعجب کیا۔ اور کہا کہ تم اس مقدس مقام پر کس طرح آگئے، حالانکہ تم نہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے؟ اس نے کہا اے فلاں! جب میں مرا تو مجھے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے طوق و زنجیر میں جکڑ دیا گیا۔ لیکن حاج ملّا محمد کرمان شاہی نے (یہ علمائے تہران میں سے تھے) خدا انھیں جزائے خیر عطا فرمائے فلاں شخص کو نائب کیا کہ میرے لئے حج بجا لائے، فلاں کو میری نماز اور روزے کے لئے اجیر کیا، فلاں اور فلاں کو میری جانب سے زکوٰۃ اور ردّ مظالم کیلئے معیّن فرمایا اور میرے ذمہ کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جسے ادا نہ کر دیا ہو۔ اسطرح مجھے عذاب سے رہائی دلائی۔

پس میں خائف و ترساں خواب سے بیدار ہوا، اور اس خواب پر متعجب تھا یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد کچھ لوگ تہران سے آئے تو میں نے ان سے علی طالب کے حالات دریافت کئے، انھوں نے وہی باتیں بتائیں جو میں نے خواب میں دیکھی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے حج اور نماز روزے کے لئے جو لوگ نائب بنائے گئے تھے ان کے نام بھی وہی بتائے جو میں نے خواب میں سُنے تھے۔ مجھے اتنے سچے خواب پر حیرت ہوئی۔

واللہ یضاعف لمن یشاء

(یعنی خدا جس کیلئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے)

مرحوم نوری نے کتاب کلمۂ طیّبہ میں صدقے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی برکتوں کے بارے میں چالیس حکائتیں نقل کی ہیں، منجملہ ان کے عالم ربّانی آخوند ملّا فتح علی سے اور انھوں نے اپنے ایک ثقہ اور معتبر عزیز قریب سے نقل کیا ہے کہ گرانی کے ایک سال میں میں نے اپنے قطعۂ زمین پر جَو کی کاشت کی تھی اتفاق سے وہ کھیتی دیگر کھیتوں کے مقابلے میں زیادہ سر سبز و شاداب ہوئی اور اس میں دانے پڑ کے کھانے کے لائق ہو گئے، اس وقت ہر طبقے کے لوگ بھوک اور پریشانی میں مبتلا تھے جس سے میرے دل کو صدمہ تھا چنانچہ میں اس کھیتی کے نفع سے دستبردار ہو کر مسجد میں آیا۔ اور اعلان کیا کہ میں نے اس زمین کی پیداوار کو اسوقت تک کے لئے وقف کیا جب تک دوسرے کھیتوں کی زراعت تیار نہ ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ جو شخص فقیر یا محتاج نہ ہو وہ اس میں سے نہ لے جائے۔ اور فقیر و محتاج بھی اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے زیادہ نہ لے پس فقیروں نے اس کی طرف رخ کیا اور روزانہ اس میں سے جَو لیجا کر کھانے لگے، اور میں اس سے بے خبر اور غیر متعلق رہا کیونکہ میں نے اس سے چشم پوشی کر لی تھی اور اس سے کسی آمدنی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام زراعتیں اپنی مراد کو پہونچیں اور لوگ خوشحال ہو گئے۔ اور میں بھی اپنی دیگر زراعتوں کے کاٹنے پیٹنے سے فارغ ہوا تو کھیتی کاٹنے والوں سے کہا کہ اس قطعۂ زمین کی طرف بھی جائیں۔ اور جَو کے درخت کاٹیں شاید ان کی بالیوں میں کچھ دانے باقی رہ گئے ہوں۔ تو وہ ضائع نہ ہوں۔

جب لوگ گئے اور کاٹ پیٹ کے صاف کیا تو جتنا غلّہ حاصل ہوا وہ دوسرے کھیتوں کے

غلّے کے مقابلے میں دوگنا تھا، اور علاوہ اس کے فقراء کی دست بُرد کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ عام اور معمولی حالات میں جو پیداوار ہونا چاہیئے اس سے کہیں زیادہ اضافہ ہوگیا تھا۔ جب کہ بظاہر کھیت کے اندر ایک خوشے کا باقی رہنا ناممکن تھا۔ پھر اس کے بعد مزید تعجب خیز بات یہ ہوئی کہ جب خزاں کا موسم آیا تو جیسا رواج ہے کہ ہر کاشت کی ہوئی زمین کو ایک سال کے لئے بغیر زراعت کے خالی چھوڑ دیا جاتا ہے، اس کھیت کو بھی خالی چھوڑ دیا گیا۔ نہ اسے جوتا گیا نہ اس میں تخم ریزی کی گئی، یہاں تک کہ موسم بہار شروع ہوا اور برف پگھلی تو ہم نے دیکھا کہ قطعۂ زمین بغیر جوتے بوئے تمام کھیتوں سے زیادہ سرسبز شاداب اور طاقتور ہے۔ میں اس قدر حیرت زدہ ہوا کہ اس کھیت کی جائے وقوع کے بارے میں اشتباہ کرنے لگا۔ لیکن جب زراعتیں تیار ہوئیں تو اس کی آمدنی پھر دیگر زراعتوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔

"واللہ یضاعف لمن یّشاء"

اسی کتاب میں انھیں مرحوم سے منقول ہے کہ ان کا ایک انگور کا باغ شارع عام کے کنارے واقع تھا اس میں جب پہلی مرتبہ انگور کے خوشے تیار ہوئے تو انھوں نے باغ کے، رکھوالے کو ہدایت کی کہ اس کا جو حصّہ شاہراہ سے متّصل ہے اس سے کوئی تعلق نہ رکھے اور اسے راستہ چلنے والوں کے لئے چھوڑ دے۔ چنانچہ اس وقت سے فصل ختم ہونے تک اس کے تمام انگور اس طرف سے گزرنے والوں نے کھائے اور لے گئے اور اس سے ہم لوگوں نے کوئی مطلب و واسطہ نہیں رکھا۔ جب فصل کے آخر میں انگور چُننے سے فراغت ہوئی تو اس احتمال کی بنا پر کہ شاید اس حصّہ میں راستہ چلنے والوں سے کچھ انگور پوشیدہ رہ گئے ہوں اور پتّوں کی آڑ میں چھپے ہوں۔ ہم لوگ وہاں گئے اور چنے ہوئے خوشے جمع کئے گئے تو وہ انگور دیگر حصّوں کے انگوروں سے کئی گنا زیادہ نکلے۔ اور مسافروں کی آزادی کے ساتھ کھانے سے کم ہونے کے عوض ان میں کافی اضافہ ہوگیا۔

نیز اسی کتاب میں مرحوم حاجی مہدی سلطان آبادی سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک سال

جب کھلیان میں گیہوں تیار کرنے سے فراغت ہوئی تو انھیں ناپ تول کے اسی جگہ ان کی، زکوٰۃ ادا کر دی گئی، اس کے بعد تقریباً ایک مہینہ تک گندم کا وہ ذخیرہ اسی مقام پر رہا اور اس میں جانوروں نے تصرف کیا اور کھایا، اس کے بعد ہم نے پھر انھیں ناپا تولا تو ان کی مقدار پہلے دن کے برابر نکلی، اور جتنے گیہوں زکوٰۃ میں گئے تھے یا جس قدر حیوانات نے تلف کئے تھے ان کی وجہ سے کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

حضرت حجتؑ کا نامۂ مبارک

حضرت حجتؑ کے نائب خاص محمد ابن عثمان کے توسط سے ایک نامۂ مبارک ابوالحسن اسدی کو پہونچا جس میں حضرتؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ "اس شخص پر خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کو بھی حلال سمجھے"۔

ابوالحسن کہتے ہیں میں نے اپنی جگہ پر خیال کیا کہ یہ لعنت اس شخص کے لئے ہے جو مال امام کھانے کو حلال سمجھے، نہ کہ اس کے لئے جو اسے بغیر حلال سمجھے ہوئے کھائے اور یہ امر تمام محرّمات الٰہی میں ہے۔ یعنی جو شخص حرام خدا کو حلال جانے وہ لعنت کی زد میں ہے اس بنا پر مال امام کھانے میں دیگر محرّمات سے کوئی خصوصیت اور امتیاز نہیں ہے۔ پس قسم خدا کی جس نے محمدؐ کو حق و راستی کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جو کچھ نامۂ مبارک میں تھا فوراً محو ہو گیا اور اس کی جگہ یہ تحریر سامنے آگئی۔ "خدا اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت اس شخص پر جو ہمارے مال میں سے ایک درہم بھی بغیر ہماری اجازت کے کھائے"۔ یعنی ہر چند اسے حلال نہ جانتا ہو۔

اور خمس کے بارے میں بھی اس طرح کی سخت اور تاکیدی روایتیں کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔

امیر المومنینؑ کی قرضداری

کتاب "کلمۂ طیّبہ" میں ابراہیم ابن مہران کا یہ بیان منقول ہے کہ کوفے میں ابوجعفر نام کا میرا ایک خوش معاملہ ہمسایہ تھا۔ جب کوئی علوی سید اس کے پاس جاتا تھا اور کسی چیز کی خواہش کرتا تھا تو اسے دیدیتا تھا اگر اس کے پاس اس چیز کی قیمت ہوتی تھی تو لے لیتا تھا ورنہ اپنے غلام سے کہتا تھا کہ لکھ دو، یہ رقم علی ابن ابیطالب علیہ السّلام نے لی ہے یہ صورتحال ایک طولانی مدت تک چلتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ فقیر و محتاج ہوا، اور گھر میں بیٹھ گیا۔ اب وہ اپنے حسابات کی کتاب کا معائنہ کرتا تھا اگر کسی قرضدار کا نام نظر آتا تھا کہ زندہ ہے تو کسی کو اس کے پاس بھیج کر مطلوبہ رقم وصول کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اگر دیکھتا تھا کہ مر چکا ہے یا اس کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے تو اس کے نام پر خط تنسیخ کھینچ دیتا تھا۔

انھیں ایّام میں ایک روز دروازے پر بیٹھا ہوا رجسٹر کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک ناصبی شخص ادھر سے گزرا اور استہزاء اور طعنہ زنی کے طور پر اس سے کہا کہ تمھارے سب سے بڑے قرضدار علی ابن ابیطالبؑ نے کیا کیا؟۔

ابوجعفر کو اس کی بات سے صدمہ پہونچا اور وہ اٹھ کر گھر کے اندر چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السّلام کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے حسنین علیہم السّلام سے پوچھا کہ تمھارے باپ کہاں ہیں؟ امیر المومنین علیہ السلام نے جو آنحضرتؐ کے پس پشت موجود تھے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں یارسولؐ اللہ۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا، تم اس شخص کا حق کس وجہ سے ادا نہیں کرتے امیر المومنینؑ نے کہا یارسولؐ اللہ میں اس کا حق لے کے آیا ہوں، فرمایا، اسے دیدو! پس آپ نے سفید صوف کا ایک کیسہ اسے دیا، اور فرمایا یہ تمہارا حق ہے۔ پھر حضرت رسولؐ خدا نے

فرمایا اسے لو اور ان کی اولاد میں سے جو شخص تمہارے پاس آئے اور کوئی ایسی چیز طلب کرے جو تمہارے پاس موجود ہو تو اسے محروم واپس نہ کرنا جاؤ اب اس کے بعد کبھی تم کو فقر و احتیاج کا سامنا نہ ہوگا۔

وہ شخص کہتا ہے کہ جب میں بیدار ہوا تو وہ کیسہ میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ میں نے اپنی زوجہ کو جگایا اور کہا کہ چراغ روشن کر و جب میں نے دیکھا تو کیسے کے اندر ایک ہزار اشرفیاں تھیں۔

عورت نے کہا اے مرد، خدا سے ڈرو! فقیری اور محتاجی نے تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کیا ہو کہ کسی تاجر کو فریب دے کے اس کا مال ہضم کر لو۔

میں نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے۔!

اس کے بعد اپنے حساب و کتاب کا رجسٹر مانگا اور جو کچھ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے نام پر آپکی اولاد کو دیا تھا اسے شمار کیا تو پوری ایکہزار اشرفیاں ہوتی تھیں، کم نہ زیادہ

ابوہارون اور امام جعفر صادقؑ

ابوہارون کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کی مجلس میں حاضر تھا کہ حضرتؑ نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ کیسے ہم کو ذلیل و خوار کرتے ہو؟ پس ایک مرد خراسانی کھڑا ہو گیا اور کہا، پناہ بخدا اس امر سے کہ ہم آپ کو یا جو چیز آپ سے متعلق ہو اسے ذلیل و خوار کریں۔ امام نے فرمایا حقیقت تو یہ ہے کہ میرا استخفاف کرنے والوں میں سے ایک تم بھی ہو خراسانی نے کہا خدا کی پناہ اس سے کہ میں نے آپ کو رسوا کیا ہو۔ امامؑ نے فرمایا وائے ہو تم پر جس وقت ہم لوگ جحفہ کے قریب تھے، فلاں شخص نے تم سے خواہش کی تھی کہ مجھے ایک میل تک اپنی سواری پر بٹھالو کیونکہ با خدا میں پاپیادہ چلنے کی وجہ سے بہت خستہ و ناچار ہو چکا ہوں، لیکن تم نے سر اٹھا کے دیکھا بھی نہیں اور اس کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی۔ یقیناً تم نے اسے سُبک اور حقیر سمجھا، اور جس نے کسی مومن کو سُبک اور حقیر سمجھا اس نے ہم کو سُبک سمجھا اور حُرمت خداوندی کو ضائع کیا۔

حجاج کے ہاتھوں سے نجات

قبعثری ایک مرد شاعر اور ادیب تھا۔ وہ ایک روز ادیبوں اور اپنے ہم مسلکوں کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک باغ میں تھا۔ وہ درختوں سے خرمے چننے کا زمانہ تھا دوران گفتگو ظالم اور خونخوار حجاج ابن یوسف کا نام آگیا تو قبعثری نے کہا، اللھمّ سوّد وجھہٗ واقطع عنقہٗ واسقنی من دمہ۔ یعنی خداوندا اس کے چہرے کو سیاہ کردے اس کی گردن کو قطع کر کردے، اور مجھے اس کے خون سے سیراب فرما۔ قبعثری کی یہ بد دعا اور نفرین حجّاج کے کانوں تک پہونچی تو اسے طلب کر کے سخت عتاب کیا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔ قبعثری نے کہا، اردت بذالک الحصرم۔ یعنی ان کلمات سے میری مراد خرما تھا۔ میرا مطلب تھا کہ خدایا اس کے رنگ کو سیاہ کردے اور اسے درخت سے جدا کر کے میری خوراک بنادے۔

حجّاج نے اس توجیہ کو قبول نہیں کیا۔ اور اسے دھمکاتے ہوئے کہا۔ لاحملنّک علی الادھم حتماً۔ یعنی میں تجھے قید و زنجیر پر حمل کروں گا چونکہ لفظ ادہم قید و زنجیر کے علاوہ دوسرے معنی بھی رکھتا ہے اور وہ ہیں سیاہ رنگ کا گھوڑا جو بہت قیمتی ہوتا ہے لہذا قبعثری نے اس لفظ کو اس معنی پر محمول کیا اور کہا۔ مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب۔ یعنی امیر جیسا بااقتدار اور کریم النفس حاکم یکرنگ سیاہ یا خالص سفید گھوڑے ہی پر سوار کرتا ہے۔ حجاج نے کہا، اردت الحدید۔ یعنی ادہم سے میری مراد گھوڑا نہیں بلکہ آہنی زنجیر ہے چونکہ لفظ حدید لوہے کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور وہ ہے تیز بینی اور تیز ہوشی، لہذا قبعثری نے اسی معنی پر حمل کرتے ہوئے کہا۔ لان یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیداً، یعنی یقیناً ہوش و حواس کی تیزی کم عقلی اور کند ذہنی سے بہتر ہے حجاج نے جب قبعثری کو اس طرح بحُسن و خوبی مفہوم کو بدلتے اور صحت پر حمل کرتے کو دیکھا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اسے معاف کر کے انعام و احسان کا مستحق قرار دیا۔

اس داستان کو نقل کرنے سے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی غرض یہ ہے کہ بات کو صحت اور خوبی پر محمول کیا جائے، اور جو گفتگو بظاہر نادرست اور ناگوار معلوم ہو اسے درست اور نیک مفہوم پر حمل کیا جائے، چنانچہ قبعثری نے یہی طریقہ اختیار کر کے حجاج کے شر سے نجات پائی اور اس کی مہربانی کا حقدار بنا۔

اسی طرح جو شخص دوسروں کی گفتار یا کردار کو درستی پر محمول کرے گا وہ فساد اور برائی پر حمل کرنے کے دنیوی اور اُخروی نقصانات اور مضرتوں سے محفوظ رہے گا، اور صحت پر حمل کرنے کے نتیجے میں فواید و خیرات حاصل کرے گا۔

ہروی اور قراءتِ قرآن

کتاب گلزار اکبری گلشن ۱۵ میں ابوالوفاء ہروی کا یہ بیان منقول ہے کہ "میں بادشاہ کے دربار میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا لیکن وہ لوگ اسے سننے کے عوض آپس میں گفتگو کر رہے تھے اسکے بعد میں نے خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت کا رنگ مبارک متغیر ہے اور آپ فرما رہے ہیں۔ "اتقرء القران بین یدی قوم وھم یتحدثون ولا یستمعون وانک لا تقرء بعد ھذا الا ما شاء اللہ" یعنی آیا تم ایسے لوگوں کے سامنے قرآن پڑھتے ہو جو آپس میں بات چیت کرتے رہتے ہیں اور اسے توجہ سے نہیں سنتے؟ اب اس کا لحاظ نہ کرنے کے سبب تم آئندہ قراءت نہ کر سکو گے۔ بجز اس کے کہ جو خدا چاہے چنانچہ جب میں بیدار ہوا تو گونگا ہو چکا تھا، البتہ چونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ الا ما شاء اللہ لہذا مجھے امید تھی کہ بالآخر میری زبان کھل جائے گی۔ یہاں تک کہ چار ماہ کی مدت گذرنے کے بعد اسی مقام پر جہاں پہلے خواب دیکھا تھا پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا "قد تبت" یعنی تم نے قطعی طور سے توبہ کر لی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! آنحضرتؐ نے فرمایا "من تاب تاب اللہ علیہ" یعنی جو شخص خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، خدا بھی مغفرت کے ساتھ اس کی جانب رجوع فرماتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ "اپنی زبان باہر نکالو! اور اپنی انگشت شہادت سے میری زبان کو مسح فرمانے کے بعد فرمایا "اذا کنت بین یدی قوم تقرء کلام اللہ فاقطع قراءتک حتیٰ یسمعوا کلام رب العزۃ" یعنی جب تم کسی قوم کے آگے قرآن کی تلاوت کر رہے ہو تو اپنی قراءت کو روک دو۔ یہاں تک کہ وہ لوگ رب العزت کے کلام کو توجہ سے سنیں۔ اس خواب کے بعد جب میں بیدار ہوا تو میری زبان کھل چکی تھی۔

تربتِ کربلا کی اہانت اور موسیٰ ابنِ عیسیٰ کی موت

شیخ مفید علیہ الرحمہ کے استاد و شیخ جلیل القدر ابن قولویہ نے اپنی کتاب کامل الزیارۃ میں موسیٰ ابن عبد العزیز کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ نصرانی طبیب یوحنا نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ "میں تمہارے پیغمبرؐ اور تمہارے دین کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ وہ کون شخص ہے جسکی زیارت کے لئے لوگ ناحیۂ قصر ابن ہبیرہ (کربلا) جاتے ہیں۔ آیا کہ وہ تمہارے پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے ہیں؟ میں نے کہا، نہیں، وہ ہمارے پیغمبر کے نواسے امام حسین علیہ السلام ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم نے یہ سوال کس وجہ سے کیا ہے؟۔ اس نے کہا کہ اس بارے میں میرے پاس ایک عجیب و غریب خبر ہے۔ "ایک شب ہارون رشید کے خادم شاپور نے مجھے طلب کیا جب میں اس کے پاس پہونچا تو مجھے خلیفہ کے ایک عزیز موسیٰ ابن عیسیٰ کے گھر لے گیا میں نے دیکھا کہ وہ بستر پر بیہوش پڑا ہے۔ اور اس کے سامنے طشت رکھا ہوا ہے جس میں اسکی ساری آنتیں کٹی ہوئی پڑی ہیں۔ ہارون نے انھیں اسی ایام میں کوفے سے بلوایا تھا۔ شاپور نے موسیٰ کے خاص خادم سے پوچھا کہ اسکی یہ کیا حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟۔ اس نے کہا کہ، یہ ابھی ایک ساعت قبل بالکل صحیح و سالم اور خوشحال تھا اور اپنے مصاحبین سے گفتگو کر رہا تھا، یہاں بنی ہاشم میں سے بھی ایک شخص موجود تھا۔ اس نے کہا کہ میں ایک سخت مرض میں مبتلا تھا، ہر چند علاج کیا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میرے کاتب نے کہا کہ، تھوڑی سی تربت امام حسین علیہ السّلام لے کر اس سے اپنا علاج کرو، میں نے اس پر عمل کیا اور شفایاب ہوا۔ موسیٰ نے کہا، اس تربت میں سے تمہارے پاس کچھ بچا ہے۔ اس نے کہا ہاں، اور ایک شخص کو بھیجکر تھوڑی سی تربت منگوا دی۔ موسیٰ نے اسے لے کر اہانت کے طور پر اپنے مقام اسفل پر لگا لیا اور اسی وقت چیخنے لگا کہ، آگ، آگ، مجھے آگ لگ گئی ہے۔ طشت لاؤ! چنانچہ جب طشت لایا گیا تو جو کچھ اس طشت میں ہے سب اسی کے جسم سے خارج ہوا، سب اٹھ کر چلے گئے اور وہ نشست

مجلس ماتم میں بدل گئی۔ شاپور نے مجھ سے کہا کہ آکر معائنہ کرو، کیا تم اس کے علاج کی کوئی تدبیر کر سکتے ہو؟ میں نے چراغ منگوا کر طشت میں نظر کی تو دیکھا کہ اس کا جگر، تلّی، اور دل سب طشت میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے بہت تعجب کیا اور کہا کہ سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوئی شخص اس کا علاج نہیں کر سکتا۔

شاپور نے کہا تم سچ کہتے ہو، لیکن ابھی اسی جگہ ٹھہرو تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کا آخری انجام کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ میں رات کو وہیں رہا، اور پھر وہ سحر کے وقت واصل جہنّم ہو گیا۔

یوحنّا اپنے نصرانی دین کے ساتھ ایک مدت تک قبر حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام کی زیارت کے لئے آتا رہا اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا۔ یہ حکایت بحار الانوار جلد ۱۰ کے آخر میں بھی منقول ہے۔

رویائے صادقہ

مرحوم حاج میرزا حسین نوری نے کتاب دار السلام میں نقل کیا ہے کہ میرا ایک بھائی والدہ کی قیام گاہ میں وارد ہوا در حالیکہ وہ اپنی نیچے کی جیب میں تربت حضرت سید الشہداؑ کی ایک سجدہ گاہ رکھے ہوئے تھا۔ والدہ نے اسے تنبیہ کی اور کہا کہ تم نے تربت کو اس جیب میں رکھا ہے، یہ بے ادبی اور باعث اہانت ہے ہو سکتا ہے کہ یہ تمھاری ران کے نیچے آکے ٹوٹ جائے۔ میرے بھائی نے کہا کہ ابتک تربت کی دو سجدہ گاہیں میری ران کے نیچے دب کے ٹوٹ چکی ہیں۔ اس لئے اس نے عہد کیا کہ آئندہ تربت کی سجدہ گاہ نیچے کی جیب میں نہ رکھے گا۔

اس کے چند روز بعد والد علاّم نے جو اس واقعے سے قطعاً مطلع نہیں تھے، خواب میں دیکھا کہ حضرت سید الشہداء علیہ السّلام ان کے کتب خانے میں تشریف لائے ہیں اور ان کے قریب بیٹھ کے ان پر بہت ہی لطف اور مہربانی کا اظہار فرما رہے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤ تاکہ میں انھیں انعام اور خلوت عطا کروں۔ والد مرحوم کے پانچ بیٹے تھے چنانچہ ان سب کو بلایا اور وہ اس حجرے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے جس میں حضرتؑ تشریف فرما تھے۔ حضرتؑ کے سامنے کچھ کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک ایک کو بلاتے تھے اور ایک لباس خلعت کے طور پر عنایت فرماتے تھے جب میرے اس بھائی کی نوبت آئی جس نے تربت کی سجدہ گاہ اپنی قبا کے نیچے والی جیب میں رکھی تھی۔ تو حضرتؑ نے اس پر ایک غضب آلود نگاہ ڈالی اور میرے والد کی جانب رُخ کر کے فرمایا کہ اس لڑکے نے میری تربت قبر کی دو سجدہ گاہیں اپنی ران کے نیچے دبا کے توڑی ہیں۔ اس کے بعد حضرتؑ نے اسے دوسرے بھائیوں کی طرح حجرے کے اندر طلب نہیں فرمایا اور اسکی خلعت بھی اسے خوش اسلوبی کے ساتھ عطا نہیں فرمائی بلکہ ایک شالی رومال اسکے لئے حجرے سے باہر پھینک دیا۔ والد مرحوم نے یہ خواب میری والدہ کے سامنے بیان فرمایا تو والدہ نے ان سے میرے اس بھائی کیساتھ اپنی اس گفتگو کا ذکر کیا، اُسپر والد نے اپنے خواب کی صداقت پر بہت تعجب کیا۔

خدا فرعون کے لئے بھی پانی کو جاری کرتا ہے

کتاب حیات القلوب مجلسی علیہ الرحمہ میں مروی ہے کہ لوگوں نے فرعون سے کہا کہ ایک مدت جب سے تم نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے، دریائے نیل خشک ہو گیا ہے چونکہ تم اپنے کو خدا کہتے ہو لہٰذا اسے جاری کرو!

اس نے کہا بہتر ہے میں اسے جاری کر دوں گا چنانچہ اپنے لشکر کے ہمراہ شہر سے باہر نکلا اور صحرا میں پہونچ کے اپنے لشکریوں سے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو تاکہ میں خود جا کے تمہارے لئے پانی جاری کروں! اس کے بعد تیزی کے ساتھ ایک ایسے مقام کی طرف روانہ ہو گیا جہاں کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو اور یہ نگاہوں سے مکمّل طور پر پوشیدہ رہے۔ وہاں پہونچکر گھوڑے سے کود پڑا، اپنا تاج پھینکدیا اور اپنے کو خاک پر گرا دیا، اس کے بعد کہا، اے عالمین کے مالک! میں خود بھی جانتا ہوں کہ میں جھوٹا ہوں، لیکن میں آخرت نہیں چاہتا سلطنت دنیا کا طالب ہوں۔ مجھے ذلیل و رسوا نہ کر، خداوندا میں جانتا ہوں کہ تمام امور تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں تیری درگاہ میں میری حاجت یہ ہے کہ دریا کا یہ پانی جاری ہو جائے چنانچہ، پانی جاری ہو گیا' اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ جو شخص اس سے جو چاہتا ہے اُسے عطا فرماتا ہے وہ خود ہی کہہ رہا تھا کہ میں آخرت نہیں چاہتا ہوں دنیا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ شیطان نے بھی آخرت نہیں چاہی بلکہ روز قیامت تک دنیا میں رہنے کی خواہش کی۔

نمک کی کان کی آمدنی اور عزائے حسینؑ

حاجی نوری کے استاد مرحوم حاج شیخ عبد الحسین تہرانی نے برسر منبر بیان فرمایا کہ، میں نے گذشتہ شب ناصر الدین شاہ کے اعیان سلطنت میں سے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ پوری شان و شوکت اور ساز و سامان کے ساتھ آرام و آسائش اور باغ و بہار کے عالم میں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تمہیں جانتا ہوں، جس وقت میں تہران میں تھا تو دیکھتا تھا کہ تمہارے حالات اور طور طریقے اس مقام پر منزلت سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اس نے کہا ہاں یہ درست ہے مگر یہ منزلت مجھ کو مرنے کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ طالقان میں میری ایک نمک کی کان تھی میں نے اپنی زندگی ہی میں وصیت کر دی تھی کہ عاشورائے حسینؑ میں اس کی آمدنی نجف بھیج دی جائے۔ تاکہ اس سے عزاداری سید الشہداءؑ قائم کی جائے جب شیخ نے منبر پر یہ خواب بیان فرمایا تو مرحوم حاج شیخ نظر علی طالقانی نے زیر منبر سے کہا کہ میں طالقان کا رہنے والا ہوں اور یہ خواب سچا ہے۔ ایسی ایک نمک کی کان موجود ہے اور شخص مذکور کی وصیت بھی اسی طرح کی تھی۔

وہ کمزور جو طاقتور کی نافرمانی کرتا ہے

کہا جاتا ہے کہ ایک فارغ البال اور خوشحال گنہگار شخص کا ایک روز ایک مجلس وعظ کی طرف سے گذر ہوا تو واعظ کے ایک جملے نے اس کی حالت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ واعظ نے کہا "عجبت من ضعیف کیف یعصی قویا" یعنی مجھے ایک ضعیف و کمزور شخص پر تعجب ہے کہ وہ کیونکر ایک طاقتور کی نافرمانی کرتا ہے تو اس نے اپنے ضعف پر غور کیا اور اس کی حالت بدل گئی، گویا کہ ایک تیر تھا جو اس کے دل میں پیوست ہو گیا اور اس کی زندگی کو متغیّر کر دیا اسکے بعد سے وہ خدا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ تم ایک لفظ کہنے کی آرزو رکھتے ہو لیکن نہیں کہہ سکتے اپنے ہاتھ کو حرکت دینا چاہتے ہو لیکن نہیں دے سکتے، اور مچھّر پر بھی قابو حاصل نہیں۔

بادشاہ کا ہم سفر اور حقیقت کا انکشاف

ہندوستان کے ایک شہر میں ایک صاحب اقتدار اور عادل بادشاہ تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا بھی ایمانداری، عدالت اور لوگوں کی ہمدردی میں باپ کا نمونہ ثابت ہوا۔ لیکن اسی مملکت میں ایک سرکش آدمی پیدا ہو گیا جس نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ شاہزادے نے دیکھا کہ محاذ آرائی میں خونریزی اور فسادات ہوں گے لہذا اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں خود ہی کنارہ کش ہو جاؤں۔ چنانچہ روپوشی اور فرار کے وقت ایک شاہی لبادہ جس میں بہت سے جواہرات پوشیدہ تھے اور جسے ایسے وقت کے لئے رکھ چھوڑا تھا جب کوئی ذریعہ معاش باقی نہ رہے پہن کے فرار اختیار کیا۔ اور کوئی خوراک اور پیسے بھی ساتھ نہیں لئے اسی حالت میں صحرا کا راستہ طے کرتے ہوئے رات بھر چلنے کے بعد صبح کے وقت ایک نہر کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک پاپیادہ شخص اپنی پُشت پر کوئی چیز لادے ہوئے آتا نظر آیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ کوئی مُسافر ہے۔ اسی کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے خورد و نوش کا کوئی وسیلہ پیدا ہو جائے۔ وہ مسافر بھی آ کے نہر کے کنارے اسی درخت کے نیچے آ کے بیٹھ گیا اور اپنا توشہ دان کھول کے ناشتہ کرنے لگا۔ اور شاہزادے سے رسمی طور پر بھی کھانے کے لئے نہیں کہا اُدھر شاہزادے نے بھی شرم کی وجہ سے یہ نہیں کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ اس کے بعد وہ دونوں آگے کے لئے چل پڑے جب کھانے کا وقت آیا تو اس نے پھر اپنا دستر خوان بچھایا اور اپنے رفیق کو کچھ نہیں دیا۔

مختصر یہ کہ شاہزادہ دو شبانہ روز اس خسیس انسان کے ہمراہ چلتا رہا اور کچھ نہیں کھایا تیسرے روز اس میں چلنے کی طاقت نہ رہی لہٰذا اس سے جدائی اختیار کر کے تنہا آگے بڑھا اتفاق سے اس کی نظر ایک آبادی کے اوپر پڑی تو دیکھا کہ اس کے کنارے کے اوپر ایک

عمارت کی تعمیر ہو رہی ہے چنانچہ وہاں جاکر معماروں کے افسر سے کہا۔ کہ آیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں بھی کچھ کام کر کے اجرت حاصل کروں؟ اس نے کہا، ہاں۔ اس نے پھر تقاضا کیا کہ اسکی اُجرت پیشگی ادا کردی جائے اس طرح کچھ پیسے حاصل کر کے غذا خریدی اور کھانے کے بعد کام میں مشغول ہو گیا معماروں کے افیسر نے دیکھا کہ یہ شخص کام کا عادی نہیں ہے اور اس کی راہ و روش سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی باعزت شخص کا فرزند ہے بلکہ اس کے اندر بعض شاہانہ حرکات و سکنات کا بھی مشاہدہ کیا۔ چنانچہ اس نے عمارت کی مالکہ کو جو ایک محترم خاتون تھی مطلع کیا۔ کہ ایک ایسا شخص مزدوری کے لئے آیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اسے بلایا جائے۔ اس کو رات کے وقت وہاں پہونچایا گیا تو اس نے پہلی ہی نظر میں اس کی بزرگی کو بھانپ لیا۔ اور اسے اپنا مہمان کر لیا۔ اس کے بعد اس کے سامنے ازدواجی رشتے کی پیش کش کی جسے شاہزادے نے منظور کر لیا۔ کیونکہ وہ تو چاہتا ہی تھا کہ رہنے کے لئے کوئی جگہ مل جائے۔

اس نے تین سال تک اس خاتون کے ساتھ زندگی گزاری اور اس کی داد و دہش کے سہارے بسر کرتا رہا، لیکن ان تین برسوں میں اس کا اظہار نہیں کیا کہ میں کون ہوں تین سال کے بعد شہر سے باہر اپنی مملکت میں ایک شخص کو دیکھ کر پہچانا اور معلوم کیا کہ وہ کسی کی جستجو میں مشغول ہے۔ چنانچہ اس سے پوچھا کہ ہندوستان کے فلاں شہر کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا ہمارا ایک عادل بادشاہ تھا پھر ایک سرکش اور باغی شخص پیدا ہوا۔ جو تین سال سے ہم لوگوں پر مسلط تھا۔ اور ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھا رہا تھا۔ بالآخر لوگوں نے تنگ آکر اسے قتل کر دیا۔ اب کچھ لوگ اطراف و جوانب میں روانہ کئے گئے ہیں کہ شاید ہمارا بادشاہ ہم کو مل جائے۔ اور وہ دوبارہ آکر حکومت کرے ہم میں سے ہر شخص ایک سمت میں بادشاہ کو تلاش کر رہا ہے۔ شاہزادے نے اپنا تعارف کرایا اور ثبوت کے لئے شاہی لبادہ بھی پیش کیا۔ اس موقع پر اپنی زوجہ سے بھی حقیقت حال بیان کی اور کہا کہ میں جارہا ہوں اگر بغیر کسی مانع کے تخت نشینی ہو گئی تو تمھیں بھی بلوالوں گا۔ قاصد واپس گیا اور لوگوں کو اس کی خبر دی چنانچہ عوام اور فوجی دستے استقبال کے لئے آئے۔ اور بغیر کسی زحمت کے اسے پھر تخت

شاہی پر بٹھا دیا۔

اس نے اپنے فرار کے عالم میں یہ جان لیا کہ اگر کوئی شخص تنہا سفر کرے اور فقیر اور محتاج بھی ہو تو اس پر کتنا سخت وقت گزرتا ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ جگہ جگہ کارواں سرائیں تعمیر کی جائیں اور ہر منزل پر ہر مُسافر کو تین روز کی زادراہ دی جائے اور دوسرا حکم یہ دیا جو غریب الوطن اور مسافر شہر میں وارد ہو وہ میرے پاس بھی آئے تاکہ اگر اسے کوئی احتیاج لاحق ہو تو میں اسے انجام دینے کا انتظام کروں۔

چند روز گزرنے کے بعد وہی خسیس آدمی جو تین روز تک بادشاہ کا ہم سفر رہا تھا شہر میں وارد ہوا بادشاہ نے اسے فوراً پہچان لیا اور کہا کہ تم مجھے پہچانتے ہو۔ اس نے کہا ہاں آپ بادشاہ ہیں۔ بادشاہ نے کہا، نہیں، میں وہی ہوں۔ جو چند روز تک تمھارا ہمسفر رہا تھا۔ جب اس پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو خجالت کی وجہ سے اس کی آرزو یہی تھی کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اسمیں سما جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنے دل میں قطعاً کوئی دغدغہ محسوس نہ کرو۔ میری طرف سے تمھارے ساتھ سوا نیکی کے کوئی اور سلوک نہ ہوگا۔ اور فوراً حکم دیا کہ اسے میری ذاتی قیام گاہ میں جگہ دی جائے اسے اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اس کے لئے انواع و اقسام کی خاطر و تواضع کا اہتمام کیا۔ رات کو اسے اپنے شاہی بستر پر سونے کی جگہ دی اور اپنی بہترین کنیز اس کے سُپرد کی۔

تھوڑی دیر کے بعد کنیز واپس آئی اور کہا کہ آپ کا مہمان خواب راحت میں آرام کر رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا، تمھیں دھوکا ہوا ہے۔ دراصل وہ مر چکا ہے۔ جب دیکھا گیا تو حقیقتاً ایسا ہی تھا۔ بادشاہ نے کہا یہ شخص افسوس اور حسرت و ندامت کی شدت سے مرا ہے، اور میں بھی یہی چاہتا تھا کہ غم اور غصّہ سے اُس کا یہ حال ہو۔

بہشت میں حضرت داؤدؑ کا رفیق

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ انھیں ایسے باایمان انسان کی نشاندہی کی جائے جسے خدا دوست رکھتا ہو اور جو بہشت میں ان کا رفیق ہوگا۔

حکم ہوا کہ کل دروازے سے باہر جاؤ اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ صبح کو جناب داؤدؑ دروازے سے نکلے تو حضرت یونس علیہ السلام کے پدر بزرگوار جناب متّیٰ پر نظر پڑی کہ تھوڑی سی خشک لکڑیاں کاندھے پر رکھے ہوئے خریدار کی تلاش میں پھر رہے ہیں ایک شخص آیا اور وہ لکڑیاں خرید لیں۔ حضرت داؤدؑ نے آگے بڑھ کے ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آج میں آپ کا مہمان رہوں۔؟

متّیٰ نے کہا، زہے سعادت آیئے چلیں!

جناب متّیٰ نے انھیں لکڑیوں کے پیسوں سے آٹا اور نمک خریدا اور تین آدمیوں کے کھانا کھانے سے قبل متّیٰ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا، اور کہا، پروردگار! میں نے جو لکڑیاں توڑی تھیں ان کا درخت تو نے ہی اُگایا تھا۔ بازو کی قدرت وطاقت تو نے ہی مجھے عطا فرمائی ان لکڑیوں کو اٹھانے کی قوت تو نے ہی عنایت فرمائی۔ لکڑیوں کا خریدار تو نے ہی بھیجا، جو آٹا ہمارے سامنے ہے اس کا گیہوں تو نے ہی پیدا کیا۔ اور تو نے ہی ایسا ساز وسامان مہیا فرمایا کہ اب ہم تیری نعمت کو اپنے صرف میں لا رہے ہیں۔ وہ یہ کلمات اپنی زبان پر جاری کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں کے گوشوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ یہی ہے وہ شکر جو انسان کو بلند مقام تک پہونچاتا ہے۔

عاریت لی ہوئی جگہ پر مستقل تعمیر

ایک شخص مولا علی علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا تو آپ کے گھر میں وسائل زندگی بہت مختصر اور بے ترتیب پائے، اس نے عرض کیا کہ یا علیؑ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ لیکن یہ کیسا طرز زندگی ہے۔

آپؑ نے فرمایا عقلمند انسان عاریت لی ہوئی جگہ پر کوئی مستقل عمارت نہیں بناتا۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ اپنے بعد کے لئے بھیج چکا ہوں۔ جو جگہ عاریت ہو اسے اہمیت دینا خلاف عقل ہے۔

صحرائی عورت اور مصیبت میں صبر

کتاب مستطرف میں ایک صحرائی عورت کی داستان منقول ہے کہ، حاجیوں کا ایک قافلہ صحرا میں ایک خیمے تک پہونچا تو وہاں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہا، جب خیمے کے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی تو اس نے کہا، اے خانۂ خدا کے زائرین! خوش آمدید، میرے اونٹ چرنے کے لئے گئے ہیں۔ جب وہ واپس آئیں گے تو میں تمہاری مہمانداری کروں گی۔ عورت باہر نکلی تو دور سے ایک چرواہا نظر آیا جو گریہ وزاری کرتا ہوا آرہا تھا قریب آکر اس نے عورت سے بتایا کہ اونٹ جب پانی کے کنویں پر پہونچے تو آپس میں لڑ گئے اور تمہارے بیٹے کو کنوئیں میں گرا دیا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے کنوئیں کافی گہرے ہوتے ہیں اور ان میں پانی بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان میں گرنے کا نتیجہ صرف موت ہے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں عورت آگے بڑھی اور چرواہے کو خاموش کرتی ہوئی بولی، ہمارے یہاں مہمان ہیں آواز بلند نہ کرو۔ کیونکہ مہمان سُن لیں گے تو پریشان ہوں گے۔ مہمان نوازی ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے اس کے بعد ہدایت کی کہ ایک گوسفند ذبح کی جائے اور مہمانوں کی ضیافت میں مشغول ہو گئی جب عورت خیمے میں واپس آئی تو حاجیوں نے اس سے کہا، کہ ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسا واقعہ رونما ہوا اور ہم نے ایسے موقع پر زحمت دی، عورت نے کہا، حاجی صاحبان میں نہیں چاہتی تھی کہ آپکو اس کا علم ہو اور آپ لوگ رنجیدہ ہوں۔ لیکن اب جبکہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ تو آپ اذن دیجئیے میں دو رکعت نماز پڑھ لوں ، اس لئے کہ خدا نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے" واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ "یعنی صبر اور نماز سے مدد طلب کرو! چنانچہ میں بھی اس مصیبت میں صبر کے لئے نماز پڑھنا چاہتی ہوں۔

ہم اور آپ تو صرف قرآن کا نام لیتے ہیں لیکن ایک بیابانی عورت نماز کے ذریعے ایک قرآنی آیت پر عمل کرتی ہے۔

اس کے بعد اس نے کہا آپ لوگوں میں سے کون شخص قرآن پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ حاجیوں میں سے ایک شخص نے آیات استرجاع کی تلاوت شروع کی۔ "ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع"

عورت نے کہا خداوندا اگر یہ ممکن ہوتا کہ کوئی شخص اس دنیا میں رہے تو سب سے پہلے تیرے حبیب محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو رہنا چاہئیے تھا میرے پروردگار تو نے قرآن مجید میں صبر کا حکم دیا ہے اور اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں اپنے جوان بیٹے کے غم میں صبر کرتی ہوں تو بھی اس کے عوض اپنی جزا اور پاداش میرے شامل حال فرما اور میرے اس فرزند کو بخش دے۔ اس کے بعد اس طرح سے اپنے معمول کے کاموں میں سرگرم ہو گئی، جیسے کوئی تازہ حادثہ ہی نہیں ہوا۔

امام حسینؑ نے چپکا ہوا ہاتھ کھول دیا

ایک شخص اتنا بے باک تھا کہ اجنبی عورت کو دیکھنے اور چھونے سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد الحرام کے اندر بھی اس گناہ کا مرتکب ہوتا تھا۔ حجر اسمٰعیل میں جہاں لوگ استغفار اور دعا کرتے ہیں ایک عورت خانۂ کعبہ کے پردے سے لپٹی ہوئی اور اپنے ہاتھوں سے پردۂ کعبہ کو پکڑے ہوئے تھی اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، ناگہاں دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے چپک گئے اور شدید رسوائی کا سامان پیدا ہو گیا جیسا کہ مناقب میں منقول ہے انھیں مسجد میں قاضی کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس نے کہا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ دونوں ہاتھ چھری سے کاٹ کے جدا کئے جائیں۔ انھیں ایام امام حسین علیہ السّلام مکۂ معظمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ بھی مسجد الحرام میں تشریف لے آئے ان دونوں کو آپکی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت نے پہلے مرد سے عہد لیا کہ آئندہ کبھی ایسا گناہ نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور اپنا دست مبارک بڑھا کے دونوں کے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے جدا فرما دیا۔

حالتِ نماز میں مُڑا ہُوا چہرہ اسی حال پر

بحار الانوار جلد ۱۲ میں مروی ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک اپنے رشک و حسد کی بنا پر دوسرے کی رقابت میں مصروف رہتی تھی، ایک روز اس کا شوہر گھر میں وارد ہوا تو یہ نماز میں مشغول تھی۔ وہ دوسری بیوی کی طرف چلا گیا تو اس نے نماز ہی کی حالت میں چہرہ موڑ کے دیکھنا شروع کیا کہ اس کا شوہر کیا کرتا ہے چنانچہ اس کا چہرہ اسی حال پر رہ گیا عورت شوہر کی دامنگیر ہوئی تو وہ ایک طبیب کو لے آیا۔ طبیب صاحب معرفت تھا لہٰذا اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص اس کے چہرے کو طاقت سے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ لوگ اسے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں لائے امامؑ نے اسے توبہ کرنے کی ہدایت فرمائی جب اس نے صدق دل سے توبہ کر لی تو آپؑ نے اپنے دست مبارک کے ایک ہی اشارے سے اس کا چہرہ درست فرما دیا۔

حُسین ابنِ حجّاج کے اشعار

سنہ ۳۰۰ ہجری میں مسعود ابن آل بویہ نجف اشرف آیا عضد الدولہ نے ایک خزانہ جمع کیا تھا اور چاہتا تھا کہ حضرت علی علیہ السّلام کا روضہ تعمیر کرے لہٰذا مسعود کو نجف اشرف بھیجا اور اسطرح اس کی تاسیس اور تعمیرات کے کام میں سرگرم ہوگیا انھیں ایام میں مشہور و معروف شاعر حسین ابن حجّاج نے جو عرب کے فصیح شعراء میں سے تھا اور امیر المومنین کے فضائل و مناقب نظم کرتا تھا۔ کچھ اشعار روضۂ کی تعمیر کے بارے میں کہے تھے چنانچہ آل بویہ اور نقیب سادات سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کے سامنے ایک رسمی نشست میں اپنا قصیدہ پڑھا۔ یاہ احب القبّۃ البیضاء فی النخیف" حق یہ ہے کہ اس کے اشعار میں عجیب و غریب تاثیر اور دلکشی تھی۔ اس نے ان اشعار میں حضرت علی علیہ السّلام کی فضیلتیں جمع کی تھیں، اور اس کا ہر شعر دوستان علیؑ کی روشنیٔ چشم اور دشمنوں کی کور چشمی کا باعث تھا۔ قصیدہ پڑھتے پڑھتے جب اس مقام پر پہونچا جہاں خلفاء اور ابو حنیفہ پر طعن تھی تو چونکہ یہ تقیّہ کے خلاف تھا لہٰذا سید مرتضیٰؒ نے اس کا لحاظ کرتے ہوئے تنبیہ کی اور کہا کہ بس کافی ہے۔

حسین ابن حجّاج دل شکستہ ہو کر مجلس سے باہر چلا آیا کیونکہ اسے تحسین و آفرین اور صلہ و خلعت کے عوض تنبیہ و تہدید کی گئی تھی۔ وہ غمگین و محزون اپنے گھر پہونچا تو رات کو عالم رؤیا میں حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اے ابن حجاج رنجیدہ نہ ہو میں نے اس دل شکنی کی تلافی کے لئے حکم دیدیا ہے۔ کل صبح سید مرتضیٰ تمھارے پاس آئیں گے لیکن تم اپنی جگہ سے نہ اٹھنا تاکہ تمھارا کما حقہ احترام ملحوظ رکھا جائے۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ بہت ہی جلیل القدر عالم تھے اور ظاہری حالات میں بھی سادات کے رئیس و نقیب اور ملّت کی بزرگ شخصیت تھے اس کے باوجود شب کو اپنے جد بزرگوار، حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ ان سے ناراض اور خشمگیں ہیں۔ انھوں نے

عرض کیا، مولا میں آپ کا فرزند اور مخلص خادم ہوں، کیا ہوا کہ آپ مجھ پر غضبناک ہیں۔؟
حضرت نے فرمایا تم نے ہمارے شاعر کا دل کیوں توڑا؟
(شعرائے اہلِ بیتؑ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے ہوئے تھے۔ اور در حقیقت انکی جانیں ہر وقت خطرے میں تھیں لہٰذا ان پر اہلبیت علیہم السّلام کی نظر عنایت بھی زیادہ تھی) صبح کو جاؤ اور اس سے معذرت کرو۔ اس کے علاوہ ابن بویہ سے اس کی سفارش کرو تاکہ اسے کثیر انعام و اکرام حاصل ہو،

سید مرتضیٰ اپنی اس جلالت قدر کے باوجود اٹھ کے ابن حجاج کے دروازے پر پہونچے حسین ابن حجّاج نے گھر کے اندر آواز دی کہ جن آقا نے آپ کو بھیجا ہے انھیں نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں اپنی جگہ سے نہ اٹھوں سید مرتضیٰ نے بھی جواب میں کہا، سمعاً و طاعۃً (بسر و چشم) اس کے بعد قریب پہونچ کے عذر خواہی کی، اسے اپنے ہمراہ آل بویہ کے پاس لے گئے اور اس کا تعارف کرایا کہ اس پر مولا علیؑ کی چشم کرم ہے۔ چنانچہ اس کے لئے خلعت اور مستقل انعام مقرر کیا گیا۔

زائرین کی وجہ سے زحمت کا تحمّل

بعض مؤثق حضرات نقل کرتے ہیں کہ نجف اشرف کے ایک مجتہد مرحوم آخوند مُلّا حسین قلی کا ایک شاگرد اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انھوں نے فرمایا آج کی شب تم سے کون سا عمل سرزد ہوا ہے؟ شاگرد نے کہا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا نصف شب میں تم نے کون سا کام کیا ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے کوئی کام نہیں کیا، میں تو سو رہا تھا۔ آخوند نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے گزشتہ شب کے حالات مجھ سے بیان کرو۔ اس نے کہا گذشتہ شب چند نفر میرے مہمان تھے یہ کربلائے معلّی سے امیر المومنینؑ کی زیارت غدیر کے لئے آئے تھے۔ کمرہ چھوٹا تھا لیکن شام کے کھانے کے بعد سب ہی اسی کمرے میں سوئے آدھی رات کے قریب میں نے اپنے سینے پر وزن اور دباؤ محسوس کیا جس کی وجہ سے سانس لینے میں زحمت ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے میری آنکھ کُھل گئی تو دیکھا کہ ایک مہمان نے حالت خواب میں کروٹ لے کر اپنے پاؤں میرے سینے پر رکھ دیئے ہیں میں نے چاہا کہ اس کے پاؤں ہٹا دوں، لیکن پھر سوچا کہ وہ میرا مہمان، زائر امامؑ، اور اہل علم میں سے ہے اور ہمارے پیغمبر کا ارشاد ہے کہ "اکرموا الضّیف ولو کان کافرا"، یعنی مہمان کا اکرام و احترام کرو خواہ وہ کافر کیوں نہ ہو۔ لہذا میں یہ زحمت برداشت کروں گا یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی طبیعت سے اپنے پاؤں ہٹا لے۔

آخوند مرحوم نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ میں تمھارے اندر گذشتہ رات کے عمل کا ایک نور مشاہدہ کر رہا ہوں جو اس سے قبل نہیں تھا۔ کیا تم اس عمل کو کم سمجھتے ہو۔؟

میں اس سے زیادہ صدمے کا مستحق ہوں!!

ایک بزرگوار ایک کوچے سے گذر رہے تھے کہ ان کے سر پر ایک مکان کی چھت سے کوڑا پھینک دیا گیا، انھوں نے سر اٹھایا اور کہا، خداوندا، میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے اس گناہوں سے آلودہ سر پر جو در اصل پتھر کے لائق ہے فقط نرم خاک ڈالی گئی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حالات میں تقریباً سبھی نے پڑھا یا سُنا ہے کہ آپؐ کے سر مبارک پر بار بار کوڑا پھینکا جاتا تھا کبھی آپ کے پائے اقدس پر ہڈی سے ضرب لگائی جاتی تھی۔ جس سے خون جاری ہو جاتا تھا اور کبھی اونٹ کی اوجھڑی اور اس کے شکم کی دوسری کثافتیں آپ کے سر اور چہرے پر ڈالی جاتی تھیں، لیکن آپ اس کے جواب میں ان لوگوں کے لئے دعا فرماتے تھے کہ "اللّٰھُمَّ اھد قومی انّھم لا یعلمون" یعنی یا خداوند میری قوم کی ہدایت فرما دے، یہ لوگ جانتے نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے خدا سے عذر خواہی بھی فرماتے تھے۔ کہ ان پر عذاب نہ بھیجے یہ نادان ہیں"۔

ہم سبھی کو آنحضرتؐ کی سیرت پر عمل کرنا چاہیئے۔

خونریزی سے پرہیز

بادیہ نشین قبائل عرب کے رؤسا میں سے ایک شخص حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب رخصت ہونے لگا تو عرض کیا یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی ہدایت اور نصیحت فرمائیے تاکہ میں اس سے بہرہ اندوز ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، "لاتغضب" یعنی غصّہ نہ کرو!

اس نے عرض کیا، میں بسر چشم واطاعت کروں گا۔ اس کے بعد واپس ہوا تو اپنے قبیلے والوں کو غیر معمولی حالت میں پایا، اور دیکھا کہ چند لوگ اس کی آمد کے منتظر ہیں اس نے قریب جاکر پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہمارے اور دوسرے قبیلہ کے درمیان ایک قتل کا مسئلہ ہے ہم ان سے جنگ کرنے کے لئے تمہارے منتظر ہیں،

ابتدا میں عرب اور جہالت کی قومی حمیت نے جوش مارا اور وہ مسلّح ہوکر اپنے قبیلے کے ہمراہ آگے بڑھا جب دوسرے قبیلے کے مقابل پہونچا تو اسے پیغمبرؐ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حکم یاد آیا کہ غصّہ نہ کرنا فوراً اسلحہ پھینک دیا اور معمولی لباس میں مدّمقابل قبیلے کے سامنے پہونچا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ قبیلے کا سردار بغیر اسلحے کے فروتنی کے انداز میں آرہا ہے تو انھوں نے بھی اسلحہ نہ اٹھایا اور انتظار کرنے لگے کہ یہ کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ اس نے قریب پہونچ کے ان کے سرداروں کے نام لے کے پکارا، اور نرمی کے ساتھ ان سے کہا، یہ نزاع کس لئے ہے؟ اگر تم اپنے مقتول کے عوض کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو تو اس سے تمہارا مقتول زندہ نہ ہوجائے گا۔ آؤ ہم سے اس کا خون بہا لے لو، اس کے علاوہ اور جو چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اگر پھر بھی تمہارا اصرار ہے کہ چونکہ تمہارا ایک شخص قتل ہوا ہے۔ لہٰذا تم بھی ہم میں سے کسی ایک شخص کو ضرور قتل کروگے تو میں حاضر ہوں اور اپنے کو تمہارے اختیار میں دیتا ہوں۔ مجھے اس کے بدلے میں قتل کردو اور ایسے فتنہ وفساد سے پرہیز کرو

جس سے ایک مستقل دار وگیر اور جنگ وخونریزی کا سلسلہ شروع ہوجائے۔

مدّمقابل قبیلے نے جب اس کا یہ طرز عمل دیکھا جو سابق طور طریقے کے برخلاف تھا۔ تو وہ لوگ بھی انسانیت کے جامے میں آگئے اور کہا کہ نہیں، ہم بھی درگذر کررہے ہیں، اور ہم کوئی خون بہا بھی نہیں چاہتے۔ اس طرح یہ قضیہ صلح وصفائی کے ساتھ انجام کو پہونچا۔

اس وقت پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشاد کا راز معلوم ہوا جو آنحضرتؐ نے اس رئیس قبیلے سے رخصت کے وقت فرمایا تھا کہ "غصّہ نہ کرو"۔

اس صبر وتحمّل کی برکت سے کتنے خون محفوظ رہے۔ اور کتنے فتنے سر اٹھانے سے باز رہے۔

توبہ کرنے والا گنہگار

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاسق و فاجر شخص تھا جو "خلیع" کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ خلیع بہت ہی گنہگار اشخاص کو کہا جاتا تھا) وہ شخص ایک عابد کے پاس آیا تاکہ خدا اس کی برکت سے اسے بخش دے۔

بد نصیب عابد نے جو عالم نہیں تھا۔ اس سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا، اس عابد کا درجہ اتنا بلند ہو چکا تھا کہ جب وہ دھوپ میں ہوتا تھا تو ابر کا ٹکڑا اس کے سر پر سایہ کر لیتا تھا۔ جب وہ گنہگار شخص اس کے پہلو میں بیٹھا اور شکستہ ہو کے اٹھا تو وہ ابر کا ٹکڑا جو عابد کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھا اس گنہگار کے ساتھ چلنے لگا۔ عابد کو سخت تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اس زمانے کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ عابد اس گنہگار سے نفرت کرنے کے باعث خدا کی نظر لطف سے گر گیا ہے۔

نیشاپور میں ابونصر کا ورود

کتاب تذکرہ میں منقول ہے کہ ایک روز نیشاپور کا بادشاہ ابونصر شہر میں وارد ہوا۔ ایک قاری قرآن نے جس کا لہجہ بہت اچھا تھا بادشاہ کے سامنے پُر اثر لحن میں اس آیت کی قرارت کی " قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک ممن تشآء و تعز من تشآء و تذل من تشآء" (یعنی کہو، خداوندا تو سلطنت کا مالک ہے جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے)

اس آیت نے بادشاہ کو اسقدر متاثر کیا اور جھنجھوڑ دیا کہ اسی مقام پر اپنی سواری سے اتر کے پاپیادہ ہو گیا اور زمین کے اوپر سجدے میں گر گیا۔

جب یہ قاری دنیا سے اٹھا تو اس کے ایک رفیق نے اسے خواب میں دیکھا کہ عظیم منزلت پر فائز ہے اس نے پوچھا کہ تم نے کیا ایسا کام کیا تھا جو اس منزلت تک پہنچے؟ اس نے کہا میرے پاس کوئی عمل خیر نہیں تھا، لیکن خدا نے فرمایا کہ چونکہ تم نے دنیا میں ایک روز ایک بادشاہ کے روبرو ہماری عظمت کو یاد کیا تھا لہٰذا اب ہم تمھیں یاد رکھیں گے۔ "فاذکرونی اذکرکم" (یعنی تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا)۔

ملّا جعفر کی حکایت

ملّا جعفر نام کے ایک عالم تھے جس زمانے میں وبائی مرض پھیلا ہوا تھا لوگ انھیں رقمیں دیتے تھے کہ اگر وہ مر جائیں تو ملّا جعفر ان کی طرف سے حج بجا لائیں۔ یہاں تک کہ خود وہ بھی مر گئے ایک شخص نے انھیں خواب میں دیکھا کہ ان کے منھ پر آگ کی لگام چڑھی ہوئی ہے۔ وہ اس منظر سے وحشت زدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بارگاہِ حسینی کے گلدستے سے اذان کی آواز سنی تو فوراً امام حسین علیہ السّلام سے توسّل کی فکر میں لگ گیا چنانچہ صبح کے وقت روضۂ اقدس میں حاضر ہو کر اور ضریح مطہر کو تھام کے ان کی آزادی کی درخواست کی۔ اس واقعہ کو بیسؔ سال گزر گئے یہاں تک کہ میں اعمال حج سے فارغ ہو کر مدینۂ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں مشرف ہوا اور انھیں ایام میں بیمار ہو کر موت کے قریب پہونچ گیا۔ لوگ مجھے زیارت کے لئے حرم رسولؐ میں لے گئے۔ جس تابوت میں مجھے طواف کرایا جا رہا تھا میں جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے متوسّل ہوا، اور ایک بار ملّا جعفر کی یاد تازہ ہو گئی میں نے عرض کیا کہ "میں نے بیسؔ سال قبل آپ کے فرزند امام حسین علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شیخ جعفر کی رہائی کا خواستگار ہوا تھا معلوم نہیں انھوں نے نجات پائی یا نہیں۔ جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا سے توسل کے باعث پہلے تو میں اسی مقام پر تابوت کے اندر شفایاب ہو کر اٹھ بیٹھا اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ضریح اقدس کو تھام لیا، اس کے بعد ملا جعفر کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ بیس سال تک عذاب میں مبتلا رہا لیکن گذشتہ شب جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی شفاعت ہوئی جناب معصومہ نے یہ عمامہ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ عبا مرحمت فرمائی ہے۔ (ہو سکتا ہے کہ بیسؔ سال قبل سیّد الشہداء علیہ السّلام نے کسی مصلحت کی بنا پر یا حقوق العباد میں ماخوذ ہونے کی وجہ سے ملّا جعفر کی شفاعت نہ فرمائی ہو اور اب ان کی تلافی ہو جانے کے بعد جناب معصومہؑ کی بارگاہ میں یہ درخواست قبول کر لی گئی ہو۔ ۱۲ مترجم)

حضرتِ موسٰیؑ اور ایک جوان کی گفتگو

ایک جوان نے حضرت موسٰیؑ ابن عمران سے کہا جب آپ مناجات کے لئے جائیے تو خدا سے کہہ دیجئے گا کہ میں نے تجھ سے ایک حاجت طلب کی لیکن تو نے پوری نہیں کی۔ لہٰذا میں بھی تیرا رزق نہیں چاہتا اور تیری خدائی کو بھی قبول نہیں کرتا۔

حضرت موسٰیؑ کو ایسی بات کہنے میں شرم محسوس ہوئی تو ندا آئی کہ تم نے وہ بات کیوں نہیں کہی؟۔ انھوں نے عرض کیا، پروردگار! تو ہر بات کا جاننے والا ہے اس نے کُفر بکا تھا، حکم ہوا اس سے کہدو کہ، اگر تو رزق نہیں چاہتا پھر بھی میں عطا کروں گا۔ اور میری عزت و بزرگی تیری بندگی کی وجہ سے نہیں ہے۔

بیٹے کی نیکوکاری سے باپ کا فائدہ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبرستان سے گذرتے ہوئے ایک قبر کے پاس پہونچے تو اصحاب سے فرمایا کہ اس جگہ سے جلد آگے بڑھ چلو کیونکہ اس قبر کے مُردے پر عذاب ہورہا ہے۔ دوسرے روز پھر اسی مقام پر تشریف لائے تو فرمایا ٹھہرو، اصحاب نے سبب پوچھا تو فرمایا، چونکہ اس کے فرزند نے ایک راستہ صاف کیا ہے اور ایک یتیم بچے کو اپنی حمایت وپرورش میں لے لیا ہے لہذا خدا نے اس عمل کے باعث اس کے باپ کو اس عذاب سے رہائی بخش دی ہے۔

اس واقعہ سے بالاتر ایک روایت ہے کہ بچہ مکتب گیا اور جب اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا تو خدا نے اس کے باپ کو بخش دیا۔

عمل ہر جگہ انسان کے ساتھ ہے

"قیس ابن عاصم"، جو صدر اسلام اور عہد پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مسلمانوں میں سے تھا ایک بار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا قیام یہاں سے فاصلے پر ہے۔ اور میں آپکی خدمت میں زیادہ حاضری نہیں دے سکتا لہذا آپ مجھے کوئی ایسا موعظہ فرمادیں جو ہر موقع پر کام آسکے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے قیس! تم قبر میں تنہا نہ ہوگے، بلکہ ایک رفیق تمھارے ساتھ ہوگا، یہ رفیق موت کے وقت تمھارے ہمراہ ہوگا، تمھارے ساتھ دفن ہوگا اور تمھارے ساتھ باہر آئے گا۔ روز قیامت اسکے ہمراہ محشور ہوگے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اگر وہ نیک ہوگا تو تم خوشحال رہوگے، ورنہ عذاب میں مبتلا رہوگے۔

شیر خوار بچّہ اور چور

سیّد انوار کتاب میں ایک دوسری حکایت نقل کرتے ہیں کہ ایک رات چند چور ایک شخص کے گھر میں داخل ہوئے، جب وہ کمرے کے اندر پہونچے تو وہاں صاحبِ خانہ، اس کی زوجہ اور ایک شیر خوار بچّہ سو رہے تھے چوروں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے یہ بچّہ جاگ اٹھے اور اس کی آواز سے اس کے ماں باپ بھی بیدار ہو جائیں لہٰذا وہ بچّے کو مع گہوارہ گھر سے باہر اٹھالے گئے اور ایک گلی میں رکھ دیا اس کے بعد آکے گھر کا اسباب و اثاثہ جمع کیا۔ اور اسے بھی باہر لے جاکر تلے اوپر رکھ دیا۔ تیسری بار پھر داخل ہوئے کہ اگر کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو اسے بھی لے جائیں۔ اس موقع پر عورت کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا گہوارہ موجود نہیں ہے اس نے اپنے شوہر کو جگایا دونوں وحشت کے عالم میں کمرے سے باہر نکلے تو دیکھا کہ گھر کا دروازہ کُھلا ہوا ہے جب یہ لوگ گھر کے باہر پہونچے تو دیکھا کہ سارا مال و اسباب اور گہوارہ گلی کے اندر موجود ہے اس وقت چور گھر ہی کے اندر تھے جیسے ہی یہ لوگ گھر سے باہر نکلے گھر منہدم ہو گیا۔ اور چور اس کے نیچے دب کے ہلاک ہو گئے۔ یہ شوہر و زوجہ حیرت زدہ تھے کیونکہ انھیں معلوم نہیں تھا کہ یہ سامان کس نے باہر لا کے رکھا ہے۔ جب صبح ہوئی اور مزدوروں نے گھر کی اینٹیں اور مٹّی ہٹائی تو اس میں سے چوروں کی لاشیں برآمد ہوئیں۔

ہارون کو ابنِ سماکؒ کی نصیحت

ایک روز ابن سماک ہارون رشید کے دربار میں وارد ہوا تو ہارون نے کہا کہ مجھے کوئی پند و نصیحت کرو۔ اس نے کہا ہارون! اگر کسی روز تمہارا گلا بند ہو جائے تو کیا کرو گے؟ ہارون نے کہا، میں اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا۔ ابن سماک نے کہا، اگر تمہارا پیشاب کا راستہ بند ہو جائے تو کیا کرو گے؟ ہارون نے کہا، اس کے عِلاج کے لئے اپنی بقیہ نصف سلطنت بھی دے دوں گا۔ ابن سماک نے کہا، ہارون! تمھاری مملکت کی قیمت معلوم ہو گئی، ایک قطرہ اندر جانا، ایک قطرہ خارج ہونا۔

بنی اسرائیل کا ایک دولتمند

کتاب دار السلام میں منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا۔ اس نے ایک روز کھانا پکوا کے چند حیثیت دار لوگوں کی دعوت کی اتفاق سے دو فقیر محتاج شخص اس کے دروازے کے سامنے سے گزرے تو انھوں نے دیکھا کہ کھانے کی خوشبو بلند ہے اور گھر کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں بھی پہونچ گئے اور اہلِ خانہ نے انھیں دھکے دے کے نکلوا دیا۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ نے ایک بجلی نازل فرمائی، جس نے تمام گھر والوں کو ہلاک کر دیا۔

گلّے کے مالک کے لئے پیغمبرؐ کی دعا

ایک بار حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کے ہمراہ صحرا میں ایک بھیڑوں کے گلّے کے مالک کے پاس پہونچے تو اس سے دودھ خریدنے کی خواہش ظاہر فرمائی اس بدنصیب شخص نے بخل کیا اور کہا، یہ قبیلہ کا مال ہے آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خداوندا اس کے مال کو زیادہ فرما دے، اس کے بعد دوسرے گلّے والے کے قریب پہونچے تو اس نے کافی ادب اور لحاظ کرتے ہوئے دودھ حاضر کیا۔ اور عرض کیا کہ اگر مزید ضرورت ہو تو اور لے آؤں، آنحضرتؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا، خدایا بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ اسے اور مومنین کو انکی ضرورت کے مُطابق عنایت فرما۔

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے دونوں کے لئے دعا فرمائی، لیکن جس نے بخل کیا تھا اس کے لئے زیادتی مال کی، اور اس شخص کے لئے بقدر حاجت کی دعا کس لئے فرمائی؟۔

آنحضرتؐ نے فرمایا زیادہ مال بلا بھی بن جاتا ہے۔

اعرابی اور امام حسینؑ علیہ السلام

ایک اعرابی مدینہ منورہ میں وارد ہوا اور سب سے زیادہ کریم اور سخی انسان کو دریافت کیا۔ لوگوں نے امام حسین ابن علی علیہما السلام کا نام بتایا تو وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص کی پوری دیت میرے ذمہ ہے (جو ایکہزار دینار ہوتے ہیں یعنی ایکہزار مثقال سونا) لہذا میں آپ کی پناہ میں آیا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا میں تم سے تین سوال پوچھتا ہوں اگر تینوں کے جواب دے دو گے تو تمہارا تمام دین ادا کر دوں گا۔ اگر دو جواب دو گے تو دو ثلث اور اگر ایک جواب دو گے تو ایک ثلث دیت ادا کروں گا۔

اس نے عرض کیا، آقا! آپ جیسا عالم و دانا بزرگ مجھ جیسے صحرائی نادان سے سوال کرے تو میں کیا جواب دے سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا، بخشش عقل و دانش کے اندازے و مناسبت سے ہوتی ہے

پھر فرمایا، یہ بتاؤ کہ ہر سختی اور مصیبت سے نجات کا راستہ کیا ہے؟

اس نے عرض کیا، خدا پر توکّل اور بھروسہ۔

حضرت نے اس کی تصدیق اور مدح فرمائی اور فرمایا کہ ہاں یہی نجات کا راستہ ہے۔

پھر سوال فرمایا کہ انسان کی زینت کس چیز سے ہے؟

اس نے عرض کیا، ایسے علم سے جس کے ساتھ حلم و بُردباری بھی وابستہ ہو۔

فرمایا، اگر علم کے ساتھ حلم نہ ہو؟

اس نے عرض کیا ایسی غنا جو کرم کے ہمراہ ہو۔

فرمایا، اگر یہ بھی نہ ہو؟

اس نے عرض کیا، ایسی حاجتمندی اور فقر، جس کے ساتھ صبر بھی ہو۔ اور ہمارا اشاہد

اس جملے میں ہے، خوشحال ایسے شخص کا۔ ایسی نعمت کا کوئی حساب نہیں۔

فرمایا۔ اگر یہ بھی نہ ہو؟

اس نے عرض کیا ایک بجلی گرے اور اسے جلا دے۔

حضرتؑ نے فرمایا، تم نے ٹھیک کہا، اس کے بعد حکم دیا کہ اسے ایکہزار مثقال سونا دے دیا جائے کیوں کہ وہ شخص اہلیت بھی رکھتا تھا اور صاحب کمال بھی تھا اس کے علاوہ آپؑ نے اسے ایک انگشتری بھی مرحمت فرمائی، جس کی قیمت دو سو درہم تھی۔

شکرِ نعمت دلیلِ نعمت

امام جعفر صادق علیہ السّلام کے اصحاب میں سے ایک شخص روتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا حضرتؑ نے رونے کا سبب پوچھا، تو اس نے عرض کی کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے چند حاجتوں کے لئے دعا کی اور اس نے سب پوری فرمادیں، میں نے سرمایہ طلب کیا وہ مجھے عطا فرمایا۔ اور میں نے مکان کی خواہش کی، وہ بھی مجھے مرحمت فرمایا اب میرا گریہ اس لئے ہے کہ خدانخواستہ میرا شمار مستدرجین میں ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ میں درگاہ خداوندی میں مبغوض اور لائق نفرت ہوں۔ اسی لئے میری حاجتیں جلد روا کردی گئیں، تاکہ میں اس کی بارگاہ سے ہٹ جاؤں۔ یا یہ چیزیں مجھے دنیوی امور میں مشغول کردیں۔ (اس طرح کے خیالات مکتب اہل سُنّت کی برکت اور اس سے وابستگی کا نتیجہ ہیں)

حضرتؑ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ جس وقت سے خدائے تعالیٰ نے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں تمھارے شکر میں زیادتی ہوئی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں۔

آپؑ نے فرمایا پھر تم مطمئن رہو کہ یہ نعمت ہے۔

موت کے وقت باطل خیال

سیّد جزائری علیہ الرحمہ انوار نعمانیہ میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک بزرگوار نے بیان کیا کہ میں اغنیاء میں سے ایک ایسے مریض کے سرہانے موجود تھا جس کا آخری وقت تھا جب اس پر موت کے آثار طاری ہوئے تو میں دعائے عدیلہ پڑھنے میں مشغول ہوا اسی ضمن میں مَیں نے چاہا کہ اس کی کچھ اور خدمت کروں، چنانچہ اس سے کہا کہ، رفیق! وہ ایک لاکھ تومان جو فلاں مقام پر محفوظ ہیں اور جنکا مجھے علم ہے انھیں کیا کیا جائے؟۔ یعنی تم کیا چاہتے ہو کہ ان کا ثلث (۱/۳ حصہ) کس مصرف میں صرف کیا جائے؟ اس نے گلے کے نیچے سے آواز نکالتے ہوئے جواب دیا۔ کہ میں نے انھیں اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ میرے آڑے وقت پر کام آئیں۔ میری بیوی ہے بچّے ہیں۔ اسکے علاوہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس کے ساتھ ہی اس کی سانس رک گئی اور وہ مَر گیا۔ اس نے زندگی بھر جس خیال میں دولت جمع کی تھی موت کے وقت بھی اسی خیال میں گُم رہا۔ پناہ بخدا جو شخص خدا سے دور ہو جاتا ہے، اس کا شعور بھی کم ہو جاتا ہے۔ ہوشمند وہی شخص ہے جو خدا کو یاد رکھّے۔

سعید ابنِ جبیر کے حالات

یہاں ایک حقیقی سرمایہ دار کی داستان پیش کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ واقعی بے نیازی کیا چیز ہے۔ جناب سعید ابن جبیر کے حالات میں لکھا ہے کہ تم نے یقیناً اُن کا نام سنا ہوگا، وہ اُنچاس ۴۹ سال کی عمر میں شہید ہوئے، اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء اور فقہائیں سے تھے، بالخصوص فقہ اور تفسیر میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ کیونکہ اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ ابن عباس کے پاس اس علم کی تحصیل میں گزارا تھا۔ ابن عباس نے جو کچھ حضرت امیر المومنین ؑ سے سیکھا تھا وہ جناب سعید اُن سے اخذ کرتے تھے۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ راتوں میں (غالباً جاڑوں کی طولانی راتوں میں) دو رکعت نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ پہلی رکعت میں قرآن مجید کے پندرہ ۱۵ پاروں کی اور دوسری رکعت میں بقیہ پندرہ ۱۵ پاروں کی قراءت کرتے تھے یعنی دو رکعتوں میں قرآن ختم کر دیتے تھے انکے حالات میں عامّہ نے بھی لکھا ہے کہ انکے عہد میں مشرق و مغرب کے اندر ہر مسلمان انکے علم کا محتاج تھا اگرچہ کتاب حیوٰۃ الحیوان کے مؤلف (دمیری، کہ جو علمائے اہلسنّت میں سے تھے) کہتے ہیں کہ چونکہ قحط الرجال ہوگیا تھا یعنی فقہا میں سے کوئی دوسرا باقی نہیں رہا تھا لہٰذا تمام لوگ علم حاصل کرنے میں ان کے محتاج تھے۔ بہر حال یہ مسلم ہے کہ عام طور سے سبھی لوگ ان جناب کے مقام علمی کی احتیاج رکھتے تھے۔ زہد میں بھی ضرب المثل تھے اس جلالت اور عظمت کے باوجود امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے ان کو جو علمی مقامات اور درجات حاصل تھے وہ حضرت ہی کی بدولت تھے یا پھر ابن عباس کے ذریعہ یعنی درحقیقت حضرت علی علیہ السّلام سے۔ یہ جب مدینہ منورہ میں ہوتے تھے تو امام زین العابدین ؑ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے اور ہر جلسے اور مجلس میں جہاں حضرت کا نام آجاتا تھا یہ آپکی مدح و ثنا شروع کر دیتے تھے۔ اسی امر کے پیش نظر

مروانیوں کی جماعت دیکھ رہی تھی۔ کہ وہ اہلبیتؑ کے نور کو خاموش کرنے کی جسقدر کوشش کرتی ہے ایک نور اور ظاہر ہو جاتا ہے۔ انھوں نے میثم کو، عمار یاسر کو، رشید حجری کو اور محبّان اہلبیتؑ کو قتل کیا تاکہ اس نور کو خاموش کر دیں۔ لیکن ایک بار دیکھا کہ سعید ابن جبیر جیسا عظیم الشان عالم اور اہلبیتؑ عصمت و طہارت کا مدّاح موجود ہے۔ چنانچہ حجاج ملعون کو جو دوستان اہلبیتؑ کو قتل کرنے پر انتہائی حریص تھا اس کی اطلاع دی گئی۔ جناب سعید ابن جبیر حج سے مشرف ہوئے تو حجّاج ملعون نے حج کے بعد بیس ۲۰ اشخاص کو ان کی گرفتاری کے لئے مامور کیا اور ان پر ایک سردار معیّن کیا، ساتھ ہی اس کام کے لئے ایک بڑا انعام مقرر کیا، ان لوگوں نے قسم کھائی کہ اگر سعید کو نہ لائے تو ان کی عورتوں پر طلاق ہے۔ یہ لوگ مکّہ معظّمہ کے راستے میں جہاں جناب سعید پناہ لئے ہوئے تھے انکی تلاش میں پھر رہے تھے یہاں تک کہ ایک راہب کے دَیر میں پہونچے۔ تاریخ عامّہ میں منقول ہے کہ جب یہ لوگ وہاں پہونچے تو راہب سے کہا کہ تم نے ان اطراف میں سعید ابنِ جبیر کو تو نہیں دیکھا ہے۔؟

اس نے کہا میں انھیں پہچانتا نہیں ہوں، ان لوگوں نے ان کی شناختیں بیان کیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ اس طرح کا ایک آدمی اس راستہ سے گیا ہے۔ اس کا تعاقب کرو تو مل جائے گا۔ وہ لوگ آگے بڑھے اور ایک صحرا میں پہونچے تو دیکھا کہ سعید خاک پر پڑے ہوئے ہیں سجدے میں۔ اور مسلسل قاضی الحاجات کی بارگاہ میں مناجات کر رہے ہیں۔ ان لوگوں پر اس قدر اثر ہوا کہ قریب نہیں گئے۔ یہاں تک کہ جب ان کی نماز تمام ہوئی تو ان لوگوں نے بڑھ کے سلام کیا اور کہا کہ چلو تم کو حجّاج نے طلب کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ حتمی ہے، ان لوگوں نے کہا ہاں حتمی ہے۔

انھوں نے فرمایا، انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

سعید ان بیس نفر کے ساتھ حاضر ہوئے یہاں تک کہ راہب کے دیر میں پہونچے۔ اس وقت شام ہو رہی تھی۔ راہب نے کہا، یہ صحرا خطرناک ہے، شیروں کا ایک جوڑا غروب کے بعد یہاں آتا ہے۔ اور اگر کسی آدمی کو یہاں پاتا ہے تو چیر پھاڑ کے اُسے کھا جاتا

ہے لہذا تم لوگ دَیر کے اندر آجاؤ، ان لوگوں نے اسے منظور کیا، لیکن سعید ان کے بار بار اصرار کے باوجود اندر نہیں آئے تو ان لوگوں نے کہا۔ کیا تم بھاگنا چاہتے ہو؟ انھوں نے فرمایا نہیں! میں بھاگنا نہیں چاہتا، لیکن چونکہ ایک مشرک کا مکان ہے لہٰذا میں اس میں قدم نہیں رکھتا، ان لوگوں نے کہا تم شیر کا لقمہ بن جاؤ گے تو میں حجّاج کو کیا جواب دونگا (اس مقام پر ایمان اور باطنی استغنا کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔) انھوں نے فرمایا، انّ معی ربّی سیحد سنی "، یعنی میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو میری حفاظت فرمائیگا۔

ان لوگوں نے یہ مسئلہ راہب کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا اپنی کمانوں میں تیر لگالو تاکہ شیر آئیں تو انھیں نشانہ بنا سکو۔

جناب سعید کی زندگی کا آخری دور ہے اور بظاہر موت قریب ہے لیکن ہر حال میں خدا کی طرف لو لگی ہے چنانچہ مغرب کے اول وقت نماز شروع کرنا چاہتے تھے کہ اوّل وقت شیرنی آگئی اور اس نے جناب سعید کی طرف رُخ کیا، لیکن یہ بغیر کسی ادنیٰ سے خوف و دہشت کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ راہب یہ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

شیرنی نے صبر کیا، یہاں تک کہ جب سعید کی نماز تمام ہوئی تو وہ اپنا سر انکے پاؤں اور ان کے سامنے کی خاک پر ملنے لگی، (یہ بات مسلّم ہے اور اسے سنی مورخ بھی لکھتے ہیں)

اس کے بعد جناب سعید کے اشارے سے ایک طرف ہٹ گئی، اور یہ نافلہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے اس کے بعد نر شیر آیا اس نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا خلاصہ یہ کہ اذان صبح تک یہ شیر سعید کے پاسبان رہے اور صبح کے وقت اپنے چہرۂ خاک پر مَل کے رخصت ہو گئے، صبح کو وہ راہب آیا اور انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے خواہش کی کہ اسے دین اسلام سے مشرف کریں، چنانچہ اسی جگہ مسلمان ہو گیا، اور کچھ احکام اسلام بھی یاد گئے۔

تعجب یہ ہے کہ ان بیس افراد نے بھی اپنے کو سعید کے قدموں میں گرا دیا اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم کیا کریں۔ ہم آپکو لیجانے پر مجبور ہیں۔

جناب سعید نے فرمایا تم اپنی ذمہ داری کو انجام دو۔

انھوں نے کہا ہم پر احسان کیجئے اور ہمارے سامنے حجّاج کے سامنے چلئے۔

غرض کہ جب سعید کو لے کر پہونچے تو رات ہو گئی تھی، انھوں نے فرمایا کہ مجھکو ایک شب کی مہلت اور دیدو چونکہ یہ میری زندگی کی آخری شب ہے لہٰذا مجھے قبر کی تنگی اور وحشت قبر یاد آرہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل کی رات کے لئے کچھ تدارک کر لوں۔

اُن میں سے ایک شخص نے کہا، اگر یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تو ہم انھیں کہاں ڈھونڈھتے پھریں گے؟ لیکن دوسرے شخص نے کہا کہ ہم نے سعید کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اس مدّت میں انھوں نے ہماری روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں کھایا ہے، ہم نے ان سے کوئی فعل حرام سرزد ہوتے نہیں دیکھا ہے۔ اور سوا عبادت انھوں نے کوئی دوسرا کام نہیں کیا ہے اس کے بعد ان سے پوچھا کہ آیا آپ قول دیتے ہیں؟۔

انھوں نے فرمایا میں قسم بھی کھاتا ہوں، پھر ان میں سے ایک ضامن ہوا، سعید پانی کے کنارے آئے، غسل کیا اور صبح تک نماز اور مناجات میں مشغول رہے طلوع فجر کے اوّل وقت آئے اور وہ لوگ انھیں حجّاج کے پاس لے گئے حجّاج نے بہانہ ڈھونڈھنے کیلئے پوچھا کہ ابوبکر و عمر کے بارے میں تمھارا عقیدہ کیا ہے؟

انھوں نے فرمایا، میں کیا بتاؤں ابوبکر اور عمر بہشت میں ہیں یا نہیں، کیونکہ میں بہشت میں نہیں گیا ہوں، پھر اس نے پوچھا علی بہتر ہیں یا ابوبکر اور عمر؟۔ انھوں نے فرمایا، ان میں سے جو خدا کی بارگاہ میں زیادہ مقرب ہوگا۔

حجاج نے دیکھا کہ انھیں کسی بہانے سے گرفت میں نہیں لے سکتا تو کہا کہ یہ بتاؤ کہ میں تمھیں کس طرح قتل کروں انھوں نے فرمایا اس طرح سے جس طرح تم چاہتے ہو، کہ خدا تم سے انتقام لے، اس نے حکم دیا انھیں نہر کے کنارے لے جا کر قتل کیا جائے۔

سعید ہنس پڑے، اس نے پوچھا تمھارے ہنسنے کا کیا سبب ہے؟۔

انھوں نے فرمایا، مجھے خدائے تعالیٰ کے حلم اور تمھاری جراءت پر حیرت ہے، اس کے بعد دعا کی کہ خداوندا! میرے بعد حجاج کو اتنی مہلت نہ دے کہ کسی اور کو قتل کرے اور یہی ہوا

بھی، یعنی وہ ایسی بلاؤں میں گرفتار ہوا کہ سعید کی شہادت کے پندرہ روز بعد ہی واصل جہنم ہو گیا۔

سعید نے اپنی شہادت کے وقت پڑھا۔ "وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

اس نے حکم دیا کہ ان کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جائے، تو انھوں نے فوراً پڑھا۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ"، یعنی تم جس طرف رُخ کرو وجہ خدا موجود ہے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان کا سر زمین پر رکھا جائے، تو فوراً پڑھا مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى"، یعنی ہم نے تمھیں اس سے پیدا کیا ہے اور اسی میں پلٹا کے لیجائیں گے۔ اور اسی سے دوبارہ باہر لائیں گے۔

حجاج نے کہا انھیں کیوں مہلت دے رہے ہو، جلد ختم کرو، چنانچہ اس مظلوم کا سر تن سے جدا کر دیا گیا، حق یہ ہے کہ، عَاشَ سَعِيْدًا وَمَاتَ سَعِيْدًا"، کیا اسم بامسمّٰی رکھتے تھے، دنیا میں بھی سعید تھے، موت کے وقت بھی سعید تھے۔ اور اس عالم میں بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔

یہ ہے نمونہ ان افراد کا جنھیں حقیقی غنا اور حقیقی سرمایہ نصیب ہوا۔

ایک تسبیح ملک سلیمانؑ سے بہتر ہے

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنی بساط شاہی پر بیٹھے ہوئے ہوا میں سفر کر رہے تھے اس دوران انھوں نے ایک دہقان کی تسبیح کی آواز سُنی۔

بساط سلیمانی ایک فرسخ (تقریباً ۶ کلومیٹر) چوڑی اور ایک فرسخ لمبی تھی۔ یہ زربفت کا ایک فرش تھا، جسے جنّات نے ان کے لئے تیار کیا تھا۔ اس پر چھ ہزار کرسیاں رکھی گئی تھیں، خود حضرت سلیمان کی کرسی اس کے وسط میں تھیں، اس کے چاروں جانب پہلی صف علماء کی، دوسری صف وزراء کی، اس کے بعد اُمرائے لشکر کی، آپ کے پیچھے دوسرے لوگ، ان کے پیچھے جنّات کی صفیں اور آپ کے سر پر طیور سایہ افگن رہتے تھے۔ جہاں آپ چاہتے تھے ہوا اس بساط کو اڑا کر لے جاتی تھی۔

اسی طرح کے ایک سفر میں بساط سلیمانی کی حرکت کی آواز نے ایک کاشتکار کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کاشتکار نے کہا۔ سبحان اللہ، یعنی پاک و منزہ ہے وہ خدا جس نے آل داؤد کو ایسا ملک عطا فرمایا۔

ہوا نے یہ آواز حضرت سلیمان کے کانوں تک پہونچائی تو آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو نیچے اتارے، اس کے بعد آپ نے اس دہقان کو بلوا کے اس سے فرمایا کہ یہ میرا ملک عظیم نہیں ہے۔ بلکہ وہ سبحان اللہ عظیم ہے جو کوئی مومن کہے اور خدا اسے قبول کر لے۔

حضرت موسیٰؑ اور گنہگار بندے کی شفاعت

ایک بار حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار سے مناجات کے لئے جارہے تھے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے آپ کا دامن تھام لیا، اور عرض کیا کہ "میں گنہگار ہوں آپ اس وقت مناجات کے لئے جارہے ہیں لہٰذا میری شفاعت کر دیجئے تاکہ خدا مجھے بخش دے۔ حضرت موسیٰ نے اثنائے مناجات میں عرض کیا کہ پروردگارا! تو جانتا ہے کہ تیرے فلاں بندے نے تجھ سے معافی کی درخواست کی ہے۔

ندا آئی کہ تم جس گنہگار کی شفاعت کروگے میں اسے بخش دوں گا سوا قاتلانِ حسینؑ کے کیونکہ انھیں توبہ نصیب نہ ہوگی۔ اس لئے کہ انھوں نے عرش خدا یعنی حسینؑ کے دل کو توڑا ہے جو عرش جسمانی سے بالاتر ہے۔

وہ شاگرد جس نے حضورِ خدا کا لحاظ کیا

ایک بزرگ کے حالات میں مذکور ہے کہ انکے حوزۂ درس میں طالبانِ علم و کمال حاضر ہوتے تھے انہیں سے ایک طالبِ علم پر ان کی اعتنا ایک دوسرے سے زیادہ تھی، اور اسے اتنی اہمیت دیتے تھے کہ دوسرے طلّاب نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ "ہم اس سے بہتر عقل و فہم رکھتے ہیں آپ اسے کس لئے ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ استاد نے دیکھا کہ صرف زبانی طور پر سمجھانے سے حقیقت کما حقہا واضح نہ ہوگی لہٰذا خارجی اور ظاہری مثال کے ذریعے اس طرح سمجھانا چاہیئے کہ پھر انکار اور تردید کی گنجائش نہ رہے چنانچہ انھوں نے اپنے ہر شاگرد کو ایک ایک مُرغ دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص ایک مُرغ ذبح کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس مقام پر کوئی دوسرا موجود نہ ہو ہر شاگرد ایک خلوت کی جگہ پر گیا اور مُرغ کو ذبح کر دیا۔۔۔ لیکن وہ شاگرد جو استاد کا مرکزِ توجہ تھا مرغ کو زندہ واپس لایا اور عرض کیا کہ آپ نے جو شرط عاید کی تھی وہ پوری نہیں ہوسکی اور ایسی خلوت کی جگہ دستیاب نہیں ہوئی جہاں کوئی دوسرا موجود نہ ہو۔ کیونکہ میں جہاں بھی جاتا ہوں وہاں خدا حاضر و ناظر ہوتا ہے۔

استاد نے شاگردوں کی طرف رُخ کیا اور کہا، اب تم نے اسے پہچانا۔

یہ ایک خداداد نور ہے جس کے دل میں روشن ہوتا ہے اس کی سعادت اور نیک بختی کی بنیاد فراہم ہوجاتی ہے۔ یعنی خدا کے حاضر و ناظر ہونے کی طرف توجہّ۔

امامِ رضا علیہ السّلام اور دوست کا جنازہ

موسیٰ ابن یسار سے منقول ہے کہ میں امام رضا علیہ السّلام کی رکاب میں سفر کر رہا تھا حضرت اور میں دونوں قافلے سے آگے چل رہے تھے اور اصحاب اور مومنین کا قافلہ پیچھے تھا۔ اسی دوران نماز کا وقت آگیا تو حضرت سواری سے اتر پڑے اور مجھ سے فرمایا کہ اذان کہو تاکہ ہم نماز پڑھ لیں، میں نے عرض کیا کہ آقا تھوڑی دیر تامّل فرمائیں تاکہ قافلہ والے بھی آجائیں اور ہم سب ایک ساتھ نماز ادا کریں۔ حضرت نے فرمایا "لاتدع الصّلوٰۃ من اوّل وقتھا ابدا" یعنی نماز کو ہرگز اس کے اول وقت سے پیچھے نہ کرو۔ مقصد یہ کہ امر خداوندی کے لئے اہتمام رکھو، کائنات کا مالک تمھیں طلب کرے تو اس کی بارگاہ میں جلد حاضر ہو۔ "حیّ علی الصلوٰۃ" چنانچہ میں نے اذان کہی اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد ہم آگے بڑھے، پھر ہم نے دیکھا کہ دور سے لوگ جنازہ اٹھائے ہوئے آرہے ہیں۔ اور اسے دفن کرنا چاہتے ہیں۔ جب امام رضا علیہ السّلام کی نظر جنازہ کے اوپر پڑی تو آپ تیزی سے آگے بڑھے اور وہاں پہونچ کے جنازہ کو اپنے کاندھے پر لے لیا۔ راوی کی تعبیر کے مُطابق اپنا جسم مبارک جنازے سے ملا رہے تھے۔ یعنی اپنے انتہائی اشتیاق اور تعلق کا اظہار فرما رہے تھے۔

روایت کے مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غسل وکفن سے فراغت ہو چکی تھی، راوی کا بیان ہے کہ حضرت اس کی قبر میں اترے اور خود ہی اس کی میّت کو لاکر قبر میں رکھا، اور جب اس کے چہرے کو زمین پر رکھنا چاہتے تھے تو میّت کو اپنی آغوش میں لیکر فرمایا، گوارا ہو مبارک ہو تمھیں وہ ساز وسامان جہاں تم پہونچ گئے ہو اور رنج واندوہ کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اس کے بعد اپنا روئے اقدس اس کے چہرے پر رکھا اور قبر سے باہر تشریف لائے۔

میں نے عرض کیا آقا! آپ تو کبھی یہاں تشریف نہیں لائے تھے۔ یہ شخص کون تھا؟

آپ نے فرمایا، یہ ہمارے دوستوں میں سے تھا، لیکن کبھی مجھے دیکھا نہیں تھا۔

میں نے عرض کیا آپ نے اسے کیونکر پہچانا؟ تو فرمایا، آیا تم نہیں جانتے کہ ہر صبح وشام ہر مومن کا عمل ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

غلامؑ اور عبادت کا نور!

بہت سی کتابوں میں عبداللہ ابن مبارک کا یہ بیان منقول ہے کہ میں نے بردہ فروشوں کے بازار میں ایک ضعیف اور نحیف غلام کو دیکھا جس کے چہرے سے نیکی اور سعادت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے اس کے مالک سے پوچھا کہ اسے کتنے میں فروخت کرتے ہو؟

اس نے کہا یہ غلام تمہارے کام کا نہیں ہے کیونکہ یہ راتوں میں گریہ و نالہ و زاری کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا کوئی حرج نہیں ہے، اور اسے تھوڑی سی قیمت پر خرید لیا۔ اس کے بعد غلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے تمھیں خرید لیا ہے اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ اس نے کہا، میں دنوں کے اوقات میں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کیا کروں گا لیکن راتوں میں مجھ سے کوئی رابطہ نہ رکھئے گا۔ میں نے اسے منظور کیا اور گھر پہونچ کے ایک حجرہ اس کے قیام کے لئے مخصوص کر دیا۔ آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو خیال ہوا کہ غلام کے حجرے میں جا کے دیکھوں کہ کیا کر رہا ہے؟ میں نے دیکھا کہ حجرہ نور سے معمور ہے اور یہ نور حجرے سے آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ غلام مناجات میں مصروف ہے اور بارگاہِ خداوندی میں پوری عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ عرض کر رہا ہے۔ کہ خدایا! میں تیرا ایک بہت ہی پست اور حقیر بندہ ہوں اگر کوئی شخص تجھ سے دنیا چاہتا ہے تو میں آخرت کا طلبگار ہوں۔ خداوندا! ہر شخص تجھ سے مال و دولت چاہتا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ کل روزِ قیامت میں پیغمبر کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں حیرت کے عالم میں اس کے حجرے کے دروازے پر کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، غلام باہر نکلا اور میں نے اس ہاتھوں کے اور پاؤں کے بوسے لئے۔ اور کہا کہ میں تمھیں پہچانتا نہیں تھا۔ آج سے معاملہ برعکس

ہے۔ تم آقا ہو اور میں تمہارا غلام ہوں۔

غلام نے کہا اگر ایسا ہے تو مجھے خدا کے لئے آزاد کر دیجئے۔

میں نے کہا تم آزاد ہو اور میں تمہارا غلام ہوں۔

غلام نے سر سجدے میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ، خداوندا! مجھے میرے اس چھوٹے آقا نے آزاد کر دیا ہے لہٰذا تو بھی جو میرا بزرگ ترین مولا ہے مجھے آزاد کر دے اور اپنے جوار میں بلا لے، چنانچہ ابھی وہ سجدہ ہی میں تھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

ایک دولتمند ایک ساعت میں فقیر ہو جاتا ہے

ایک شخص جو سوداگری کا پیشہ کرتا تھا، مختلف چیزیں خرید کے ادھر سے اُدھر لیجاتا تھا اور انھیں فروخت کر کے گذر اوقات کرتا تھا اور آذربایجان کے شاہسون قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اپنے دورے کے سلسلے میں ایک ایسے قبیلے میں پہونچا جس کا سردار ایک بزرگ اندھا شخص رہ چکا تھا۔ اس کے پاس جانوروں کے بہت بڑے گلے تھے جواب ہاتھ سے جاتے رہے تھے۔ اس کی اولاد بھی کثیر تعداد میں تھی اس کے لڑکوں نے سوداگر سے کہا کہ تم میرے باپ کے پاس بیٹھ کے اس سے گفتگو کرو اور اس کے دل سے کسی طرح رنج و غم کو دور کرو۔

سوداگر نے اس سے باتیں کرتے ہوئے پوچھا کہ تمھیں کس بات پر غم و غصّہ ہے اس نے کہا کیا بتاؤں، اس کے آنسو جاری ہو گئے اس نے کہا، بس اسی قدر جان لو کہ میرا ایک زمانہ ایسا تھا کہ یہ سارا صحرا میری بھیڑوں، اونٹوں اور گاؤں سے بھرا ہوا تھا۔ پہاڑ کے اس پار بھی کئی فرسخ تک میرے جانوروں کے گلے پھیلے ہوئے تھے، اور میرے خدمتگاروں، فرزندوں اور متعلقین کے خیمے استادہ تھے ایک روز اپنے ایک پوتے کو جسے اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ چاہتا تھا اپنے ساتھ سوار کر کے سیر کے لئے نکلا، جس طرف جاتا تھا ہر طرف میرے ہی گلّے نظر آتے تھے۔

میں نے اپنے پوتے سے کہا کہ تمھارے دادا کے پاس اتنی دولت و ثروت ہے کہ اگر خدا کبھی اسے محتاج بنانا چاہے تو برسوں لگ جائیں گے۔

مختصر یہ کہ جب میں پہاڑ کے دامن میں پہونچا تو قبلہ کی جانب سے ایک سیاہ ابر اٹھا جس نے سارے میدان کو گھیر لیا اور بہت بڑے بڑے اولے کثرت سے گرنا شروع ہو گئے۔ اس ناگہانی آفت سے بچنے کے لئے میں نے اپنے پوتے کو لے کر پہاڑ کے

ایک غار میں پناہ لی تھوڑی دیر کے بعد میں نے غار سے سر نکال کے دیکھا تو میرا سارا ساز و سامان تمام جانوروں کے گلے اور غول، کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا، میری زندگی بھر کی محنت کا سرمایہ سیلاب میں بہہ گیا تھا۔ اور میں ایک ساعت میں امیر سے فقیر ہو چکا تھا۔ میں نے نالۂ و فریاد کرتے ہوئے سوچا کہ اپنا گھوڑا تلاش کروں اور دیکھوں کہ کوئی چیز باقی رہ گئی ہے یا نہیں میں نے اپنے پوتے کو ایک پتھر کے کنارے بیٹھا دیا اور گھوڑے کی جستجو میں آگے بڑھا ناگاہ اپنی پشت کی جانب ایک چیخ کی آواز سنی، مڑ کے دیکھا تو ایک بھیڑیئے کو بچّہ پر حملہ کرتے ہوئے پایا۔ میں نے اپنی بندوق سے بھیڑیئے کا نشانہ لیا لیکن گولی میرے عزیز ترین پوتے کو لگی۔ اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔

میں نے شدید صدمے اور غم و اندوہ کے عالم میں بندوق اٹھا کر اپنے سر پر مار لی جس سے میری بینائی بھی جاتی رہی۔ میں تھوڑے ہی دیر کے اندر خاک مزلت پر پہونچ گیا یہ ایک ایسا کروڑپتی اور سرمایہ دار تھا جس نے اپنے استقلال کا دعویٰ کیا تھا۔ اور یہ نہیں سمجھتا تھا کہ خود وہ اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب خدا کی طرف سے ہے۔

خطاوار بلّی قرآن کی پناہ لیتی ہے

جامی نوری مرحوم دارالسلام میں فرماتے ہیں کہ نجف اشرف کے ایک عالم جن کا اسم مبارک مجھے یاد نہیں رہا بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک کبوتر پلا ہوا تھا اور ایک بلّی بھی کبھی کبھی گھر میں آجاتی تھی ایک روز بلّی نے اس کبوتر پر جسے میں بہت چاہتی تھا حملہ کیا اور پکڑ لے گئی۔ لڑکوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ غائب ہوگئی۔ میں نے ایک چھڑی اپنے پاس رکھ لی تاکہ جب وہ آئے تو اسے تنبیہ کروں لیکن وہ چند روز تک نہیں آئی اس لئے کہ وہ اتنا شعور اور ہوش رکھتی تھی کہ جہاں اسنے چوری اور خیانت کی تھی وہاں دن کی روشنی میں بے احتیاطی کے ساتھ نہیں جانا چاہیئے۔ ایک روز مجھ کو توجہ ہوئی کہ وہ بہت معصومیت کے ساتھ محتاط انداز میں آہستہ آہستہ آرہی ہے میں ایک گوشے میں چھپ گیا تاکہ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ میں اس کی گھات میں ہوں۔ اور بھاگ جائے میں اپنے حجرے میں پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا کہ وہ کتبخانے میں داخل ہوئی میں بھی پہونچ گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ جب وہ متوجہ ہوئی کہ دروازہ بند ہے اور میں بھی چھڑی لیکر اس پر حملہ آور ہوا تو وہ سمجھ گئی کہ بات اسکے اختیار سے باہر ہو چکی ہے اور اِدھر اُدھر بھاگنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ تو ایک مرتبہ جست کر کے کتابوں پر چڑھ گئی۔ اور تلاش کر کے قرآن مجید کے اوپر اپنا ہاتھ اور منہ رکھ کے بیٹھ گئی۔ گویا اس نے قرآن کی پناہ لے لی تھی۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا کہ ایک جانور قرآن کی پناہ لئے ہوئے ہے تو میں نے چھڑی کو الگ پھینک دیا۔ اور کمرے کا دروازہ کھول دیا تاکہ وہ بھاگ جائے۔ اور بلّی بھی آہستہ سے کود کے باہر چلی گئی۔ لیکن اس کی توبہ سچّی تھی کیونکہ اس کے بعد اُسنے پھر کبھی میرے گھر میں کوئی خیانت یا چوری نہیں کی نہ کبوتر بلکہ نہ مچھلی اور گوشت وغیرہ پر تصرّف کیا۔ یہ ہے جانوروں کی فطرت اور خصلت۔

مفضّل وراثت کا دعویٰ ختم کرتے ہیں

اس مقام پر ہم امام جعفر صادق علیہ السّلام کی روش کو نمونۂ عمل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں ایک روز بازار کوفہ میں دو شخص جو آپس میں رشتہ دار تھے میراث کے بارے میں دعویٰ کر رہے تھے، یہ دونوں امام جعفر صادق علیہ السّلام کے شیعوں میں سے تھے اسی اثناء میں حضرت صادق علیہ السّلام کے نایب خاص جناب مفضّل آگے اور یہ قضیہ دیکھ کے فرمایا کہ تم لوگ میرے گھر آؤ تاکہ میں تمھاری باتوں پر غور کروں۔

انھوں نے ایک سے پوچھا کہ تمھارا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا میری میراث کے کئی سو درہم اسکے ذمّے ہیں یہ مجھے نہیں دے رہا ہے۔

فریق ثانی سے پوچھا تم کیا جواب دیتے ہو؟ تو اس نے کہا، یہ جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے مفضّل اٹھے اور اسی قدر رقم لاکر مدّعی کے سامنے رکھ دی اور کہا یہ ہے تمھارا مطالبہ اب دونوں آدمی ایک دوسرے سے مصافحہ کرو اور بغیر کسی بد دلی اور رنجش کے اپنے گھر جاؤ۔ ضمناً یہ بھی جان لو کہ یہ میرا مال نہیں بلکہ سہم امامؑ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام کی ملکیت ہے خود حضرت نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان مصالحت کے لئے اسے صرف کر دینا کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ دو مومن بھائی ایک دوسرے کے مقابل مدّعی بنیں اور دنیا کے مُردار کے لئے آپس میں جنگ کریں۔

بعض مکروہات اور منکرات جو مال صرف کرنے سے برطرف ہو سکتے ہیں ان کے لئے پیسے خرچ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ پیسہ پھینکو تاکہ یہ بُرائی ختم ہو اور مومن سے قطع رحم یا اُسے سخت و سُست کہنا بند ہو۔

MOWLANA NASIR DEVJANI
MAHUVA, GUJARAT, INDIA
PHONE : 0091 2844 28711
MAIL : devjani@netcourrier.com

مُصیبت خدا کی یاد دِلاتی ہے؟

خبیث رضا خاں کے زمانے میں اس کا پہلا ملحد اور بے دین وزیر جو خود بھی پہلوی کی طرح مغرور تھا دعویٰ کیا کرتا تھا کہ میرے پاس اس بات کی ایک سو دلیلیں موجود ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ اسقدر بے حیا شخص شاید اس سے سو سال قبل بھی نہ رہا ہوگا۔ اور سو سال بعد تک نہ ہوگا۔ جو اس طرح کا دعویٰ کرے۔

زیادہ مدّت نہیں گزری تھی کہ اس نے ایک بہت بڑی رشوت لے کر گیہوں ملک سے باہر بھیج دیا، اور دوسرے غلط کاموں کا بھی مرتکب ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قید خانے میں پہونچ گیا۔ میں دو واسطوں سے راوی کا یہ قول نقل کرتا ہوں۔ کہ میں قزل قلعے میں گیا تو میری نظر اس مجبور اور ناچار شخص پر پڑی میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی شکستہ حال ہے۔ میں نے اس کا حال پوچھا اور کہا کہ تم خدا کے نہ ہونے پر جو دلیلیں رکھتے تھے انمیں سے کچھ بیان کرو، یہ سُن کے وہ بدبخت رونے لگا اور کہا کہ ایک دلیل ایسی پیدا ہو گئی ہے جس نے ان تمام سو دلیلوں کو ختم کر دیا ہے اور وہ دلیل مجھ بدنصیب کا زمانہ ہے کہ کل کیا تھا، اور آج کیا ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کوئی خدا موجود ہے۔

اب جب کہ وہ دام مصیبت میں گرفتار ہوا تو رنج وبلا نے اسے آدمی بنا دیا۔

چور کا مغالطہ اور باغبان کی زدوکوب

جو لوگ تمام برائیوں کو خدا کی طرف نسبت دیتے ہیں ان کا بہترین جواب ایک باغبان کا عمل ہے یہ باغبان اپنے باغ میں پہونچا تو دیکھا کہ ایک چور میوے کھا رہا ہے اور اپنی زنبیل بھی میووں سے بھر رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس نے باغ کی نگہداشت میں مہینوں زحمت اٹھائی ہے۔ اور اب یہ بدمعاش اس کے ثمرے کو اس طرح کھا رہا ہے اور لئے جا رہا ہے چنانچہ اس نے ڈانٹتے ہوئے کہا، اے بندۂ خدا یہ کیا کر رہا ہے۔

اس نے جواب دیا زمین خدا کی، درخت بھی خدا کا، میوہ بھی خدا کا، میں بھی خدا کا بندہ اور میرے دانت بھی خدا کا عطیہ، اب اس معاملے میں تم بولنے والے کون ہو؟ باغبان تعجب میں پڑ گیا یہ شخص کیا کہہ رہا ہے اس طرح کی سینہ زوری اور پھر سارا الزام خدا پر رکھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ ایک کمیں گاہ میں چھپ گیا۔ اور جب وہ چور باغ سے جانے لگا تو اس نے پیچھے سے اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی، اور اس کے شانوں اور بغلوں کو رسّی سے جکڑ کے ایک موٹا ڈنڈا جو پہلے سے رکھ چھوڑا تھا، اٹھا لایا اور اسے مارنے لگا جب چور نے داد و فریاد شروع کی تو اس نے کہا چیختے کیوں ہو؟ ڈنڈا خدا کا، ہاتھ خدا کا، مارنے والا بھی خدا کا بندہ، اور تمہارا بدن بھی خدا کا، اب اسمیں تم کو کیا اعتراض ہے۔

جنّت فروشی بھی ایک عجیب مذاق ہے

بہشت کی فروخت گویا اپنی کسی ذاتی ملکیت کا معاملہ ہے یہودی تمام بنی اسرائیل کو بہشتی اور بہشت کو ان کی موروثی جائداد سمجھتے ہیں۔ نصاریٰ بھی جنّت کو حضرت مسیح اور ان کے کلیسائی نمائندوں کا مال جانتے ہیں لہٰذا جس کے ہاتھ چاہتے ہیں فروخت کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ گذشتہ دنوں میں یہ دوکان بہت رونق پر تھی، قیمت لے کر چند میٹر زمین اس شرط پر بیچ دیتے تھے۔ کہ اسے خدا جانتا ہے ایک اصفہانی شخص نے جو اٹلی میں رہتا تھا ایک بہت پر لطف کام انجام دیا اور یہ دلچسپ اعلان کیا کہ میں جہنم کو خریدنا چاہتا ہوں ہر شخص جنّت خریدتا ہے میں جہنم کا خریدار ہوں اور اس کے لئے اس نے ہر طرف کثرت سے اشتہار دیا پھر پوپ کے پاس پہونچ کے پورے خلوص کا اظہار کرتے ہوئے التماس کیا کہ میں پورے جہنم کو خریدنا چاہتا ہوں۔ پوپ نے کہا کس طرح؟ بہر حال اس مخلص نے کسی طرح اپنا کام انجام دیا اور پوپ کے دل کو جو مردار دنیا کی حرص میں اسیر تھا اپنی جانب مائل کر لیا کیونکہ اس سے بہتر خریدار کون مل سکتا تھا جو سارے جہنم کو اچھی خاصی قیمت پر خرید لے۔ اس نے کافی بڑی قیمت مانگی اور اس نے بھی اسے ادا کر کے پوپ کے دستخط کے ساتھ یہ سند لکھوالی کہ اس نے تمام جہنم کو خرید لیا ہے اور اس کا مالک بن گیا ہے۔

پوپ نے خیال کیا کہ اس نے اصفہانی کو بیوقوف بنا کے لوٹ لیا ہے لیکن دوسرے ہی روز اس اعلان کے ساتھ اس شخص نے سند کو چھپوا کے شائع کر دیا کہ اے مسیحیو اس سند کے مطابق جہنم کی جملہ حدود صرف میری ملکیت ہیں۔ اور اب ان کا اختیار فقط مجھکو حاصل ہے۔ لہٰذا میں تم میں سے کسی شخص کو اب اسمیں داخل نہ ہونے دوں گا، اب تمھیں بہشت خریدنے کی ضرورت نہیں ہے، تم تو اب سب کے سب خود بہشتی ہو کیونکہ جہنم میں تمھارا داخلہ ممنوع ہے۔ اسطرح اسنے پوپ کے بہشت خریدنے کا سارا کاروبار تباہ کر دیا۔

بھیڑیئے کا لُقمہ فقیر کے لُقمے کے برابر

مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جس کے پاس روٹی کا صرف ایک لقمہ تھا، اتفاق سے ایک سائل آگیا اور اس نے بھوک کا اظہار کیا عورت نے وہ روٹی کا لقمہ اسے دیدیا اور نخلستان کی طرف چلی گئی وہاں اپنے بچّے کو ایک طرف لٹا دیا تاکہ کوئی کام تلاش کرے، اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور بچّے کو منھ میں دبا کر لے جانا چاہا، ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا اور بچّے کو بھیڑیئے کے منھ سے چھین کے ماں کے سُپرد کرتے ہوئے کہا، اے عورت! "لقمہ بہ لقمہ" یعنی یہ بھیڑیئے کا لقمہ تمھارے اس لقمہ کے عوض میں ہے جو تم نے سائل کو دیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ روٹی کے اس لقمے کی برکت سے جو تم نے سائل کو دیا تھا خدا نے تمھارا بچّہ تمھیں لوٹا دیا۔

چار اشخاص مختلف توقّعات رکھتے تھے

ایک روز حضرت موسیٰؑ ابن عمران کو وحی ہوئی کہ آج میں تمھیں ایک آیت کی نشاندہی کرتا ہوں۔ فلاں قریے میں جاؤ، وہاں فلاں کوچے میں چار شخص رہتے ہیں اُن سے گفتگو کر کے اُن کا کام اور اُن کی خواہش دریافت کرو!

حضرت موسیٰؑ گئے اور وہ جگہ تلاش کر کے پہلے آدمی سے پوچھا کہ تمھاری خواہش کیا ہے؟

اس نے کہا، میں کاشت کار ہوں، گذشتہ سال نقصان اٹھا چکا ہوں امسال قرض لیکر زیادہ تخم ریزی کی ہے اور خدا سے چاہتا ہوں کہ اس سال بارش زیادہ ہو۔ آپ دعا کر دیجیے کہ بارش کثرت سے ہو۔

دوسرے شخص نے کہا، میں کاسہ گر ہوں اور کوزے بناتا ہوں، حضرت موسیٰؑ نے اس کی حاجت پوچھی تو اس نے کہا، جب میں کام شروع کرتا ہوں اور مٹّی کے ظروف بنا کر پکانے کے لئے آتشدان میں ڈالتا ہوں تو ایکبار ابر آجاتا ہے اور بارش ہونے لگتی ہے۔ جس سے میرا سارا کام برباد ہو جاتا ہے۔ اگر اس سال قطعاً بارش نہ ہو تو میرا کاروبار درست ہو جائے۔

تیسرے آدمی سے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، اور کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں خرمن کار ہوں، غلّہ کا خرمن کرنے کے وقت ہوا تیز نہیں چلتی اگر خدا تند و تیز ہوا بھیج دیتا تو میرا کام جلد انجام پا جاتا۔ پھر چوتھے انسان سے دریافت کیا کہ تمھارا کام اور خواہش کیا ہے؟ تو اس نے کہا، میں باغبان ہوں۔ جب درختوں میں میوے نہیں ہوتے تو کچھ نہیں ہوتا، لیکن جب وقت میوے تیار ہوتے ہیں تو تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور میوے درختوں سے گر جاتے ہیں۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو میرے لئے بہتر اور سودمند ہوتا۔

حضرت موسیٰؑ حیران ہو گئے اور عرض کی کہ، خداوندا! تو ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنے بندوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے۔

حضرت دانیالؑ اور کنویں کے اندر یادِ خدا

بخت النصر نے دانیال پیغمبرؑ کو گرفتار کر کے کنوئیں کے اندر ڈال دیا، اور ایک درندہ بھی ان کے ساتھ ڈال کے کنویں کا منھ ڈھانک دیا۔ حضرت دانیال بغیر کسی اضطراب اور پریشانی کے خدا کی یاد اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ جانور ان کا مکمّل مطیع اور فرمانبردار بن گیا۔ جب ایک دن گذرا تو خدا نے ایک پیغمبر کے ذریعے ان کے لئے خوراک مہیّا فرمائی۔ انھوں نے کنویں کا سرپوش ہٹایا تو سنا کہ دانیال کہہ رہے ہیں کہ، شکر اس خدا کا جو کسی ایسے شخص کو فراموش نہیں کرتا جو اُسے یاد کرتا ہو۔

یہودی قرضخواہ کے مقابل رسولخدا کی بُردباری

ایک روایت کی بنا پر حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک یہودی کے چند درہم کے قرضدار تھے ایک روز یہودی نے راستے میں آنحضرتؐ کو روک لیا اور کہا کہ میرا قرض ادا کرنے کے بعد آگے بڑھیئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسوقت میرے پاس نہیں ہیں۔ اس نے کہا اس وقت میں آپکو نہیں چھوڑوں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں ابھی ٹھہرا ہوا ہوں،

بعض اصحاب ادھر سے گزرے اور یہ صورتحال دیکھ کر یہودی کو سخت و سُست کہنا چاہا لیکن رسولخداؐ نے انھیں روک دیا۔ حالانکہ اگر ایک اشارہ فرمادیتے تو یہودی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے، مدینہ کا گرم آفتاب پیغمبرؐ کے جسم پر شعلے برسا رہا تھا اور آنحضرتؐ کے سَر اور چہرۂ مبارک سے پسینہ جاری تھا، اس کے باوجود آپؐ نے ناراضگی کا ایک حرف بھی اس سے نہیں کہا، یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا، لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! نماز کا وقت ہے کیا مسجد میں تشریف نہ لے چلئے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہودی مجھ پر حق رکھتا ہے، جس وقت یہودی نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ اور عرض کی میں نے آپکو پیسوں کے لئے نہیں روکا تھا بلکہ میں نے توریت میں پیغمبر آخرالزماںؐ کے جو اوصاف پڑھے ہیں انہیں حلم و بردباری بھی ہے۔ میں نے آپ کا امتحان لینا چاہا تھا کہ آپ وہی پیغمبر موعود ہیں یا نہیں۔؟ چنانچہ اب میں ایمان لاتا ہوں۔ اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وانّ محمد ارسول اللہؐ۔

بُہلُول کی داستان

اگر تمھیں یقین نہ ہو کہ سبھی لوگ فقیر ہیں تو قبرستان پر نظر ڈالو وہاں کے حالات معلوم کرو اور دیکھو کہ کروڑپتی اشخاص اور فقراء کس حال میں ہیں؟

کہتے ہیں ایک روز بہلول بغداد کے قبرستان میں مردوں کی کھوپڑیوں کو جھٹک رہے تھے کبھی ان میں مٹّی بھرتے تھے اور پھر خالی کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا، بہلول! ان مردہ سروں کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟

انھوں نے کہا میں دولتمندوں کو تہی دستوں سے جدا کرنا چاہتا ہوں۔ اور فرمانروا کو زیردست سے الگ کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سبھی ایک حالت میں ہیں۔

مسافرت اور توشۂ آخرت

زہری کہتے ہیں کہ ایک تاریک رات میں جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی میں اپنے غلام کے ہمراہ مدینے کی گلیوں سے گزر رہا تھا کہ مجھے اندازہ ہوا کہ میرے مولا امام زین العابدینؑ علیہ السّلام تشریف لئے جا رہے ہیں۔ میں پا پیادہ ہو کر حضرت کی خدمت میں پہونچا اور ارادت وعقیدت کا اظہار کیا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ روٹیاں بھی حضرت کے ساتھ تھیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سفر کا خیال ہے لہٰذا اس کے لئے کچھ زاد راہ مہیّا کیا ہے۔ چاہتا ہوں کہ اسے کسی محفوظ مقام پر جمع کر دوں۔ میں نے عرض کیا آپ اجازت دیں۔ تو میرا غلام اس میں آپکی مدد کرے۔

فرمایا میں خود ہی اس کا زیادہ اہل ہوں۔

زہری کہتے ہیں کہ چند روز بعد آقا سے مدینے کے ایک کوچے میں ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ آپ تو سفر کا ارادہ رکھتے تھے فرمایا جیسا تمھارا خیال ہے وہ بات نہیں ہے بلکہ میں سفر آخرت کا قصد رکھتا ہوں (اور وہ روٹیاں فقرائے مدینہ کیلئے لے جا رہا تھا۔۔۔۔)

مروی ہے کہ سید سجاد علیہ السّلام بغیر اپنے کو پہچنوائے ہوئے فقیروں کے چار سو گھروں میں روٹیاں پہونچاتے تھے۔ مومنین کو بھی چاہئے کہ اس بارے میں غفلت سے کام نہ لیں۔ دنیا اور آخرت کی برکتیں عطا کرنے میں ہیں وعدہ کیا گیا ہے کہ علاوہ انفاق و خیرات کے استحباب کے اس کا عوض دنیا میں بھی دیا جاتا ہے۔ خاص طور سے مرد سائل کو اور بالخصوص رات کے وقت محروم واپس کرنا مکروہ ہے۔

ایک فاحشہ عورت جو نیک بختی کے ساتھ مری

کتاب لئالی الاخبار میں ایک زانیہ عورت کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے اپنے ایک سفر کے دوران ایک پیاسے کتّے کو دیکھا تو اس کے دل میں جذبۂ ترحّم نے جوش مارا ایک کنوئیں کے اوپر پہونچی اس کے پاس ڈول نہیں تھا، صرف ایک برتن تھا۔ کافی زحمت سے ایک رسّی مہیّا کی، اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اپنے گیسو کاٹ کے اور انھیں آپس میں جوڑ کے رسّی تیار کی اور اس طرح کنوئیں سے پانی نکال کے کتّے کو سیراب کیا۔

یہ کار خیر اس کی توبہ اور خدا کی طرف اس کی بازگشت کا باعث ہوا اور وہ سعادت کے ساتھ دنیا سے اٹھی۔

ستّر سال کی بے نتیجہ عبادت

کتاب اثنا عشریہ میں نیز مرحوم حاجی نوری کی کلمۂ طیّبہ میں ہے ، اور شیخ شوستری نے بھی اپنے مواعظ کے ضمن میں نقل فرمایا ہے کہ ایک عابد تھا جس نے ستّر سال تک عبادت کی تھی ۔ ایک روز ایک حسین عورت نے اس کے دروازے پر دستک دی اور درخواست کی کہ اسے رات بھر کے لئے اپنے گھر میں جگہ دے ۔ عابد نے پہلے تو رضامندی نہیں دی لیکن بالآخر عورت کے حُسن وجمال نے اسے فریفتہ کر دیا ۔ مشہور ہے کہ جب آنکھ دیکھتی ہے تو دل بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔

اس زانیہ عورت نے عابد کا دل قابو میں کر لیا ۔ اور آخر کار وہ اس کے گھر میں منتقل ہو گیا ۔ اس کے علاوہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی اس ہرجائی عورت کے نذر کر دیا ۔

اسی عالم میں ایک ہفتہ گذر گیا اور اس مدت میں اس نے اپنی ساری عبادتیں ترک کر دیں ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی وہ ستّر سال کی عبادت حقیقت سے عاری تھی ۔ عبادت کی صورت تو تھی لیکن اس میں اخلاص کی روح موجود نہیں تھی ۔

ایک ہفتہ گذرنے کے بعد اسے ہوش آیا کہ تم کہاں تھے اور کہاں پہونچ گئے ؟ کس بلندی پر تھے اور کس پستی پر جا پڑے ، اور اگر اسی حال میں موت آجائے تو کہاں جاؤ گے اور کس کے ساتھ تمھارا حشر ہو گا ۔ ؟

لطف خداوندی اس کی مدد کو پہونچا ، اس نے بظاہر ستّر سال تک بارگاہ خداوندی میں حاضری دی تھی جو اگرچہ حقیقت سے خالی تھی ، لیکن خدا نے اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑا ۔ وہ ایک مرتبہ خوف خدا سے کانپ اٹھا ۔ اور رونا شروع کیا ۔

عورت نے پوچھا یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے ۔ ؟ تو اس نے جواب دیا میں نے اپنی ستّر

سال کی عبادت کو یاد کیا اور اپنی موجودہ حالت کو دیکھا ۔ یہ کہہ کے چلنے کے لئے اٹھ کے کھڑا ہو گیا ۔

عورت نے کہا تمھیں اس خدا کی قسم جس کی تم عبادت کرتے ہو ، اگر تم توبہ کرنے کے لئے جا رہے ہو تو دعا کرنا کہ خدا مجھے بھی توبہ کی توفیق عطا فرمائے ۔

عابد باہر نکلا تو کوئی ٹھکانا اس کی نظر میں نہیں تھا ۔ لہٰذا سیدھا مسجد میں آیا تاکہ رات وہیں بسر کرے ۔ اس مسجد میں دس نابینا رہتے تھے ۔ ان کا ایک ہمسایہ ہر رات ان کے لئے دس گردے روٹیاں بھیج دیا کرتا تھا ۔ عابد بھی ایک کنارے بیٹھ گیا لوگ دس روٹیاں لائے اور بینا اشخاص کے سامنے رکھ کر چلے گئے ۔ عابد بہت ہی بھوکا تھا لہٰذا ان میں سے ایک روٹی اٹھالی ۔ اندھے نے ہاتھ بڑھایا تو روٹی نہیں پائی ۔ اس نے نالہ و فریاد شروع کر دی میری روٹی کون لے گیا ۔ میں بھوکا کیونکر بسر کروں گا ۔ ؟ اس موقع پر عابد نے اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تو گرسنہ رہا ہے ، اگر بھوک سے مر بھی جائے تو اسی کا سزاوار ہے ۔ بجائے اس کے کہ یہ اندھا آدمی بغیر روٹی کے رات گذارے ، اور فوراً وہ روٹی نابینا کے سامنے رکھ دی ۔

وہ رات عابد کی زندگی کی آخری رات تھی ۔ اس کی روح قبض کرنے کے وقت فرشتے حیران ہوئے کہ کون سی جماعت اس کی جان نکالے ، ملائکۂ عذاب کی یا ملائکۂ رحمت کی ۔ ؟ انھیں حکم ہوا کہ اسکے اعمال کا موازنہ کرو ۔ چنانچہ انھوں نے اس کی ستّر سال کی عبادت اور سات روز کی معصیت کو تولا تو دیکھا کہ اس کی معصیت زیادہ وزنی ہے ۔ اس وقت خدا کی رحمت اس کی فریاد کو پہونچی ۔ (یامن سبقت رحمتہ غضبہ) یعنی اے وہ خدا جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے ہے ۔

ندا آئی کہ روٹی کی چوری کو اس ندامت کے ساتھ وزن کرو جو اس کے بعد اس کے دل میں پیدا ہوئی ۔ اس مقام پر خدا کا فضل کام آیا ۔ فرشتوں نے دیکھا کہ شرمندگی زیادہ وزنی ہے ۔ یقیناً شرمساری کا وہ لمحہ خدا کے نزدیک بہت قیمتی تھا ، یہی گردہ

نان سے باز رہنا اور اسے نابینا کو واپس دیدینا اس کے کام آیا اور نیک انجام کے ساتھ ملائکہ نے اس کی روح قبض کی۔

چوروں کی دستبرد سے بچنے کے طریقے

امام حسن عسکری علیہ السّلام کی تفسیر میں ارشاد ہے کہ ایک سفر میں امام جعفر صادق علیہ السّلام چند دیگر اشخاص کے ہمراہ روانہ ہوئے چنانچہ ایک ایسے مقام پر پہونچے جہاں خبر ملی کہ آگے رہزنوں کا ایک گروہ گھات میں لگا ہوا ہے اور قافلے کا مال و اسباب لوٹنا چاہتا ہے۔ سب لوگ سخت دہشت زدہ ہوئے اور حضرت کے گرد جمع ہو کر عرض کیا کہ اب ہم کیا کریں؟

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے اموال آپ کی سپردگی میں دے دیں۔ چونکہ آپ اولاد پیغمبر ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے احترام میں ہم لوگوں سے دستبردار ہو جائیں؟

امامؑ نے فرمایا کہ یہ عقلمندی کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے ان کی نظر میرے ہی اوپر ہو۔ لوگوں نے کہا پھر کیا کیا جائے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس صحرا میں کسی مقام پر ایک گڑھا کھود کر اپنا سامان دفن کر دیں اور بعد کو واپس آکر اسے نکال لیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ طریقہ بھی عقل کے خلاف ہے کیونکہ ممکن ہے کسی کو خبر ہو جائے اور وہ تمہارے اموال نکال کر لے جائے۔ یا واپسی میں تم لوگ اس جگہ کو گم کر دو، (بالخصوص ریگستان میں جہاں ہوا ریت کو اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔ اور مقام دفن کے آثار مٹا دیتی ہے)

لوگوں نے پریشان ہو کے کہا، پھر ہم کیا کریں؟

حضرتؑ نے فرمایا، ایسی ہستی کی سُپردگی میں دو جس سے کوئی دوسرا شخص چھین نہ سکے وہ اس کی حفاظت بھی کرے گی اور جب تم اس کے بہت ضرورتمند ہو گے تو کئی گنا کر کے تمھیں واپس بھی کرے گا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا، خدا، تم خدا کو دیدو تاکہ وہ تمھاری نگہداشت کرے اور مصیبت و سختی کے وقت قبر کے غار میں اور برزخ و قیامت میں تمھیں واپس دے۔

انھوں نے عرض کیا ہم تیار ہیں فرمایا تم اپنے خدا سے عہد کرو کہ اپنے اموال کا ثلث (1/3) صدقہ دو گے! انھوں نے کہا، یہاں تو کوئی فقیر یا محتاج بھی موجود نہیں، فرمایا جب اپنی منزل پر پہونچ جاؤ

ان لوگوں نے قبول کیا اور عہد کیا کہ جب اپنی منزل پر پہونچینگے تو اپنے اموال کا ثلث (1/3) راہ خدا میں صدقہ دیں گے۔ حضرت نے فرمایا خدا کی راہ میں روانہ ہو، اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس کے بعد کی منزل میں راہ زن سامنے آئے اور ان کے سردار نے پوچھا کہ جعفر ابن محمد کہاں ہیں۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں پہونچا تو آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیکر عرض کیا کہ ہم قافلے کا مال و اسباب لوٹنے کے لئے آئے تھے لیکن ہم نے خواب میں دیکھا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کسی قافلے پر چھاپہ مارنے کا حق نہیں رکھتے، یہ میرے فرزند جعفر کی پناہ میں ہے اگر تم اس کی طرف جاؤ تو اس کی پاسبانی کا فرض ادا کرو۔ چنانچہ اب ہم آپ کی پاسبانی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہمیں تمھاری پاسبانی کی حاجت نہیں جس خدا نے ہم کو تمھارے شر سے بچایا ہے، وہ دوسرے خطرات سے بھی حفاظت کر سکتا ہے۔ بالآخر وہ کارواں اپنی منزل پر پہونچا اور قافلے والوں نے اپنا ایک ثلث (1/3) مال خدا کی راہ میں دیدیا چنانچہ خدا نے انکے بقیہ اموال میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ نہ صرف صدقے میں دئے ہوئے مال کی کمی پوری ہوئی بلکہ وہ لوگ آئندہ بھی ہمیشہ چند در چند اور مزید کئی گنا فائدہ اٹھاتے رہے ان کا قول تھا کہ کسقدر زیادہ

تھیں برکتیں امام جعفر ابن محمد صادق علیہما السلام کی۔

حضرت زہراؑ کا عطیہ مصری کے دو کیسے

مرحوم حاجی نوری کلمۂ طیبہ میں مرحوم سید حیدر اعلی اللہ مقامہ کی زوجہ کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ علویہ خاتون کسقدر جلیل القدر تھیں جن کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ ماہ رجب و شعبان دو مہینوں میں کوئی روزہ ترک نہیں کرتی تھیں ان کے گھر پر اکثر مہمان آتے رہتے تھے۔ اور یہ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود روزہ کی حالت میں ان کی مہمانداری بھی کرتی رہتی تھیں اسکے بعد لکھتے ہیں کہ ایک روز مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد اپنی افطاری اور سحری کے لئے تھوڑی غذا محفوظ کرلی تھی۔ اتفاق سے افطار سے قبل ایک سائل آگیا چنانچہ ان معظمہ نے اپنی افطاری اور سحری اسے دیدی اور صرف پانی سے افطار کرلیا۔ سحر کے وقت اٹھیں، نماز شب ادا کی اور تھوڑا سا پانی پی کے اسی ضعف کی حالت میں روزے کی نیت کی۔ خواب و بیداری کے عالم میں مشاہدہ کیا کہ سیدہ عالمیان جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تشریف لائی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ میری بیٹی! تم کیسے اسقدر مشقت برداشت کر رہی ہو؟

انھوں نے کہا میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا صرف اپنا کھانا سائل کو دیا ہے، جناب معصومہ نے فرمایا، تم بوڑھی ہو چکی ہو بغیر سحری کے روزہ نہیں رکھ سکتیں، اس وقت تمھاری کیا خواہش ہے؟

انھوں نے عرض کیا، تھوڑی سی شیرینی اور آلو بخارہ چاہتی ہوں۔

حضرتؑ نے مصری کے دو کیسے مرحمت فرمائے اور نگاہوں سے غائب ہو گئیں۔

علویہ آپؑ کے پیچھے روانہ ہوئی اور ہر چند جستجو کی لیکن پھر زیارت نہیں ہوئی، انھوں نے یہ ماجرا اپنے شوہر سید حیدر سے بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ ان دونوں کیسوں کی قدر و منزلت

سمجھو! اس کے بعد ان کیسوں کی مصری جس مریض کو دی جاتی تھی وہ صحتیاب ہو جاتا تھا۔ منجملہ ایک شخص شیخ زین العابدین نامی تھے جو موت کی حالت میں پہونچ چکے تھے اور دوسرے ہندوستان کے ایک نواب جو بغداد میں سکونت پذیر تھے اور ایک سخت مرض میں مبتلا تھے شفایاب ہوئے۔ آہستہ آہستہ یہ بات مشہور ہو گئی لوگ ایران اور ہندوستان سے کاظمین میں سید کے پاس حاضر ہوتے تھے اور اس مصری سے شفا حاصل کرتے تھے۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہ دونوں چھوٹے کیسے تھے لیکن اسقدر تقسیم کے بعد ان میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز علویہ نے کہا کہ تعجب ہے ان کیسوں میں کمی کیوں نہیں ہوتی، اس روز سے وہ کم ہونا شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ ان کی مصری تمام ہو گئی۔ البتہ وہ دونوں کیسے موجود تھے، سید نے کہا کہ انھیں محفوظ رکھو، ایک میرے کفن میں رکھنے کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ لیکن بعد میں معلوم نہیں کیا سبب ہوا۔ کہ یہ دونوں کیسے بھی غائب ہو گئے۔

حضرت امیر المومنینؑ اور عقاب

جناب اسماعیل حمیری جو اپنے اشعار کے ذریعے فدا کاری کا ثبوت دیتے تھے اور اس بارے میں اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، منصور کے زمانے سے ہارون کے دور تک اپنی زندگی کے آخری لمحات تک انھیں مجمع عام میں انتہائی دلیری اور بے باکی کے ساتھ حضرت امیر المومنینؑ کی مدح سرائی سے کام رہا۔

ایک بار ایک ایسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں انار اور خرمے کا ذکر ہو رہا تھا۔ یہ اٹھ کھڑے ہوئے، لوگوں نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو؟ تو انھوں نے کہا، میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جس مجلس میں اہلبیتؑ کا ذکر نہ ہو اسمیں نہیں بیٹھوں گا۔ اور یہاں انار اور خرمے کی باتیں ہو رہی ہیں پھر دو تین شعر پڑھے اور چلے گئے۔ ایک روز چند اشخاص ان کے ساتھ تھے۔ تو انھوں نے کہا کہ جو شخص حضرت علی علیہ السّلام کی کوئی ایسی فضیلت بیان کرے جس کے بارے میں میں نے کوئی شعر نہ کہا ہو تو یہ گھوڑا اور جو سامان اسکے اوپر ہے اسے ہدیہ کر دوں گا۔ ہر طرف سے ہر شخص ایک فضیلت بیان کرتا تھا اور سید اسکے جواب میں کہتے تھے میں نے اس بارے میں شعر کہا ہے یا قصیدہ نظم کیا ہے، یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ مروی ہے کہ ایک روز ہمارے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے نماز پڑھنے کے لئے اپنی کفش اتاری، جب آپ نماز میں مشغول ہو گئے تو ایک سانپ جو قریب ہی موجود تھا کفش کے اندر داخل ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور وہ کفش پہننا چاہتے تھے تو دفعتاً ایک عقاب نیچے آیا اور کفش اپنے منقار میں دبا کر لے گیا اوپر لے جا کر اسے جھٹکا دیا اور جب وہ سانپ اس میں سے گر گیا تو دوبارہ کفش کو لا کر مولا کے سامنے رکھ دیا۔ سیّد نے فرمایا، آفریں۔ میں نے ابتک اس بارے میں کوئی قصیدہ نہیں کہا تھا۔ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور اسے ہدیہ کر دیا۔ پھر اس سلسلے میں پندرہ شعر پڑھے۔

نامِ خدا کی برکت

مجدّدِ مذہب جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رح کے حالات میں مرقوم ہے کہ یہ کاظمین کے قریب محلۂ کرخ میں سکونت پذیر تھے اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے ان کا ایک شاگرد ان سے کچھ فاصلے پر بغداد میں رہتا تھا۔ اور اس کے مکان اور سیدؒ کی قیام گاہ کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ اس وقت تک وہاں پُل موجود نہیں تھا۔ چنانچہ وہ مجبور تھا کہ کسی کشتی کا انتظار کرے جس کی وجہ سے اکثر پہونچنے میں تاخیر ہو جاتی تھی۔ اور وہ بعض اوقات نصف درس یا کبھی درس کے آخر میں پہونچتا تھا۔ ایک روز اس نے سیّد سے اس کی شکایت کی اور اپنا چارۂ کار دریافت کیا۔ سیدؒ نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد قلم اٹھایا کچھ لکھا اور اسے لپیٹ کے شاگرد کو دیتے ہوئے فرمایا، کل صبح تم میرے پاس آنا اور دریا پار کرنے کا کوئی وسیلہ نہ ملے تو اس کاغذ کو اپنے ہمراہ رکھنا اور پانی پر چلتے ہوئے چلے آنا، شاگرد نے اس ہدایت پر عمل کیا اور درس میں جلد پہونچ گیا۔ دوسرے روز پانی پر پاؤں رکھنے سے پہلے سوچا کہ یہ عجیب چیز ہے، دیکھوں سید نے اس کاغذ میں کیا لکھا ہے۔ جو اسقدر موثر ہے۔

اس نے کاغذ کو کھولا تو دیکھا کہ صرف "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تحریر ہے۔ اس نے سوچا کہ عجیب بات ہے۔ یہ تو وہی بسم اللہ ہے جسے میں خود ہی پڑھتا رہتا ہوں۔ اور اس طرح اس کے دل میں بسم اللہ کی سبکی اور بے اہمیتی کا احساس پیدا ہو گیا۔ چنانچہ جب اس نے پانی پر قدم رکھا تو وہ ڈوبنے لگا۔ لہذا پیچھے ہٹ آیا اور کشتی کا انتظار کرنے لگا۔ اور ہمیشہ کی طرح معطل ہو کے رہ گیا۔ اس وقت اس پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اس آیۂ مبارک (او خدا کے اسمائے حسنیٰ سے بے اعتنائی ان کے اثر کو کس قدر گھٹا دیتی ہے)۔

نخلِ صیحانی اور بہترین خرما

نباتات کے ملکوتی شعور اور ان کے نطق و گویائی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ، ایک شافعی عالِم نے نقل کیا ہے اور خاصہ کے طریقے سے بھی منقول ہے کہ، ایک روز خاتم الانبیاءؐ اور حضرت علی علیہ السّلام مدینے کے نخلستان سے گذر رہے تھے کہ دور سے خُرمے کے درخت نے صدا بلند کی کہ "ھٰذا احمد رسول اللّٰہؐ" اور جب حضرت علی علیہ السّلام قریب ہوئے تو اس نے آواز دی "وھٰذا علیؑ ولی اللّٰہ سید الوصیین و امام الائمۃ الھادین المھدیینؑ" خرمے کا درخت بھی عقیدت و ارادت کا اظہار کرتا ہے اور رسالت پیغمبرؐ نیز ولایت علیؑ کی گواہی دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کا کچھ خرما تناول فرمایا اور اس درخت کا نام صیحانی رکھا، اور آج بھی نخلِ صیحانی کا خرمہ مدینہ کا بہترین خرمہ ہوتا ہے۔ اور صیحانی کا نام بھی اس روز اس درخت کے صیحہ کرنے (آواز دینے) کی مناسبت سے ہے۔

جریح ایک جاہل عبادت گزار

بحار الانوار جلد ششم اور حیات القلوب جلد اوّل میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے کشّاف حقائق میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں جریح نام کا ایک عابد تھا جو ایک گوشے میں عبادت اور یادِ خدا میں سرگرم رہتا تھا۔ لیکن عالم نہیں تھا۔

ایک روز اس کی ماں نے کسی ضرورت سے اسے پکارا لیکن اس نے کوئی اعتنا نہیں کی اور اسی طرح ذکرِ خدا میں مشغول رہا۔ ماں بیچاری واپس چلی گئی دوبارہ آکر پھر جریح کہہ کر آواز دی لیکن اس نے توجہ نہیں کی روایت میں اس کا ذکر تو نہیں ہے کہ اسے کیا کام تھا۔ لیکن تیسری مرتبہ ماں نے یہ کہہ کر صدا دی کہ جریح! میری خبر لو میں مصیبت میں گرفتار ہوں لیکن عابد نے پھر بھی پروا نہیں کی۔ اور اپنے ذکر کو طول دیتا رہا، افسوس ہے ایسے تقدس پر جو نادانی کے ساتھ ہو۔ یہ ذکر اگر امرِ خدا کی اطاعت کے لئے ہو تو اس کا حکم ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرو۔ اگر اس کی اطاعت مقصود ہے تو اگر مستحب نماز میں بھی ماں تمھیں آواز دے تو تمھارا فرض ہے کہ نماز چھوڑ کے ماں کی دلجوئی کرو۔ غرضکہ تیسری بار میں ماں کا دل ٹوٹ گیا۔ حیف ہے اگر ماں دل شکستہ ہو کیونکہ یہ فرزند کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ اور کوئی چیز اس کی تلافی نہیں کر سکتی زیادہ تر مصیبتیں جو فرزند کو پیش آتی ہیں وہ باپ یا ماں کی آہ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یقیناً یہ بات صرف اس کے زمانۂ حیات ہی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اگر فرزند انھیں بھلا دے تو اکثر اسے عالم برزخ میں بھی زحمتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ لہٰذا کوشش کرو کہ اپنے ماں باپ کے لئے اعمال خیر کو فراموش نہ کرو۔ وائے ہو اس شخص پر جو اپنے باپ اور ماں کی وصیت پر عمل نہ کرے۔

بہر حال اس کی ماں دل شکستہ ہو گئی تو نفرین کی اور کہا، "یااللّٰہ بنی اسرائیل فاخذلہ" اے بنی اسرائیل کے خدا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ جس طرح اس نے میرے ساتھ

بے اعتنائی کا سلوک کیا ہے۔ تو بھی اس کے ساتھ بے اعتنائی فرما اور اس کی مدد نہ فرما۔

دوسرے روز ایک فاحشہ عورت نے جو حرامکاری سے حاملہ ہوئی تھی عابد کے گھر کے قریب ایک مکان لیا اور وضع حمل کے بعد اعلان کیا کہ یہ بچہ اسی عالم کا ہے۔ لوگ بھی جو عام طور پر تحقیق نہیں کیا کرتے اور ہر شخص کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہیں آخر کار اس کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور طعنہ زنی کرنے لگے کہ تو نے اس فاحشہ عورت کے ساتھ ایسا فعل قبیح کیوں کیا؟ تجھے شرم نہیں آئی۔

بدبخت عابد نے کہا، میں اس واقعہ سے بالکل بے خبر ہوں۔

لیکن عوام ایسی باتوں پر توجہ نہیں کرتے، ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ تمام آبادی میں یہ خبر گرم ہو گئی، کہ عابد فلاں فاحشہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور آج اس کا بچہ پیدا ہوا ہے۔

لوگ بیچارے جریح کی خانقاہ میں گھس پڑے، اس کی داڑھی پکڑ کر کھینچ رہے تھے اس کے منہ پر تھوک رہے تھے اور سخت و سست بھی کہہ رہے تھے۔ کہ اے خیانت کار! ہم تجھے قاعدے کا آدمی سمجھ رہے تھے ان میں ایک شخص بھی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ پہلے ذرا تحقیق کر لو کہ اس قضیئے کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟۔

یہ کس مپرسی اور بیچارگی خدا کی طرف سے تھی، جب خدا نے مدد نہیں فرمائی تو لوگوں نے بھی جو چاہا کہا۔ اور جس طرح شیطان نے انھیں بہکایا اس پر عمل کیا۔

بدنصیب عابد کو حاکم کے پاس لے گئے، اور شہر کا ہجوم شور مچاتا ہوا واقعے کی تصدیق کر رہا تھا۔

حاکم نے بھی جب دیکھا کہ اتنا بڑا مجمع اس طرح شہادت دے رہا ہے تو اس کے نزدیک بھی جُرم ثابت ہو گیا اور اس نے حکم دیدیا کہ اسے سولی پر چڑھا دیا جائے۔

سابق زمانے میں سولی دینے کا طریقہ یہ تھا کہ مجرم کو بغلوں کے نیچے سے رسّی ڈال کے اوپر کھینچ لیتے تھے۔ اور وہ مدتوں اسی طرح لٹکا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بھوک اور پیاس یا خوف سے رفتہ رفتہ دَم توڑ دیتا تھا۔ پہلے اس زمانے کا سا دستور نہیں تھا۔ کہ گردن میں پھندا ڈال کے فوراً ختم کر دیا جاتا۔

جب اس کی بوڑھی ماں نے سنا کہ اس کا بیٹا سولی پر چڑھایا گیا ہے تو نالہ و فریاد کرتی ہوئی سولی کے نیچے پہونچی اور جب اپنے فرزند کو اس حال میں دیکھا تو گریہ و بکا شروع کی۔ جریح نے سولی کے اوپر سے آواز دی کہ ماں! کسلئے نالہ وزاری کر رہی ہو؟ یہ میری مصیبت تمھاری ہی نفرین اور بد دعا کی وجہ سے ہے تم نے کہا تھا کہ خدا میری مدد نہ کرے لہذا خدا نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ میری مدد نہیں فرمائی ہے اور میرے اوپر یہ بلا نازل ہوئی۔ بعض تماشائیوں نے یہ نئی بات سنی اور اس مقام پر لطف خداوندی شامل حال ہوا، تماشائیوں کے درمیان ایک عقلمند انسان پیدا ہوا اس نے کہا، جریح ماجرا کیا ہے؟

جریح نے حقیقت حال بیان کی اس وقت دوسرے دو تین آدمیوں نے بھی توجہ کی اور آہستہ آہستہ یہ بات ہر طرف مشہور ہو گئی، یقیناً خدا تنبیہہ اور تادیب کے بعد تلافی بھی فرماتا ہے کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے۔

اب اس بدبخت عابد کے حق میں خداوندی تلافیوں کی توجہ کیجئے۔ جب کچھ لوگ یکجا ہوئے تو انھوں نے کہا اس کی خطا کیا ہے۔ چنانچہ اس کے چند طرفدار پیدا ہو گئے اور سولی کے نیچے آ کے کہا۔ کہ اگر وہ شیر خوار بچّہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تمھاری نسل سے ہے تمھاری پاکدامنی کی گواہی دے دے تو ہم قبول کر لیں گے، چنانچہ وہ بچّہ سولی کے نیچے لایا گیا۔ جریح نے کہا، اے مخلوق خدا! باذن خدا یہ بتا دے کہ تو کس کا بچّہ ہے۔؟

بچّے کو گویائی عطا ہوئی اور اس نے کہا میں فلاں چرواہے کے نطفے سے ہوں۔

یہ خبر حاکم تک پہنچائی گئی۔ سب لوگ استقبال کے لئے عابد کے گرد و پیش جمع ہوئے، اسے سولی سے نیچے اتارا، اس کا اکرام و احترام کیا اور اس کی گذشتہ زحمتوں کی تلافی کی گئی۔ کافی حد تک اس کی تنبیہہ ہو گئی۔ اور اسی دنیا میں اس سے انتقام لے لیا گیا، اس کے خدا نے رحم فرمایا اس کی مدد فرمائی۔ اور اس طرح اپنی جباری اور کریمی کا مظاہرہ فرمایا۔ جریح انتہائی امن و اطمینان کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر مقیم ہو گیا۔

حضرت یعقوبؑ فراقِ یوسفؑ میں کیوں مبتلا ہوئے

ابو حمزہ ثمالی نے امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ، آقا! یہ بلائیں جو ہم پر نازل ہوتی ہیں سبھی لوگ تو ان کے مستحق نہیں ہوتے۔ حضرت نے فرمایا تمھیں کیا معلوم کہ سبھی غیر مستحق ہوتے ہیں کیونکہ اکثر ان کے درمیان مستحق بھی موجود ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ آیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ جو بلا یعقوب کے سر پر آئی تمھارے سر پر بھی آجائے حضرت یعقوب نے اپنے خاندان والوں کے لئے ایک گوسفند ذبح کی تھی۔

اتفاق سے ایک مومن فقیر بھی جس کے پاس اس رات کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا ان کے گھر کے گرد چکّر لگا رہا تھا۔ کہ شاید اسے بھی یہاں سے کچھ خوراک حاصل ہو جائے۔ بھوک اور بیچارگی نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ کہ خدا کے ایک دوست کے گھر کے آس پاس پھرتا رہے۔ تاکہ بغیر حاجت کا اظہار کئے ہوئے اسے کچھ میتسر آجائے، بالآخر مجبوری اور مایوسی میں اس نے اشارہ بھی کیا۔ میں حاجتمند ہوں لیکن حضرت یعقوب کے گھرانے والوں نے اس پر کوئی توجّہ نہیں کی۔ اور یہ بزرگ مومن جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے بھوک کی وجہ سے وہیں گر پڑا۔ اس کے دوسرے روز حضرت یعقوب کے لئے یوسف کی بلائے فراق کے مقدمات مہیّا ہو گئے۔ اور حضرت یعقوب پورے بیس سال تک حضرت یوسف کی جدائی میں گریہ کرتے رہے ان سے اسی سبب کہدیا گیا تھا کہ تم نے ایسا کام کیا ہے کہ اب اس کے نتیجہ میں بلا کے لئے تیار رہو تم نے دوستان خدا میں سے ایک دوست کو محروم کیا ہے۔

شعوانہ ایک موعظے سے راہِ راست پر آجاتی ہے

ایک بدکار عورت (شعوانہ) کی داستان پر توجہ کیجئے۔۔۔۔ ایک مرتبہ ایک مجلس وعظ کی طرف اس کا گذر ہوا تو نالہ و زاری کی آوازوں نے اسے متوجہ کیا۔ واعظ آتش جہنّم کے بارے میں تقریر کر رہا تھا۔ اس نے عذاب کی ایک آیت پڑھنے کے بعد بیان کیا کہ دوزخ کی آگ جب دور سے کفار و مجرمین کا مشاہدہ کرتی ہے تو غصّہ کی شدت میں نعرہ مارتی ہے۔ یہ سن کے شعوانہ کا نعرہ بھی بلند ہوا، اور اس نے کہا، اے واعظ اگر میں توبہ کروں تو کیا خدا مجھکو بھی بخش دے گا۔

واعظ شعوانہ کو پہچانتا نہیں تھا، لیکن خدا نے اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری کروائے کہ، ہاں خدا بخش دے گا چاہے تمھارے گناہ شعوانہ کے مانند بھی ہوں۔ اس عورت نے اس مقام پر توبہ و انابت کی، وہاں سے واپس آکے اپنے تمام غلام اور کنیزوں کو آزاد کیا اور تمام عمر اپنے گذشتہ گناہوں کی تلافی اور اصلاح میں لگی رہی۔

لکھتے ہیں کہ اپنے زندگی کے آخری ایّام میں ایک روز غسل کرنے کے لئے کپڑے اتارے تو دیکھا کہ اس کے بدن کا گوشت گل چکا ہے۔ اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں۔ تو اس نے کہا خداوندا، اس دنیا میں میرا جسم ایسا ہو گیا ہے لیکن میں نہیں جانتی کہ میری توبہ قبول ہوئی ہے یا آخرت میں بھی آتش جہنّم میں جلائی جاؤں گی۔ ناگاہ ایک آواز اس کے کانوں میں آئی کہ میری درگاہ میں ثابت قدم رہ! کہ ہمارے کرم کا مشاہدہ کرے۔

طولانی عمر کتنی مصیبتیں ساتھ لاتی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے یہاں روزانہ کوئی نہ کوئی مہمان ضرور ہوتا تھا۔ ایک روز تو ایک ایسا بوڑھا انسان ان کا مہمان ہوا، جو انتہائی دشواری سے قدم اٹھاتا تھا کھانا کھاتے میں اس کے ہاتھ لرزتے تھے، اس کے لب غذا کو روکنے پر قادر نہیں تھے۔ اور اس کا لعاب دہن اور خوراک منہ کے دونوں جانب سے نکل کر نیچے گر رہی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کو یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوا، حضرت جبرئیل نے ان سے کہا کہ یہ ہے بڑھاپے کا نتیجہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نہیں چاہتا سوا اس کے جو خدا نے میری عمر کے بارے میں مقدر فرمایا ہو۔ حالانکہ طول عمر یہ مصیبتیں بھی ساتھ لاتی ہے۔

موت انسان کے لئے نعمت ہے، اگر یہ اٹھالی جائے تو اس کی زندگی ایک آفت اور ہر سانس ایک بلا بن جائے۔

قاضی شریح کے خریدے ہوئے گھر کا قبالہ

جیسا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شریح نے ایک مکان خریدا جس پر حضرت نے افسردگی کے ساتھ اس کے قبالے (سند) میں تحریر فرمایا، (ترجمہ)

غافلوں کی بستی میں سے ایک مرنے والے شخص نے دوسرے مرنے والے شخص سے ایک مکان خرید لیا ہے۔ (یعنی بیچنے والے کو بھی موت آئے گی اور خریدار کو بھی) جس کے چند حدود ہیں پہلی حد آفت اور بلا دوسری حد موت، تیسری حد بربادی اور فنا اور چوتھی حد یہ ہے کہ اس پر تجاوز اور تعدّی واقع ہوگی۔ آخرکار اسمیں سے اس کے مالک کا جنازہ نکالا جائے گا۔ اس کے بعد دو شعر تحریر فرمائے جن کا مفہوم یہ ہے کہ، ہر نفس کسقدر خواہشیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ باوجودیکہ موت کا خطرہ اس کے سامنے ہے ہوا و ہوس اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی، پھر وہ رخت سفر کب باندھے گا۔

شامی کی روح اور دولت کی نشاندہی

ایک روز امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ایک ارادتمند جوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا باپ ان شامیوں میں سے تھا جو عام طور پر اہلبیتؑ سے عداوت رکھتے ہیں اس کے پاس کثیر دولت تھی لیکن چونکہ آپ کا دوستدار ہوں لہٰذا اس نے سارا مال کہیں چھپا دیا تاکہ مجھے نہ مل سکے، اس کے بعد وہ مر گیا، درحال یہ کہ میں اس مال کا ضرورتمند ہوں۔

بحار الانوار جلد یازدہم کی اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نے کچھ تحریر فرمایا اور اسے ہدایت فرمائی کہ آج رات بقیع میں جا کر فلاں شخص کا نام لو اور اس سے میری جانب سے کہو کہ تمہارے باپ کو حاضر کرے تاکہ تم اس سے دریافت کر سکو، وہ جوان عقیدتمند امام کے حکم کے مطابق بقیع میں پہونچا اور اس شخص کا نام لے کر پکارا، اس نے ظاہر ہو کر پوچھا کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا، میں کچھ پوچھنے کے لئے اپنے باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک مہیب کتا اس کے سامنے حاضر ہوا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ برزخ میں جو شخص جس صورت میں بھی ہو پہچان لیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب اس نے کتے کو دیکھا تو پہچان لیا۔ اور کہا کہ میرے باپ تم پر کیا گزری؟

اس نے کہا میں اہلبیتؑ کے ساتھ عداوت کے نتیجہ میں اس حالت کو پہونچا ہوں۔ لیکن تم اہلبیتؑ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ رہی دولت تو میرے پاس ایک لاکھ درہم تھے جو میں نے باغیچے میں زیتون کے درخت کے کنارے دفن کر دیئے تھے اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اس میں سے نصف امام جعفر صادق علیہ السّلام کی نذر کر دینا۔

وہ جوان گیا اور نشاندہی کے مطابق رقم نکال کے اسمیں سے نصف امامؑ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جس سے حضرتؑ نے بعض سادات کے قرضوں کو ادا فرمایا۔

راوی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا اس نے جو یہ عمل کیا یعنی اپنا نصف

مال آپ کی خدمت میں ہدیہ کر دیا آیا اس سے اسے کوئی نفع پہونچے گا؟

حضرت کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔

"یہ اس کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہے۔

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کو کتا بنایا نہیں گیا تھا بلکہ اسی اہلبیتؑ کی دشمنی نے اسے کتے کی شکل دے دی تھی۔

حضرت علی علیہ السّلام نے کیا کیا تھا، سوا اس کے کہ آپ عدالت کے مجسمہ تھے۔

آخر آپ سے عداوت کس بات پر ہے۔؟

امام موسیٰ کاظمؑ کے حرم میں وزیر کا جنازہ

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو معجزے کی حیثیت بھی رکھتا ہے

بحارالانوار جلد ۱۲ حالات امام موسیٰؑ ابن جعفر علیہما السّلام میں ہے اور اسے حاجی نوری نے بھی دار السلام میں نقل کیا ہے جسے ہم اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔ کہ ایک عباسی خلیفہ کا ایک وزیر اعظم تھا جس کے خدمات سے خلیفہ بہت متاثر تھا کیونکہ اس کی خلافت اسی وزیر کی وزارت اور ہوشیاری کے سہارے قائم تھی، اس نے خلیفہ کے دشمنوں کا قلع قمع کر دیا تھا اور اس کی حکومت کو مستحکم بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بیمار ہوا اور مر گیا خلیفہ نے اس کے خدمات کے صلے اور اس کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکم دیا کہ اسے حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی قبر اطہر کے قریب دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس کی میت کو اسی مقام پر سُپرد خاک کیا گیا۔ نصف شب کو حرم کے متولی نے جو ایک جلیل القدر سیّد اور بہت ہی متقی و پرہیزگار انسان تھے اور رواق کے ایک حجرے میں رات بسر کرتے تھے خواب میں دیکھا کہ حرم کے اندر سے دھواں اور جلنے کی بو باہر آرہی ہے۔ اور سارا حرم دھوئیں اور عفونت سے بھر گیا ہے۔ ساتھ ہی امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے متولی کو حکم دیا کہ خلیفہ سے کہو کہ تم نے میرے ساتھ یہ کیسی خیانت کی ہے اور یہ کیسا ہمسایہ میرے پاس بھیجا ہے۔ ذرا اس طرف دیکھو متولی کہتے ہیں کہ میں نے توجہ کی تو دیکھا کہ وزیر کے بدن سے شعلے اُٹھ رہے ہیں اور اس سے دھواں اور خاکستر نکل رہی ہے، میں نیند سے بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ حرم کا دروازہ کھُلا ہوا ہے۔ دھوئیں کی وجہ سے نظر کام نہیں کر رہی ہے۔ اور حرم کے اندر شدید بدبو بھری ہوئی ہے میں سمجھ گیا کہ یہ سچّا خواب ہے جو حقیقت کا حامل ہے۔

یہ صرف ملکوتی اور باطنی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس نے ظاہری حالات پر بھی اثر ڈالا ہے [illegible] اطلاع بھجوائی کہ کاظمین کا متولیؒ خلیفہ کے

لئے ایک اہم پیغام لے کے آیا ہے۔

بالآخر میں نے خلیفہ سے کہا کہ چونکہ مجھے حکم ملا ہے لہٰذا میں گزارش کرنے پر مجبور ہوں اس کے بعد اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ تمھاری کیسی بدسلوکی ہے کہ موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کے لئے ایسا بُرا ہمسایہ بھیجا؟ میں نے بچشم خود حرم کے اندر دھوئیں اور عفونت کا مشاہدہ کیا ہے۔ آیندہ تم جیسا مناسب سمجھو۔

خلیفہ نے سمجھ لیا کہ اس نے جو خیانت کی ہے اس سے وہ خود خطرے میں ہے لہٰذا اس نے کہا کسی سے کچھ کہنا نہیں، آج رات کے آخری پہر میں مزدور تیار رکھنا، میں بھی آؤنگا اور ہم لوگ اس کی میت قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیں گے۔

چنانچہ قرارداد کے مطابق سب نے یکجا ہو کر قبر کو کھودا اور لحد کو شگافتہ کیا تو دیکھا کہ اسمیں صرف تھوڑی سی راکھ پڑی ہوئی ہے، لہٰذا اس کو جمع کر کے حرم سے باہر لے گئے۔

ماں کی دعا سے بچّے کی نئی زندگی!

مرحوم آقا میرزا محمود شیرازی نے بارہا مجھ سے شیخ محمد حسن کے بارے میں تذکرہ کیا جو شیخ از قبر گریختہ (یعنی قبر سے بھاگے ہوئے شیخ) کے لقب سے مشہور تھے۔ شیخ موصوف کے اس لقب کی شہرت کا باعث یہ تھا جسے انھوں نے خود نقل کیا تھا۔ کہ میں بچپن میں ایک مرتبہ بہت سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ موت کی حالت میں پہونچ گیا، میری ماں نے جب یہ دیکھا کہ انکا اکلوتا بیٹا مرنے کے قریب ہے تو مکان کی چھت پر جاکے اپنے بال کھول دیئے اور بارگاہ خدا وندی میں نالۂ و فریاد شروع کی کہ خدایا! میں ہوں اور تنہا یہ میرا بیٹا ہے، اسے مجھ سے نہ لے اور اسے مجھے واپس کر دے۔ انھوں نے اس قدر تفرع و زاری کے ساتھ دعا کی کہ خود شیخ محمد حسن نے آواز دی کہ ماں! آؤ مجھے دو مرتبہ واپس کیا گیا ہے۔

ہرنی کے اوپر رحم اور سُبکتگین کی سلطنت

سبکتگین کا ذریعۂ معاش بہت حقیر تھا، لیکن دفعتہً تخت سلطنت پر پہونچ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز اپنی خوراک کی تلاش میں شکار کے لئے گیا وہاں ایک ہرن کا بچہ شکار کیا۔ جب اسے گرفتار کر کے شہر کی طرف واپس ہوا تو دیکھا اس کی ماں (ہرنی) حسرت کے عالم میں اس کے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے۔ سبکتگین کو اُسپر رحم آیا اور یہ سوچ کر اس بچے کو چھوڑ دیا کہ آج کی شب فاقے سے بسر کرلوں گا۔ رات کو عالم خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس سے فرما رہے ہیں، کہ تم نے ایک حیوان کے حال پر جو رحم کیا ہے اس کے عوض میں خدائے تعالیٰ تمھیں اور تمھارے خاندان کو سلطنت عطا فرمائے گا۔ آئندہ رحم و کرم سے کبھی دستبردار نہ ہونا۔

اس کے برعکس جب حضرت یعقوب علیہ السّلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے جو مصر کے بادشاہ بن چکے تھے، پہونچے تو حضرت یوسف نے حکم دیا کہ سب لوگ ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھیں، جب حضرت یعقوبؑ دور سے نظر آئے تو حضرت یوسف شاہی آداب و رسوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے (نہ کہ ہوائے نفس اور جاہ طلبی کے لئے) سواری سے اتر کر پاپیادہ نہیں ہوئے، اسوقت حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا، یوسف اپنا ہاتھ کھولو، جب انھوں نے ہاتھ کھولا تو اس میں سے ایک نور نکل کے اوپر کی طرف پرواز کر گیا۔ حضرت جبرئیل نے کہا یہ نبوت کا نور تھا جو تمھاری صلب سے خارج ہو گیا، کیونکہ تم اپنے بوڑھے باپ کے سامنے پاپیادہ نہیں ہوئے۔

اس کے بعد نبوت (حضرت یوسف کے بھائی) لاوی کی نسل میں آگئی۔ کیونکہ وہ نسبتاً اپنے باپ حضرت یعقوب کا ادب زیادہ کرتے تھے۔

غلامی کی رسم وراہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک غلام سے میری ملاقات ہوئی۔ اس کی گفتگو نے مجھے بہت متاثر کیا جاڑے کا موسم تھا اور وہ سردی کی وجہ سے کانپ رہا تھا میں نے پوچھا کہ اے غلام! تم نے ضرورت کے مطابق لباس کیوں نہیں پہنا، اس نے کہا میرے پاس لباس نہیں ہے۔ میں نے کہا کسی سے کہتے کیوں نہیں؟ اس نے کہا غلام کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے آقا کے علاوہ کسی اور سے کہے۔ میں نے کہا ٹھیک کہتے ہو پھر اپنے آقا ہی سے کہو اس نے کہا وہ مجھے اس حال میں دیکھ چکا ہے جب مناسب سمجھے گا خود ہی دیدیگا۔

وہ بزرگ کہتے ہیں کہ اس بات سے میری سمجھ میں آیا کہ بندگی اور غلامی کی راہ وروش کیا ہے، بندے کا کام فرمانبرداری ہے، لیکن اس کی پذیرائی اور دیکھ بھال آقا کے ذمہ ہے۔ کہ جس طرح مناسب ہو اس کے ساتھ سلوک کرے۔

افسوس کہ ہم نے ایک روز بھی بندگی کے طور طریقوں پر غور نہیں کیا۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ کام اور کسب معاش کی کوشش کرو۔ حرکت کرو خدا بھی رازق ہے۔ لیکن یہ جنبش اور عمل انسانیت اور وقار کے ساتھ ہونا چاہئے۔ حرص وطمع کے ساتھ نہیں۔ خریدار کی گردن کاٹنا، جدال اور نزاع، اور میرا مال اور میرا اقتدار یہ تمام چیزیں بندگی کی ضد ہیں۔ بندے کو فخر ومباہات سے کیا کام؟۔

جواہرات کے خزانے میں بادشاہ کی موت

ایک عجیب اور عبرت انگیز حکایت نظر سے گزری کہ ایک بادشاہ جواہر کا بہت عاشق تھا، جہاں بھی کسی موتی یا جواہر کا سُراغ ملتا تھا، اسے ہر قیمت پر حاصل کر لیتا تھا، چنانچہ اس طرح جواہرات کا بہت بڑا ذخیرہ مہیّا کر لیا تھا اور ان کے لئے ایک خزانہ مخصوص تھا۔ جسمیں صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ اسمیں دو قفل لگا تا تھا ایک باہر سے اور ایک اندر سے، اور ان کی کنجیاں بھی اپنے ہی پاس رکھتا تھا۔ بیرونی اور اندرونی قفلوں کی کنجیاں خاص طور سے الگ الگ قسم کی بنوائی تھیں۔ ہفتے میں ایک روز اپنے سارے کام ملتوی کر کے خزانے میں جاتا تھا اور جواہر کو ادھر سے ادھر رکھ کر اپنا وقت گزارتا تھا، یہ شغل اسے بہت اچھا معلوم ہوتا تھا اور اس پر ایک کیف طاری ہو جاتا تھا جب وہ خزانے میں جانا چاہتا تھا تو ہمیشہ تنہا جاتا تھا۔ اور دونوں کنجیاں اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ ایک دن معین روز کے برخلاف ہفتے میں کسی دوسرے دن میں جواہرات کے شوق نے سر اُبھارا چنانچہ وہاں پہونچ کے معمول کے مُطابق خوب لطف اندوز ہوا جب باہر نکلنا چاہا اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندرونی قفل کی کنجی ساتھ لانا ہی بھول گیا انتہائی پریشانی میں خزانے کے ایک گوشے میں گر پڑا اور ہر چند نالہ وفریاد کی لیکن کسی نے نہیں سنا۔ اور کسی کو یہ احتمال بھی نہیں تھا کہ بادشاہ کسی قید خانہ میں بند ہے اس نے آخری وقت کس حسرت سے ان جواہرات پر نظر ڈالی ہو گی۔ جب اس واقعہ کو چند روز گزر گئے تو وزیر کو فکر پیدا ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ جواہرات کے خزانے میں قید ہو گیا ہو۔ جب دروازہ توڑا گیا تو بادشاہ کی سڑی ہوئی لاش کی بدبو پھیلی۔

مجھکو اور آپ کو بھی اپنی جانب سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ مبادا ہمارے سر پر بھی کسی وقت ایسی ہی آفت آجائے، خداوندا تو ایسے حالات سے ہماری حفاظت فرما۔

مستحبّ حج کے عوض انفاق اور بخشش

حاجی نوری نے کتاب کلمۂ طیبہ میں درج کیا ہے کہ عبداللہ مبارک نے مستحبّ حج کے ارادے سے سفر شروع کیا کوفہ میں انھوں نے دیکھا کہ ایک معظمہ ایک ویرانے میں گئیں اور وہاں سے ایک مرا ہوا مرغ اٹھا کر لے گئیں۔ عبداللہ متوجہ ہوئے اور اس عورت کا تعاقب کیا جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئی تو اپنے بچّوں کو خوشخبری دی کہ تمھارے لئے مرغ لائی ہوں اس پر بچّوں نے بھی خوشی سے چیخنا شروع کر دیا۔ عبداللہ نے دروازے پر دستک دی اور اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک علوی عورت ہے جو انتہائی تنگ دستی میں بسر کر رہی ہے، وہ اور اس کے بچے بھوک سے اسقدر پریشان ہیں کہ ان کے لئے مردار کھانا بھی حلال ہو گیا ہے۔ عبداللہ نے وہ ایک ہزار دینار جو سفر خرچ کے لئے اپنے ہمراہ لائے تھے یکمشت اس عورت کو دیدیئے اور خود کوفہ ہی میں ٹھہر گئے۔

جب حجّاج کا قافلہ واپس ہوا تو ایک حاجی عبداللہ کو تلاش کرتا ہوا ان کے پاس پہونچا اور کہا، اے عبداللہ یہ کیسی بلا تم نے ہمارے سر پہ نازل کی ہے؟ انھوں نے کہا کیسی بلا؟ — اس نے کہا تھیں یاد ہوگا کہ تم عرفات میں دس ہزار دینار میرے سپرد کر کے چلے گئے تھے اس کے بعد انھیں واپس لینے نہیں آئے۔ میں اس وقت سے برابر انکی حفاظت کر رہا ہوں۔ عبداللہ نے کہا میں حج ہی کے لئے نہیں گیا تو کوئی چیز تمھاری سپردگی میں کیونکر دیتا؟ حاجی نے کہا نہیں، تم خود ہی تھے۔ اپنی امانت لو اور مجھے اس ذمہ داری سے سُبکدوش کرو۔

خدا کے ہاتھ باغ کی فروخت

تفسیر ابوالفتوح رازی میں آیۂ مبارک "مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ ......" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابودحداح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا خدا ہم سے قرض لیتا ہے۔؟ فرمایا ہاں تو انھوں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ میرے پاس دو باغ ہیں، آپ اجازت دیں تو میں دونوں کو خدا کی راہ میں دیدوں آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں، انھوں نے عرض کیا ایک باغ دے سکتا ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا تھیں اختیار ہے۔

ابودحداح نے کہا آپ گواہ رہیں کہ دونوں میں جو بہتر ہے اسے میں نے خدا کی راہ میں دیدیا۔ ابھی ان کے اہل وعیال اسی باغ میں سکونت پذیر تھے، یہ خود باغ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ باہر ہی سے انھیں آواز دے کر کہا تم لوگ باغ سے باہر آجاؤ کیونکہ میں رسولؐ اللہ کے ذریعہ خدا سے معاملہ کر چکا ہوں اور اس کے اجر اور ثواب میں تم لوگ بھی شریک ہو۔

اس وقت اس کی زوجہ نے چند دلکش اشعار پڑھے اور اس معاملے پر بہت خوشحال ہوئی۔ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! خدا اس قرض کے بدلے میں جو ابودحداح نے دیا ہے ہزار ہزار گنا عوض اور اجر عطا فرمائے گا۔

اسلام کے فوجی، مکّار دشمن کے مقابلے میں

حاجی نوری کی کتاب کلمۂ طیبہ میں تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دور میں ایک غزوے کے سلسلے میں دو ہزار افراد پر مشتمل لشکر اسلام جناب زید بن حارثہ کی سرداری میں دشمن کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ مکّار دشمنوں کی تعداد تین ہزار تھی مگر اسمیں سے صرف ایک ہزار باہر آئے تاکہ مسلمانوں کو فریب دیں کہ ہماری تعداد کم ہے اور دو ہزار قلعے کے اندر جا چھپے۔ مسلمانوں کا جاسوس تحقیق حال کے لئے گیا اور واپس آکے خبر دی کہ دشمن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے، اس سے مسلمانوں کی جرات بڑھ گئی اور مقابلے کے بعد جب ان لوگوں نے فرار اختیار کیا تو ان لوگوں نے پیچھا کیا، دشمن کا منصوبہ بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کو قلعے کے اندر کھینچ لیں اور پھر کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔

جب عصر کا وقت ہوا تو کفار پسپا ہو کر قلعے کے اندر چلے گئے اور مسلمان بھی ان کا تعاقب کرتے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے۔ سارے کفار مختلف گوشوں میں چھپ گئے اور قلعے کا پھاٹک بھی بند کر لیا۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ رات کے وقت تین ہزار سپاہی مسلمانوں کے اوپر جو غریب الوطن اور قلعے کے اندر آنے اور باہر نکلنے کے راستے سے واقف نہیں ہیں۔ یکبارگی حملہ کر کے سب کو قتل کر دیں۔

مسلمانوں کو بھی وحشت ہوئی اور انھیں شبہ ہوا کہ شاید وہ گھر گئے ہیں، لیکن انھوں نے کہا کہ صبح تک صبر کریں گے۔ جب روشنی پھیل جائے گی تو ان سے سمجھ لیں گے۔

لشکر اسلام کے سارے سپاہی سو گئے، صرف چار مجاہد جاگتے رہے، خود زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ، قتادہ بن نعمان، اور قیس بن عاصم۔

قیس قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور بقیہ تین آدمی نماز میں مشغول ہو گئے، جب آدھی رات گذری تو سارے تین ہزار دشمنوں نے دفعتاً حملہ کر دیا۔

ظاہر ہے انھوں نے جنگ کا جو نقشہ بنایا تھا اس کے پیش نظر کوئی مسلمان جان سلامت نہیں لے جا سکتا تھا۔ سب وطن سے دور اور مقامی صورتحال سے اجنبی تھے اور فضا بھی بالکل تاریک تھی۔ درحالیکہ یہ دشمن کا وطن اور مسکن تھا۔ اور وہ اس کے چپے چپے سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔

ناگہاں قیس کے منہ سے جو تلاوت قرآن میں سرگرم تھے مشعل کی روشنی کے مانند ایک نور طالع ہوا جس نے گرد و پیش کو گرم کر دیا۔ قتادہ سے زہرہ ستارے کے مانند ایک نور عبداللہ بن رواحہ سے چودھویں کے چاند کی چاندنی کے مانند ایک نور اور سردار لشکر زید بن حارثہ سے آفتاب کے مانند ایک نور ظاہر ہوا۔ جس نے تمام مقامات کو منور کر دیا خاص بات یہ تھی کہ مسلمان تو اجالے میں تھے اور زید کے نور سے ہر چیز کو دیکھ رہے تھے۔ لہٰذا انھوں نے کسی ایک مشرک کو بھی بغیر قتل یا اسیر کئے نہیں چھوڑا۔ اور مسلمانوں سے کوئی ایک نفر بھی قتل نہیں ہوا۔ دوسرے روز جب یہ مال غنیمت اور اسیروں کے ساتھ مدینے کے لئے روانہ ہو گئے تو پیغمبرؐ بھی جبرئیل کے ذریعے مسلمانوں کی فتح و فیروزی سے آگاہ ہو چکے تھے لہٰذا اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ ان کی پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے۔

زید نے آنحضرتؐ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تمھارا ماجرا میں خود بیان کروں یا تم خود بتاؤ گے؟

زید نے عرض کیا آپ ہی فرمائیے۔

آنحضرتؐ نے عرض کیا یہ روشنیاں جو تمھاری فتح و ظفر کا باعث بنیں ان چار افراد میں سے ہر ایک کے ایک خاص عمل کا نور تھیں۔

قیس کا نور جو ایک مشعل کے مانند تھا ان کے ایک امر بالمعروف کا نتیجہ تھا جو انھوں نے انجام دیا تھا ستارے کے مانند قتادہ کا نور ان کی قرض کی ادائیگی کی وجہ سے تھا عبداللہ بن رواحہ کا چاند کے مانند نور انکے اس صلۂ رحم اور احسان کے اثر کا تھا جو انھوں نے اپنے والدین کے ساتھ کیا تھا۔ بظاہر اس کا واقعہ یہ تھا کہ جس وقت انھوں نے میدان جنگ کی طرف روانگی کا قصد کیا تو ان کے ماں باپ نے کہا ہو سکتا ہے تم شہید ہو جاؤ اور یہ عورت ہمیں اذیت پہونچائے۔ اس پر عبداللہ نے ایسی تدبیر اختیار کی کہ ان کے والدین اور ان کی زوجہ کے درمیان کوئی مخاصمت پیدا نہ ہو، اور اس طرح اپنے ماں باپ کو خوش کیا۔ لیکن زید کا، آفتاب جیسا نور اس تواضع، فروتنی اور ادب کی بنا پر تھا جو انھوں نے امیر المومنینؑ علی ابن

کے بارے میں اختیار کیا تھا۔

لوگ زید کو پیغمبرؐ کا بیٹا کہتے تھے، اور حضرت رسولخداؐ بھی ان کو بہت عزیز رکھتے تھے یہاں تک کہ ایک آیت نازل ہوئی کہ، تمہارا منھ بولا بیٹا تمہارا بیٹا نہیں ہے۔

ایک شخص نے زید سے کہا کہ اہلبیتؑ میں تم سے افضل کون ہے؟۔ زید خاک پر گر پڑے اور کہا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ جسے میں قبول کرلوں تو کافر ہو جاؤں۔ آیا میں علیؑ سے افضل ہوں میں علیؑ کا ایک خادم ہوں۔ بشرطیکہ وہ مجھے اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیں۔ علیؑ وہ انسان ہیں جنھیں پیغمبرؐ نے اپنا بھائی فرمایا ہے۔ اور اپنا وزیر قرار دیا ہے۔

انھوں نے اس منافق کے سامنے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی نسبت اس طرح سے ادب اور ارادت کا ثبوت دیا کہ میں علیؑ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں لہٰذا ان سے ایسا نور ظاہر ہوا۔

خدا کا فضل طلب کرو

دمیری نے کتاب حیات الحیوان میں ابن ظفر سے عجیب حکایت نقل کی ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ، میں اندلس کے سفر کے سلسلے میں ایک مکان پر وارد ہوا، صاحب خانہ نے میری پذیرائی کی۔۔۔، ایک روز میں نے کہا "یا مَنْ قَالَ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ" یعنی اے خدا! جس نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس کا فضل طلب کرو (تاکہ وہ تمھارے ساتھ اپنے فضل سے معاملہ کرے) کیونکہ خدا تم پر مہربان ہے۔

صاحب خانہ نے کہا تم نے ایک عظیم آیت پڑھی ہے۔ میں اس آیت کے بارے میں ایک عجیب حکایت نظر میں رکھتا ہوں۔

چند سال قبل دو نصرانی راہب میرے شہر میں وارد ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ وہ اسلامی معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک علمی مدرسے میں جاتے تھے اور حدیث کا درس لیتے تھے انھوں نے میرا مکان کرایے پر لے رکھا تھا اور باہر جاکر سبق پڑھتے تھے لوگ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے تھے اور ان کی زبانوں پر مختلف خیالات آتے رہتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان کے کچھ خاص مقاصد تھے۔

لیکن چونکہ وہ میرے گھر میں رہتے تھے میں نے سوا حقیقت کے ان میں کوئی تصنّع نہیں پایا۔ ان کی نماز روزہ عبادت کی شان، اور سحر خیزی، سب اپنی جگہ باقاعدہ تھیں خلاصہ یہ کہ وہ مسلمان اور ہر پہلو سے عبادتگذار بندے تھے۔

یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، اور تجہیز و تشییع اور دفن و کفن کے مراسم آئین اسلام کے مطابق انجام پائے۔ اور وہ دوسرا عابد اسی طرح میرے مکان میں مقیم رہا، ایک روز میں نے اس سے کہا، کہ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ جواب دیکر میری خواہش پوری کروگے۔ اس نے کہا میری گردن پر تمھارا حق ہے، میں ضرور جواب دوں گا۔

میں نے پوچھا یہ کیونکر ہوا کہ تم بلاد نصاریٰ سے بلاد اسلام میں آ گئے اور مسلمان ہو گئے۔

اُسنے کہا، ہم دونوں نصرانی عابدوں اور راہبوں میں سے تھے۔ اور ہمارا قیام کلیسا میں تھا کلیسا کے مہتمم نے ایک مدت تک ایک مسلمان قیدی کو ہمارا خادم اور رفیق معین کر رکھا تھا۔ یہ مسلمان قیدی قرآن بہت پڑھتا تھا۔ میں اور میرا رفیق دونوں یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ لہٰذا اس شخص سے طے کیا کہ ہمیں اتنی عربی سکھادے کہ ہم عربی عبارتوں کے مطلب سمجھ سکیں۔ بالخصوص آیات قرآنی کے معنی اور ترجمہ، بہت دنوں تک یہ اسیر قرآن کی تلاوت کرتا رہا۔ اور ہم کان لگا کر سنتے رہے ایک روز اس نے اس آیت کی تلاوت کی "وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" یعنی خدا سے اس کے فضل میں سے طلب کرو، یقیناً خدا تم پر مہربان ہے۔ میں نے اپنے رفیق سے کہا، دیکھ رہے ہو کہ صاحب قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اس کے فضل سے چاہو؟ میں منکر تھا لیکن میرے دانشمند رفیق نے کہا۔ خدا بزرگ و برتر ہے اور اس کا کارخانۂ قدرت وسیع ہے۔

پھر چند روز کے بعد میں نے آیت اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "سنی یعنی تم دعا کرو تاکہ میں اسے قبول کروں میں نے کہا یہ دعویٰ اس سے بھی بڑھ کے ہے

میرے رفیق نے کہا، میں مطمئن ہوں کہ یہ قرآن اسی پیغمبر موعود کا لایا ہوا ہے۔ یہ مسیح جسکی آمد کی بشارت دے چکے ہیں۔

ایک مدت کے بعد ہم لوگ کھانا کھانے میں مشغول تھے کہ لقمہ میرے گلے میں پھنس گیا اور میری جان پر بن گئی۔ اسی عالم میں جب میں ہلاکت کے قریب تھا شراب کا جام حلق میں انڈیلا گیا۔ لیکن وہ شراب نیچے نہیں اتری بلکہ واپس آگئی۔ اسی حال میں جب موت میرے سامنے کھڑی تھی، ایک مرتبہ مجھے آیت "وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ" اور آیت اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" یاد آگئی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ، خداوندا! اگر یہ بات برحق اور پیغمبر کی طرف سے ہے تو میری فریاد کو پہونچ، اور ایسا پانی بھیجدے جو میرے گلے سے اتر جائے۔ ایک مرتبہ پاس رکھا ہوا پتھر شگافتہ ہو گیا اور اس سے پانی بہنے لگا۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا اور اس نے وہ پانی لے کے میرے حلق میں ڈالا۔ جس سے لقمہ نیچے اتر گیا اور میں اس مصیبت سے نجات پا گیا۔ اور پتھر کا پانی بھی خشک ہو گیا، اس مقام پر تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان قیدی نے جب یہ دیکھا کہ پتھر سے پانی جاری ہے۔ تو وہ میرے

ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا اور کہا کہ میں بھی نصرانی ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بدبخت یہ کرامت تمھارے ہی قرآن کی تاثیر ہے۔

اس نے کہا تم چاہتے ہو کہ میں نصرانی نہ بنوں۔ بالآخر وہ کلیسا کے رئیس کے پاس گیا۔ اور نصرانی ہو گیا، بغیر اس کے کہ تحقیق کرکے واقعہ کی اصلیت معلوم کرتا۔

لیکن میں نے اور میرے رفیق نے کہا کہ اس سے بہتر معجزہ نہیں ہو سکتا اب ہم کہاں جائیں۔ جب کہ ایک عمر بلاد نصاریٰ میں بسر کر چکے ہیں۔

میرے رفیق نے جو زیادہ عقلمند تھا کہا، اس آیت سے کیوں غافل ہو؟ ہم اسی آیت سے تمسک کریں گے تاکہ وہ ہماری نجات کا راستہ فراہم کرے۔

چنانچہ ہم نے انھیں آیتوں سے تمسک کرتے ہوئے کہا کہ، خداوندا! اے صاحب قرآن پیغمبر ص عربی کا واسطہ ہمیں ہماری نجات کا راستہ دکھادے۔

جب ہم دونوں سوئے تو عالم رؤیا میں دیکھا کہ ایک نورانی پیکر آسمان کی جانب سے اس زمین پر اترا۔ دو فرشتوں نے ایک تخت بچھایا، ان جناب نے اس پر بیٹھتے ہی ارشاد فرمایا جس سے وہ تمام شکلیں جو کلیسا کے در و دیوار پر بنی ہوئی تھیں محو ہو گئیں۔

میں نے سامنے جاکر عرض کیا کہ، آپ مسیح ہیں۔ انھوں نے فرمایا نہیں، محمدؐ ہوں وہی شخص جسے تم نے طلب کیا تھا۔ میں تمھیں راہ نجات دکھانے کے لئے آیا ہوں۔ تمھیں چاہیئے کہ ان شہروں سے ہجرت کرکے بلاد اسلام میں چلے جاؤ۔

میں نے عرض کیا یا محمدؐ، میں واقف نہیں ہوں کہ کہاں جاؤں؟

حضرتؐ نے ان دونوں فرشتوں سے جنھوں نے تخت بچھایا تھا فرمایا کہ سلطان کے پاس جاؤ اور اسے میری جانب سے حکم دو کہ ان دونوں شخصوں کو بلاد مسلمین میں پہونچادے اور وہ مسلمان بھی جو نصرانی ہو گیا ہے اسلام کی طرف واپس آجائے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے رفیق سے اس کا ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے بھی بغیر کسی کمی و بیشی کے یہی خواب دیکھا ہے۔

میرے رفیق نے کہا اٹھو بادشاہ کے پاس ہم لوگ چلیں، دیکھیں کیا ہوتا ہے ہم دونوں سلطان کے دربار میں پہونچے تو ہمیں دیکھ کر اس کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی، میرے رفیق نے کہا، ہمارے بارے میں آپ سے خواب میں جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کیجئے بادشاہ

لرزنے لگا اور کہا، یہ ایسا حکم ہے جس کی میں مخالفت نہیں کر سکتا تم لوگ جہاں جانا چاہتے ہو تمھارے لئے سفر کے وسائل مہیا ہیں البتہ جب تک ہماری سلطنت کے اندر ہو کوئی شخص اس ماجرے سے آگاہ نہ ہونے پائے اور ایک ملازم کو ہمارا سامان سفر تیار کرنے کا حکم دیا۔

پھر اسی وقت ایک شخص کو بھیج کر اس مسلمان قیدی کو بلوایا جو نصرانی ہوگیا تھا اور کہا کہ تم کیسے نصرانی ہوگئے؟ اس نے جواب دیا، میں نے ایک معجزہ دیکھا لہٰذا نصرانی ہوگیا، بادشاہ نے کہا، تم پھر اسلام کی طرف پلٹ جاؤ! اس نے جواب دیا میں اب ہرگز اسلام کی طرف واپس نہیں جاؤں گا۔ بادشاہ نے کہا ہم بھی ایسا نصرانی نہیں چاہتے اور جلاد کو بلوا کر اسے قتل کروا دیا۔ (خسر الدنیا والآخرہ)

وہ ہمیں پوری عزت و احترام اور راحت کے ساتھ آپ کے ملک میں پہونچا گئے، اور بقیہ حالات سے تو آپ خود ہی واقف ہیں۔

کشتی میں شیریں پانی کی بارش

میرا ایک مرحوم رفیق یہ داستان نقل کرتا تھا، کہ ایک سفر میں میرے چچا کے بیٹوں نے ہندوستان سے دوبئی کے لئے کشتی پر ناریل بار کئے اور روانگی کے وقت بمبئی سے تار کیا کہ ہم تقریباً ایک ہفتے بعد پہونچ جائیں گے۔ لیکن ایک ہفتہ گزرا، دو ہفتے گزرے یہاں تک کہ ایک مہینہ گزر گیا۔ اور ان لوگوں کی کوئی خبر نہیں ملی ہم نے یقین کر لیا کہ ان کی کشتی غرق ہوگئی ہے۔ اور وہ لوگ مر چکے ہیں ورنہ کہاں ایک ہفتہ اور کہاں ایک مہینہ ہم نے ان کے لئے مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی، اور جب ان کی وراثت تقسیم کرنے کی تیاری ہوئی تو ناگہاں ان کی کشتی اس حالت میں نظر آئی، کہ کشتی ٹوٹی ہوئی تھی، اس کی مشین بیکار ہو چکی تھی اور اس کا بادبان پارہ پارہ ہو چکا تھا۔

ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا حادثہ پیش آیا جو تم لوگ ایک ہفتے کا راستہ ایک مہینے میں طے کر سکے۔؟

انھوں نے جواب دیا کہ تین روز تک سفر کرنے کے بعد سمندر میں طوفان آگیا کشتی کی لکڑی ٹوٹ گئی اور مشین بیکار ہوگئی۔ اس کے بعد جب طوفان تھما تو ہوا کشتی کو ادھر سے ادھر۔۔۔ لئے پھرتی رہی۔ رات میں ہمارا کام یہ تھا کہ اپنے کو کشتی سے چپکائے ہوئے تھے تاکہ گر کے ڈوب نہ جائیں۔ ہم چپو کے ذریعے آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے، بالآخر چوتھے یا پانچویں روز ہمارا پینے کا شیریں پانی ختم ہوگیا اور پھر پیاس کی شدت اس حد تک پہونچی کہ ہم میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی میرے خلاصی کی آخری سانسیں چل رہی تھیں اور میں بھی جنبش پر قادر نہیں تھا۔ ان لمحات میں میں نے کہا، خداوندا! اگر ابھی ہماری عمریں باقی ہیں تو نجات اور کشادگی عطا فرما۔ اسی وقت ایک ابر کا ٹکڑا ہمارے سروں پر آیا اور ہماری کشتی پر بارش ہونے لگی۔ ہم نے ایک ظرف رکھ دیا تاکہ اس میں بارش کا پانی جمع ہو جائے۔ اور منھ کھول کے لیٹ گئے تاکہ بارش کے قطرات منھ کے اندر جاتے رہیں۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ ابر صرف اسی کشتی پر برس رہا ہے۔ جب ہم نے مٹکا پانی سے بھر لیا تو ابر غائب ہوگیا۔

زخمی شیر قبر امیر المومنینؑ پر

ایک بزرگوار شیعہ سے منقول ہے کہ، ایک رات میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی قبر مطہر کے قریب حاضر تھا۔ اس وقت (یعنی تقریباً آٹھ سو سال قبل، کیونکہ اس کتاب (فرحت الغری) کے لکھنے والے سید ابن طاؤس کے پوتوں نواسوں میں سے ہیں اور اس دور میں قبر مطہر کے اطراف چند چھوٹی جھونپڑیوں کے علاوہ صرف ایک وسیع بیابان تھا۔) ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک ہمہمے کی آواز میرے کانوں میں آئی اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ شیر کی آواز ہے۔ جب غور کیا تو نظر آیا کہ ایک شیر قبر امیر المومنینؑ کے پاس موجود ہے پہلے تو مجھے وحشت ہوئی پھر توجہ ہوئی کہ وہ کوئی بری نیت نہیں رکھتا، کیونکہ وہ مجھے دیکھ چکا ہے لیکن مجھ پر حملہ نہیں کیا، بلکہ قبر کی طرف چلا گیا ہے اس میں کوئی راز معلوم ہوتا ہے۔ شیر قبر سے متصل برابر نالہ و فریاد جیسی آواز بلند کرتا رہا۔ یہاں تک کہ فضا روشن ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اپنا ایک ہاتھ حضرتؑ کی قبر پر رکھے ہوئے نالہ کر رہا ہے میں پورے سکون و اطمینان کے ساتھ اس کے قریب گیا۔ تو دیکھا کہ ایک بڑا کانٹا اس کے ہاتھ میں چبھا ہوا ہے اور اس سے مواد نکل رہا ہے وہ اس زخم کی وجہ سے شدید تکلیف میں ہے لیکن اپنے خداداد شعور کی بنا پر سمجھتا ہے کہ حلاّل مشکلات علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہیں لہذا اپنے کو بیشے سے قبر اطہر تک پہونچایا ہے۔ میں نے وہ کانٹا اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا، اس وقت وہ اپنا ہاتھ قبر مبارک کی خاک پر ملنے لگا۔ جس سے اس کا زخم بھی ٹھیک ہو گیا اور وہ اپنے بیشے کی طرف واپس چلا گیا۔

خدا کرے حضرت علی علیہ السّلام کے توسل کی برکت سے ہمارے گناہوں کی کثافتیں بھی دور ہو جائیں۔ صلی اللہ علیک یا امیر المومنینؑ۔

وہ زرگر جس نے نگینے کے دو ٹکڑے کر دیئے

امام علی نقی علیہ السّلام کے معجزات میں منقول ہے کہ ایک زرگر حضرتؑ کا ہمسایہ تھا خلیفۂ عباسی کے وزیر نے اُسے بلا کے ایک قیمتی نگینہ اس کے سپرد کیا کہ اس پر ایک نقش کندہ کر کے اسے انگوٹھی میں جڑ دے۔ زرگر اسے لے گیا، لیکن چوٹ پڑنے پر وہ قیمتی نگینہ بیچ سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس طرح ٹوٹ جانے سے اس کی غیر معمولی قیمت گھٹ گئی، زرگر بہت ہی مضطرب ہوا اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا، خدا قادر ہے تم مطمئن رہو اور مایوس نہ ہو (کوئی مشکل ایسی نہیں جو قدرت خدا کے سامنے آسان نہ ہو۔)

آپ نے اُسے جو نصیحت فرمائی اس کے بعد ہی اس کے پاس وزیر نے ایک خاص آدمی کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ زرگر صاحب! میری دو بیویاں ہیں میں یہ نگینہ ایک کے لئے بنوانا چاہتا تھا، لیکن دوسری بیوی نے مجھے زحمت میں ڈال دیا ہے کیونکہ وہ بھی اسی طرح کا نگینہ چاہتی ہے اور دوسرا میرے پاس موجود نہیں ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دو حصے کر کے دونوں کے لئے ایک ایک انگشتری بنوا دو؟ میں اس کے لئے تمھیں کافی انعام بھی دوں گا۔ زرگر نے کہا اس کو برابر کے دو حصوں میں تقسیم کرنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے وزیر کے اقبال سے ایسا ہو جائے، اس طرح اس نے ایک بڑی رقم بھی وصول کی اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ بھی پیش کیا۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی امید صرف خدا کی ذات سے وابستہ رکھے۔

بچھوکے زہر سے فالج کا علاج

تاریخ میں درج ہے کہ تقریباً سات سو سال قبل خوارزم شاہ کے زمانے میں جب اس کا مستقر نیشاپور تھا جسکی آبادی پندرہ لاکھ کے قریب تھی یہی اس کا پایۂ تخت تھا۔ یہاں ہر فن کے ماہر اور استاد موجود تھے فن طب کے استاد کل یحییٰ ابن ذکریا رازی تھے اور ان کا قیام سرزمین نیشاپور کے وسط میں تھا یہ طب کے تمام شعبوں میں استاد کل تھے۔

انھیں ایام میں فارس کا ایک حاکم فالج کے مرض میں مبتلا ہوا۔ اس کے پاؤں میں اتنا درد تھا کہ وہ زمین گیر اور نقل و حرکت سے معذور ہو گیا تھا۔ اس نے بہت کچھ علاج کیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا۔ جب لوگ فارس کے اندر اس کے علاج سے مایوس ہو گئے تو عزم کیا کہ اسے نیشاپور میں رازی کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ اس دور کے وسائل یعنی کجاوہ، گھوڑے اور خچر وغیرہ کے ذریعہ اسے لے گئے جس وقت یہ لوگ نیشاپور پہونچے تو آفتاب غروب ہو رہا تھا، مجبوراً شب میں اپنے قیام کے لئے ایک کاروانسرا کا رُخ کیا۔ گرمی بہت سخت تھی لہذا یہ لوگ اس کی چھت پر چلے گئے۔ مریض کو اوپر لے جانا دشوار تھا اس وجہ سے اسے نیچے کاروانسرا کے صحن ہی میں چھوڑ دیا۔

صبح کو جب لوگ نیچے آئے تو دیکھا کہ مریض بستر سے اٹھ کے چل پھر رہا ہے۔

اس سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا!؟ تو اس نے کہا کہ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا لوگوں نے طے کیا کہ جب ہم یہاں تک آ گئے ہیں تو رازی سے بھی ملاقات کر لیں۔ یا دیکھیں کہ وہ کیا بتاتے ہیں بیمار خود اپنے پاؤں سے رازی کے پاس پہونچا اور واقعہ بیان کیا، رازی نے کہا اس کے کپڑے اتارے جائیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک یا دو بچھو بہت ہی زہریلے اس کے لباس میں موجود ہیں۔ رازی نے کہا کہ اس بیماری کا علاج صرف بچھو کا زہر تھا۔

قضاءِ الٰہی فریضے سے منافات نہیں رکھتی

ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک دیوار کے نیچے تشریف فرما تھے ناگہاں وہ دیوار گرنا شروع ہوئی، حضرت وہاں سے اٹھ کے ہٹ گئے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین! آپ قضائے خدا سے فرار کر رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا "افرّ من قضاء اللّٰہ الی قدر اللّٰہ" (یعنی میں قضائے خدا سے قدر خدا کی جانب فرار کرتا ہوں) قضائے خدا کا کیا مطلب ہے؟۔ قضائے خدا عالم وجود میں عمل و اسباب سے مربوط ہے۔ اگر کوئی دیوار گر رہی ہو اور کوئی شخص اسکے نیچے بیٹھا ہو لیکن وہاں سے جنبش نہ کرے تو ظاہر ہے کہ اس کے نیچے دب جائے گا ممکن ہے کہ مر بھی جائے۔

قضاء الٰہی یہ ہے اگر اٹھ کے ایک کنارے چلا جائے تو اسے کوئی ضرر نہ پہونچے قضائے حتمی یہ نہیں ہے جیسا تم خیال کر رہے ہو اگر واقعاً قضاءِ حتمی الٰہی ہو تو اس سے فرار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ اس فریضے اور ذمہ داری کے مطابق عمل کرے جو اس کے لئے معین کی گئی ہے۔ جو کچھ خدا نے اس کے لئے چاہا ہے وہ اکثر دوسرے اسباب و علل سے وابستہ ہوتا ہے جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے۔

ایک طالبِ علم کی دلچسپ موت !

بظاہر علامہ علّی علیہ الرحمہ کی مبارک تحریر ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں عصر کے قریب اہلِ قبور کے لئے فاتحہ پڑھنے کی غرض سے حلّہ کے قبرستان گیا وہاں ایک ایک نا آشنا نام نظر سے گزرا۔ یہ معلوم تھا کہ یہ اہلِ حلّہ میں سے نہیں ہیں کیونکہ غیر عربی نام کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ یہ اہلِ علم میں سے ہیں۔ مجھے انھیں پہچاننے کی خواہش ہوئی۔ لہٰذا دعا کی کہ خداوندا! مجھے اس صاحبِ قبر کی معرفت کرادے۔

رات کو خواب میں ایک جلیل القدر اور نورانی صورت والے سید کو دیکھا۔ انھوں نے مسرّت و نشاط کے ساتھ کہا کہ میں اسی قبر کا ساکن ہوں جس پر آپ نے فاتحہ پڑھی ہے۔ میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

علامہؒ نے پوچھا کہ، آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے کہا میں ایرانی ہوں دینی علوم کی تحصیل کے لئے حلّہ آیا تھا۔ حلّہ اس زمانے میں یعنی سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کے بعد جو حلّہ میں مقیم تھے، محقق صاحب شرائع نیز دیگر بہت سے بزرگانِ دین کا مسکن اور ایک علمی مرکز تھا۔

چند روز کے بعد فلاں مدرسے میں جہاں میرا قیام تھا بیمار ہوا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ میں حجرے سے باہر نکلنے کے لائق بھی نہیں رہا۔ میری حالت بہت سقیم ہو چکی تھی، اور ساتھ ہی جسم کے درد کی وجہ سے شدید تکلیف تھی ناگہاں ایک خوشبو میرے دماغ میں پہونچی اور ایک حسین و دلرُبا صورت نظر آئی جس سے میرے دل کو بہت سکون ملا۔ اس نے میرا حال پوچھا تو میں نے کہا میں سر سے پاؤں تک اذیت میں مبتلا ہوں۔ اس نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھارے لئے ایک طبیب لے آؤں تاکہ تمھیں آرام مل جائے۔ میں نے کہا، اس سے بڑا احسان کیا ہوگا۔؟

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوسرا خوبصورت اور معطّر شخص وارد ہوا، جس نے محبت اور مہربانی کے ساتھ میری کیفیت دریافت کی اور کہا، درد کس مقام پر ہے

میں نے کہا پاؤں کی نوک سے مغزِ سر تک درد ہو رہا ہے۔

اس نے اپنا ہاتھ میرے پاؤں تک رکھا اور اوپر کی طرف کھینچا، میں نے کہا یہاں تک تکلیف رفع ہو گئی ہے اسطرح وہ اپنا ہاتھ اوپر کی جانب کھینچ رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ یہاں تک ٹھیک ہو گیا ہوں۔ یہاں تک کہ جب اس نے سر کے اوپر ہاتھ پھیرا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک کنارے کھڑا ہوں۔ اور میرا بدن حجرے کے فرش پر پڑا ہوا ہے۔ اسی اثنا میں مدرسے کا ایک طالب علم وارد ہوا۔ ہاتھ میرے بدن پر رکھا اور کہا۔ افسوس، سیّد کا انتقال ہو گیا۔

میں نے دیکھا کہ میرے جسم کو غسلخانے میں لے گئے۔ اس کے بعد کفن پہنایا گیا، اور جب قبر میں اتارنا چاہا تو وہی سابقہ حَسین و جمیل صورت نظر آئی پہلے تو قبر کے ہول سے مجھے وحشت ہوئی لیکن اس صورت کی آمد سے دل خوش ہو گیا۔ اس نے پوچھا تم جانتے ہو میں کون ہوں۔؟

میں نے کہا، نہیں، اس نے کہا میں تمھارا اعمل صالح ہوں۔ اور وہ طبیب بھی، ملک الموت جناب عزرائیل تھے۔ جنھوں نے تمھاری روح قبض کی اور چلے گئے۔ لیکن میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں۔

علامہ لکھتے ہیں کہ یہ وہ مطلب ہے جو ہم شیعۂ امامیہ کے عقائد کا جز ہے، کہ عمل ملکوتی یا اچھی یا بری صورت میں مجسّم ہوتا ہے۔ یہی مسجد کی شب باشی کل گواہی دے گی جس طرح دن اور ساعتیں گواہی دیں گی۔

بنی اسرائیل کا عالِم بندر کی صُورت میں

روائیتوں میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص زیادہ تر اوقات میں حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ رہتا تھا، آپ سے فقہ اور توریت کے مسائل سیکھ کے دوسروں کو بتاتا تھا اور کبھی کبھی اطراف وجوانب میں جاکر دین کی تبلیغ بھی کرتا تھا۔ پھر ایک مدّت تک حضرت موسیٰؑ نے اسے نہیں دیکھا، ایک روز حضرت جبرئیلؑ آپ کے پاس موجود تھے کہ ناگاہ ایک بندر آپ کے سامنے سے گزرا۔ حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا کہ آیا آپ نے اسے پہچانا؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا نہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا یہ وہی عالم ہے جو توریت کے احکام آپ سے سیکھ کے اطراف میں پہونچاتا تھا۔ یہ عالم برزخ میں اس کی ملکوتی صورت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو حیرت ہوئی، چنانچہ آپ نے پوچھا ایسا کیسے ہوا۔

حضرت جبرئیل نے کہا، اس کی غرض یہ تھی کہ لوگ کہیں، وہ ایک فقیہ، دانشمند اور عالم انسان ہے۔ اب وہ عالم برزخ کے اندر اس صورت میں ہے اور قیامت قائم ہونے تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔

بیت المال سے گردن بند کی عاریت

جسوقت امیرالمومنین علیہ السلام اپنی خلافت ظاہری کے دور میں کوفے کے اندر قیام فرماتے تھے ایک بار جب عید کا زمانہ قریب آیا تو جناب ام کلثوم بنت امیرالمومنینؑ نے کسی کو خزانچی کے پاس بھیجا کہ بیت المال سے ایک گردن بند باضمانت عاریت کے طور پر دیدے جسے عید کے بعد واپس کر دیا جائے گا اگر وہ گم یا تلف ہو جائے تو ام کلثوم اس کی ضامن ہونگی خزانچی نے علیؑ کی بیٹی کا یہ پیغام ملتے ہی ایک گردن بند بھیج دیا۔ امیرالمومنین علیہ السّلام گھر میں تشریف لائے تو ایک نیا گردن بند اپنی دختر کے گلے میں دیکھ کر پوچھا کہ یہ تمھیں کہاں سے ملا؟ انھوں نے جواب دیا کہ، اسے میں نے ایام عید کے لئے بیت المال سے باضمانت عاریت پر لیا ہے۔

حضرت نے اس پر اعتراض فرمایا اور خزانچی سے جواب طلب فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔؟
اس نے کہا اسے عاریتاً لیا گیا ہے۔ اور اس کی ضمانت بھی کی گئی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر میری بیٹی نے باضمانت اس عاریت کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کیا ہوتا تو میں اس کے ساتھ اس طرح پیش آتا جس طرح ایک چور کے ساتھ پیش آتا ہوں۔ اور اس پر خدا کی حد جاری کرتا۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ، میں علیؑ کی بیٹی ہوں لہٰذا جو چاہوں کروں۔
خلاصہ یہ کہ قانون کے اندر علیؑ کی بیٹی اور کسی مزدور کی بیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

طاؤس یمانی سے سیّد سجّادؑ کا ارشاد

طاؤس یمانی کہتے ہیں کہ میں مسجد الحرام میں وارد ہوا تو نالہ وزاری کی ایک آواز سُنی جب قریب گیا تو آواز نہیں آئی میں نے دیکھا جو بزرگوار مناجات کر رہے تھے وہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پہچانا کہ یہ سیّد سجّادؑ امام زین العابدین علیہ السّلام ہیں، آپ کا سر اپنے دامن میں لے لیا اور میرے آنسو آپ کے چہرے پر گرے آپ نے فرمایا، کون ہے جو میرے اور میرے محبوب کے درمیان حائل ہو گیا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ میں آپ کا ارادتمند طاؤس ہوں۔ آقا! آپ تو فرزند رسوؐل ہیں، نالہ و فریاد تو ہمیں کرنا چاہیئے۔ نہ کہ آپ کو کیونکہ شفاعت کا اصلی حق تو آپ ہی کو حاصل ہے جیسا کہ منقول ہے آپ نے فرمایا نسب کا نام نہ لو آیا خدا نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جس وقت صور پھونکا جائے گا اس وقت ان کے درمیان نسبی رشتے قطع ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا۔ الجنتة خلقت لمن اطاع اللّٰہ ولو کان عبدا حبشیا والنار خلقت لمن عصی اللّٰہ ولو کان سیدا قرشیا" یعنی بہشت اس شخص کے لئے پیدا کی گئی ہے جو خدا کی اطاعت کرے ہر چند کہ وہ حبشی غلام ہو۔ اور آتش جہنم اس کے لئے خلق ہوئی ہے جو خدا کی معصیت اور نافرمانی کرے خواہ وہ قرشی سیّد ہی ہو۔

میدان جنگ میں خدا کے لئے جاؤ انتقام کے لئے نہیں

عراق و ایران کی جنگ میں شہدائے شیراز میں سے جو یقیناً خدا کی بارگاہ میں وقعت رکھتے ہیں ایک شہید کا جنازہ محاذ جنگ سے لایا گیا ہے اس کے بھائی نے عہد کیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کے فرائض ادا کرنے کے بعد خود میدان جنگ میں جائے گا اس روانگی سے ایک رات قبل شہید اپنی بہن کے خواب میں آیا اور کہا کہ میرے بھائی سے کہدو، اگر میدان جنگ میں جانا ہے تو میرے خون کا انتقام لینے کے لئے نہ جائے۔ جب یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا گیا تو میں شہید کی زندگی کے اقتدار پر حیرت زدہ ہو گیا، کیونکہ وہ اپنے بھائی کے خیال اور نیت سے بھی آگاہ تھا۔ اس کا بھائی اپنے بھائی کے خون کی تلافی کے انتقام کے لئے محاذ پر جانا چاہتا تھا تاکہ چند صدّامیوں کو جہنّم رسید کرے، ہر چند اس ارادے میں کوئی عیب نہیں لیکن خدا کے نزدیک اس کا کوئی اجر بھی نہیں تھا۔ جہاد اسی وقت قابل قدر ہے جب وہ خدا کے لئے ہو، نہ اس لئے کہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے لہٰذا میں بھی جا کر ان کے چند سپاہیوں کو قتل کروں گا۔ نیت یہ ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ میرے بھائی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے قاتل ہیں لہٰذا میں اخلاص کے ساتھ صرف قربةً الی اللّٰہ حرکت کر رہا ہوں۔

خواب میں میدان کربلا سے فرار

میرا ایک نماز جماعت کا رفیق جو مدتوں سے مسجد جامع کی جماعت میں حاضری دیتا رہا تھا اور اب رحمت خدا سے ملحق ہو چکا ہے کہتا تھا کہ طویل زندگی گزارنے کے بعد اب خدا نے مجھے اپنی بارگاہ میں رسوا کر دیا ہے میں اب تک مکرر کہتا رہا تھا کہ "یا لیتنی کنت معکم" یعنی اے حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کاش میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا۔ اور خیال کرتا تھا کہ مجھے شہدائے کربلا کا ثواب حاصل ہوگا

رات کو خواب میں جس طرح اہل منبر بیان کرتے ہیں۔ میں نے واقعۂ کربلا کا مشاہدہ کیا۔ امام حسین علیہ السّلام کی فوج اور ابن سعد کا لشکر دونوں ایک دوسرے کے مقابل استادہ تھے اور میں نے بھی خیام حسینی کا رُخ کیا مجھے اصحاب حسینؑ کے ہمراہ جگہ دی گئی اس وقت میں نے دیکھا کہ بنی ہاشم ایک ایک کر کے میدان قتال میں جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت قاسمؑ ابن حسن علیہ السلام بھی میدان میں گئے میں امام حسین علیہ السّلام کے پس پشت کھڑا تھا کہ جناب قاسمؑ کی صدائے فریاد بلند ہوئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ وقت ہے جب ابو عبداللہ الحسین علیہ السّلام۔۔ مجھ سے فرمائیں گے کہ اب تم میدان میں جاؤ اور بالآخر میں بھی قتل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے حضرت کی نگاہوں پر نظر رکھی کہ مجھے نہ دیکھیں اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا رہا، اس کے بعد تیزی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس فرار کی سرعت سے اتنا التہاب پیدا ہوا کہ خواب سے بیدار ہو گیا۔

ریچھ کو بھگانے کے لئے شکاری کا حیلہ

ایک روز ایک شکاری نے کوہستانی گائے کا شکار کیا، لیکن کافی دیر ہو چکی تھی اور ہوا بھی سرد تھی لہٰذا اس کے لئے اندھیرے میں شہر کی طرف واپس ہونا دشوار تھا۔ چنانچہ اس نے ایک غار میں پناہ لی اور کچھ سوکھی لکڑیوں سے آگ روشن کی تاکہ ٹھنڈک سے نجات پا سکے اور شکار کا گوشت کباب کر کے کھا سکے۔

ناگاہ ایک ریچھ غار کے اندر داخل ہوا، جب کہ اس وقت کوئی اسلحہ بھی شکاری کے ساتھ نہ تھا۔ ریچھ شکاری کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کے ہر کام کی نقل کرنے لگا۔ اس نے لکڑیوں کو ادھر سے ادھر منتقل کیا تو ریچھ نے بھی یہی کام کیا۔ اس نے گوشت کا پارچہ آگ پر رکھا تو ریچھ نے بھی یہی طریقہ دہرایا۔ اس موقع پر شکاری نے کوئی حیلہ کرنے پر غور کیا۔ اور شکار کی تھوڑی چربی لے کر اپنے جسم پر ملی جب اس کا جسم بخوبی چکنا ہو گیا تو شکاری نے اپنی پشت آگ کی طرف پھیری ریچھ نے بھی اپنی پشت آگ کی طرف پھیری۔ دفعتہً شکاری نے ایک جلتی ہوئی لکڑی ریچھ کی دُم سے لگا دی۔ جس سے اس کے بدن میں آگ دوڑ گئی اور وہ چیختا ہوا غار سے بھاگ گیا۔

خلاصہ یہ کہ حیلہ سازی اور مکاری میں کوئی حیوان انسان کی برابری نہیں کر سکتا۔

کتیانے اپنے بچّے برف میں ڈال دیئے

عالمِ حیوانات میں عدلِ الٰہی پر غور کرنے کے لئے مختلف گوشے ہیں
جن حیوانوں کا رزق دور و دراز مقامات پر دستیاب ہوتا ہے انھیں بال و پر عطا ہوئے، اور دریائی جانوروں کو تیرنے کے آلات اور اعضاء عنایت فرمائے۔ ہر حیوان کو اسی مقدار میں ہوش اور شعور دیا جتنا اس کے لئے ضروری تھا حیوانات کے ہوش اور شعور کا نمونہ پیش کرنے کے لئے یہ داستان تحریر کر رہا ہوں جو میرا ایک بہت ہی مؤثق اور لائق اعتماد دوست بیان کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ چند سال قبل موسم سرما میں کثرت سے برف باری ہو رہی تھی اور ہوا میں شدّت کی سردی تھی۔ میں اپنی دوکان میں آگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میری دوکان کے سامنے ایک ویران دوکان تھی جس کا کوئی کرایہ دار نہیں تھا۔ اس کی تھوڑی چھت ابھی محفوظ تھی، اس کے نیچے ایک کتیا نے بچّے دیئے تھے۔ بچّے اس کے جسم سے چمٹے ہوئے دودھ پی رہے تھے اور میں بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا، ایک بار وہ کتیا اچھل کے کھڑی ہو گئی۔ اور ایک ایک کر کے اپنے بچّوں کو اٹھا کر گلی کے درمیان گرتی ہوئی برف میں ڈالنے لگی۔ جب تمام بچّونکو باہر نکال چکی تو دکان کی چھت بیٹھ گئی۔ یہ ہوشمندی کہاں سے آئی؟ وہ کیونکر اس طرف متوجہ ہوئی کہ چھت گرنے والی ہے۔ کیا اسے کوئی غیبی اشارہ ہوا؟ یا اسے مٹّی گرنے سے خطرہ کا احساس ہوا۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنے بچّونکو کسقدر عزیز رکھتی تھی۔ اور خدا نے کس حد تک مادری محبّت دل میں ودیعت فرمائی تھی کہ اس طرح سے اپنے بچّوں کی خبر گیری کرے؟

MOWLANA NASIR DEVJANI
MAHUVA, GUJARAT, INDIA
PHONE : 0091 2844 28711
...vjani@netcourrier.com

خواجہ نصیر، چکّی والا، اور بارش

یہ حکایت خواجہ نصیر سے منسوب اور بہت مشہور ہے کہ وہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک چکّی پر پہونچے گرمی کا موسم تھا لیکن چکّی والے نے کہا کہ اگر آج کی شب آپ کو یہاں قیام کرنا ہے تو عمارت کے اندر سویئے خواجہ نصیر نے کہا گرمی بہت ہے اور باہر کی فضا بہتر ہے۔ چکّی والے نے کہا کہ آج کی رات بارش ہوگی۔ خواجہ نے آسمان پر نظر ڈالی تو مطلع بالکل صاف تھا۔ اور ابر کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لہٰذا فرمایا کہ، نہیں میں باہر ہی سوؤنگا۔ آدھی رات کو شدید گرج چمک کے ساتھ ابر و باد کا طوفان آیا اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی خواجہ مجبوراً عمارت میں داخل ہوئے اور چکّی والے سے پوچھا کہ تمھیں یہ کیونکر معلوم ہو گیا تھا۔ کہ آج کی شب بارش ہوگی؟

اس نے کہا میرا ایک کُتّا ہے جس کے بارے میں مجھے تجربہ ہوا ہے کہ جب بارش ہونے والی ہوتی ہے تو وہ چکّی کی عمارت کے اندر سوتا ہے۔ آج شام کو بھی جب وہ عمارت میں داخل ہوا تو میں نے سمجھ لیا کہ بارش ہونے والی ہے۔

دانشمند وزیر ہمیشہ قرضدار رہتا تھا

سیّد جزائری انوار نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک وزیر سالانہ حساب کے وقت اپنی تنخواہ میں ہمیشہ پیشگی چار لاکھ دینار کا قرضدار رہتا تھا اس کا دستور یہ تھا کہ ہر مہینے تنخواہ لینے سے پہلے قرض لے لیتا تھا اور جہاں کوئی محتاج یا مصیبت زدہ شخص ملتا تھا اسے دیدیتا تھا پھر وعدے کے مطابق تنخواہ ملنے پر اپنا یہ قرض ادا کر دیتا تھا اور اس کے بعد ہی دوسرا قرض لے لیتا تھا بعض دوسرے وزیروں نے بادشاہ کے سامنے اس کی شکایت کی کہ یہ شخص پیسے کی قدر نہیں جانتا ہے۔ اور سبھی لوگ بتاتے ہیں کہ یہ ہمیشہ مقروض رہتا ہے۔ اس صورتحال سے ملک کی بے آبروئی ہوتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کی تنخواہ روک لیں۔ اسکے ضروری اخراجات کے مطابق اسے دیدیا کریں۔ اور بقیہ رقم اس کے نام سے پس انداز فرمادیں بادشاہ نے اسے بلا کر اعتراض کیا کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو اس نے کہا کہ، لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے سارے ملک میں کوئی شخص میرے برابر پیسے کو عزیز نہیں رکھتا میں اپنے مال میں سے ایک درہم بھی ضایع نہیں ہونے دیتا میں سب کا سب خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں اور اس کا موقع نہیں چھوڑتا کہ میرے بعد مردار خوار لوگ اسے کھائیں اور پھر مجھے برا بھی کہیں کہ ہمارے لئے کم چھوڑا۔ میرا مقصد عمر کے مانند مال کی قدردانی بھی ہے زندگی کی ساعتیں کسقدر عزیز ہیں۔ اسی طرح مال بھی عزیز ہے۔

تمام شد

فہرست

فارسی کتاب ـــــ **داستانہائے پراگندہ**

مؤلف ـــــ آیۃ اللہ سید عبد الحسین دستغیب شہید علیہ الرحمہ

اردو ترجمہ ـــــ **سچّے واقعات**

مترجم ـــــ الحاج مولانا سید محمّد باقر صاحب قبلہ باقری جوراسی

صفحات ـــــ ۲۲۴ کتابت ـــــ مرزا شہنشاہ عالم لکھنوی

طباعت ـــــ اے بی سی آفسٹ پریس حوض قاضی دہلی

باہتمام ـــــ طٰہٰ پبلشنگ سینٹر درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ

سرورق ـــــ ہندوستان پرنٹنگ پریس گولہ گنج لکھنؤ

تعداد ـــــ ۱۰۰۰ قیمت ـــــ ۳۵ روپئے، سنہ طباعت، مئی ۱۹۹۶ء

(ملنے کا پتہ)

ادارۂ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

آیتہ اللہ دستغیب شہید سابق امام جمعہ شیراز